فقہ العبادات

یعنی

توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے

مُفصّل احکام

مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب مدظلہم

استاذ ومعین مفتی جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

دار الاشاعت

اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

فِقہُ العبادات

فِقہُ العِبَادات

یعنی

توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے

مُفصّل احکام

مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب مدظلہم

استاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 32213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : جنوری ۲۰۱۱ء علمی گرافکس

ضخامت : 464 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انار کلی لاہور

بیت العلوم اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہر مخلوق کی تخلیق کا مقصد جداگانہ ہے، جیسے فرشتوں کی تخلیق کا اہم مقصد نظام عالم کو سنبھالنا ہے، بس وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی ہر کام کو سرانجام دیتے ہیں، سرکشی نام کی کوئی چیز ان کی فطرت میں نہیں، اسی طرح جمادات، نباتات، درندے، چرندے میں سے ہر ایک کی تخلیق کا مقصد جداگانہ ہیں، جبکہ انسان کی تخلیق کا جو مقصد اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرمایا وہ یہ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات:۵۶)

میں نے جنات اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

اب عبادات کا طریقہ سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تمام انبیاء اصول عبادات میں متفق تھے تاہم ہر زمانہ ومقام کے لحاظ سے ہر کسی کو عبادت کا طریقہ اور شریعت کے احکام دیئے آخر میں جناب نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور آپ کو جو دین دیا گیا، اس کا نام ''دین اسلام'' ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دین ہے۔

لقولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۸)

اور دین اسلام کے اہم بنیادی رکن پانچ ہیں: حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

بنی الاسلام علی خمس: شهادة ان لاالٰه الاالله وان محمدا عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان. (رواہ البخاری ومسلم)

اب دین اسلام کے ماننے والوں کی ذمہ داری ہے کہ دین کے تمام احکام کو سیکھیں خصوصاً ان پانچ بنیادی ارکان سے ہر شخص واقفیت حاصل کرے۔ پھر اس پر عمل پیرا ہو، احکام شریعت سے واقفیت کے بغیر ان پر کماحقہ عمل ناممکن ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے احکام شریعت کے علم سیکھنے کو فرض قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم".

ہر مسلم مرد وعورت پر دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

علم میں عقائد، معاملات، حلال وحرام کے احکام، اخلاق سلوک واحسان سب داخل ہیں۔

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین".

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو احکام شریعت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کی تاکید کے متعلق اس کے علاوہ بھی ارشادات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔

اور چونکہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے، اس کے تمام ترجزئیات کا احاطہ کر کے ان کو مدون کرنا یہ تو بہت مشکل کام ہے، تاہم ہر زمانہ میں علماء دین نے کوشش کی ہے کہ اس زمانہ میں پیش آنے والے مسائل کو قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے مدون کر دیا جائے تاکہ عامۃ الناس کے لئے عمل کرنا آسان ہو۔ ان پانچوں بنیادی ارکان پر بھی علماء نے مستقل کتابیں لکھ کر فقہی عقائد اور دیگر مسائل کو مدون فرمایا ہے، لیکن بعض کتابیں

تو بہت طویل ہیں کہ ان سے استفادہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بلکہ بہت سے لوگ تو یوں کہہ کر اعراض کرتے ہیں کہ اس الکٹرونک دور میں اتنی لمبی لمبی کتابیں کون دیکھے، کس کے پاس اتنا وقت ہے؟ اور بعض کتب ورسائل حجم میں مختصر ہیں لیکن باحوالہ نہ ہونے کی وجہ سے معتمد علیہ نہیں۔ خواص کے لئے ان رسائل کے ذریعہ عوام کو مطمئن کرنا مشکل ہوتا ہے۔ عوام کو اگرچہ دلائل کی ضرورت نہیں مستند علماء کا قول ہی ان کے لئے کافی ہے تاہم دلیل کے سامنے ہونے سے وہ بھی مطمئن ہوتے ہیں۔

اس لئے بندہ کو یہ خیال ہوا کہ توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے متعلق ضروری مسائل کو مختصر حوالوں کے ساتھ جمع کردیا جائے اس طرح کہ ہر شخص کے لئے استفادہ آسان بھی ہو اور ہر مسئلہ کے ساتھ حوالہ کتب کی وجہ سے مسائل پر اعتماد بھی۔

چنانچہ پانچوں بنیادی ارکان پر مشتمل یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے آخر میں سلوک واحسان سے متعلق بنیادی باتیں بھی شامل کتاب کی گئیں اسی طرح توبہ واستغفار کی ترغیب بھی ملحق ہے تاکہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والے ہر مسلمان میں اخلاص للّٰہیت اور فکر آخرت بھی پیدا ہوجائے آئندہ کے لئے عمل میں پختگی اور سابقہ جہالت اور غلطیوں سے معافی تلافی ہوجائے، جس سے احکام شریعت پر عمل کرنے کا حقیقی جذبہ ہو نیز اس طرح ہر انسان علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ سے بھی آراستہ ہوسکے گا اور ہر مسلمان کو ظاہر شریعت پر عمل کے ساتھ باطن کی صفائی بھی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، میرے لئے اور میرے والدین اور میرے اساتذہ ومشائخ عظام کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

کتابُ الایمانِ و العقائد

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سیدالمرسلین محمد بن عبدالله وعلی آله واصحابه اجمعین.

ایمان کی تعریف

الایمان فی الاصطلاح: هو التصدیق ماعلم بداهة مجئ الرسول به تفصیلا فی ماعلم تفصیلا واجمالا فی ماعلم اجمالا.

(کذا فی الدر المختار باب المرتد)

مراد یہ ہے: مسلمان اس شخص کو کہا جائے گا جو دین کی ان تمام باتوں کی تصدیق کرے۔ جو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے۔ دین کی جو باتیں تفصیلی طور پر تواتر کے ساتھ معلوم ہوئیں ان کی تفصیلی تصدیق کرے اور جو اجمالی طور پر معلوم ہوئیں ان کی اجمالی تصدیق کرے۔ نیز ان باتوں کا زبان سے بھی اقرار کرے کہ مکمل دین اسلام کو حق اور سچ تسلیم کرتا ہوں۔

ایمان مفصل کا بیان

ایمان مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللهِ وَمَلَائِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

(۱) میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔

(۲) اس کے فرشتوں پر۔

(۳) اس کی کتابوں پر۔

(۴) اس کے رسولوں پر۔

(۵) قیامت کے دن پر۔

(٦) اور اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(۷) اور موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے پر۔

ایمان باللہ اور توحید

اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اور تمام صفات میں بھی یکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ان کی ذات، صفات، اسماء، افعال اور احکام میں کوئی شریک نہیں، اور وہ ذات وصفات مں مخلوق میں سے کسی کے مشابہ نہیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کو قبول کرنا کہ کسی بھی حکم کا انکار نہ کیا جائے۔

قال تعالی: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (ال عمران:۱۸)

اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ انصاف قائم رکھنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے۔

وقال تعالیٰ ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ (البقرة: ۱٦۳)

تمہارا معبود ایک اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم والا مہربان ہے۔

شرک کی اقسام

شرک فی الذات:

شرک فی الذات کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خدائی میں کسی کو شریک کرنا، جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں، آتش پرست دو خدا مانتے ہیں، اور ہندو بتوں کو پوجنے

والے ہیں بہت سارے خدا مانتے ہیں، یہ سب شرک فی الذات ہے۔

شرک فی الصفات:

شرک فی الصفات کا معنی یہ ہے کہ غیر اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی الوہیت اور خدائی میں تو شریک نہ ٹھہرایا جائے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ جو صرف اسی کے لئے ثابت ہیں، ان میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔ اس شرک کی چند موٹی موٹی اقسام ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

شرک فی العبادات:

جو کام اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تعظیم اور بڑائی کی خاطر اپنے بندوں کے لئے جاری فرمائے ہیں، ان کاموں کو عبادت کہا جاتا ہے، مثلاً نماز پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، اس کے گھر کا طواف کرنا، روزہ رکھنا وغیرہ۔ جو ایسے کاموں میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ شرک فی العبادت کا مرتکب ہے، مثلاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا، رکوع کرنا، یا اس کے لئے نماز کی طرح قیام کرنا، یا کسی قبر کو سجدہ کرنا، یا کسی نبی، ولی، پیر یا امام کے نام کا روزہ رکھنا، کسی کے نام کی قربانی کرنا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کے گھر یا قبر کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا، یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح پکارنا وغیرہ سب شرک فی العبادت ہے۔

شرک فی الحکم:

حاکم یعنی حکم دینے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ کسی چیز کا حلال ہونا، یا حرام ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حلال یا حرام کرنے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے تو وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہے، مثلاً کسی پیر یا ولی کی منع کردہ چیزوں کو حرام سمجھ لینا، جن کاموں کا پیر نے حکم کیا اس کو اللہ کے فرض کی طرح فرض اور ضروری سمجھ لینا، یا غیر اللہ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا وغیرہ شرک فی الحکم ہے۔

شرک فی العلم:

علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو کلی اور ذاتی ہو، جو علم جزئی یا عطائی ہو، وہ علم غیب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے وہ شرک فی العلم کا مرتکب ہے، مثلاً یہ سمجھے کہ فلاں نبی یا فلاں ولی علم غیب جانتے تھے یا انہیں کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں یا انہیں دور ونزدیک کی تمام چیزوں کی خبر ہے، یہ شرک فی العلم ہے۔

شرک فی القدرت:

اللہ تعالیٰ کے لئے صفت قدرت ثابت ہے کہ وہ ذات قادر مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک فی القدرت کہلاتا ہے، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ پیر بھی بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں اور اسی وجہ سے بیٹے کا نام "پیراں دتہ" رکھنا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نبی یا ولی بارش برسا سکتے ہیں، یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا مقدمہ میں کامیاب کروا سکتے ہیں، یا روزی دے سکتے ہیں، یا روزی میں فراخی پیدا کر سکتے ہیں، یا زندگی موت ان کے قبضہ میں ہے، یا کسی کو نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، یہ سب شرک فی القدرت ہے۔

شرک فی السمع والبصر:

سمع کا معنی سننا، اور بصر کا معنی دیکھنا، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص قسم کا سننا اور خاص قسم کا دیکھنا ثابت ہے، جس کی تفصیل توحید کے بیان میں آرہی ہے۔ ایسا سننا اور ایسا دیکھنا مخلوق میں سے کسی کے لئے ثابت نہیں۔ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں نبی یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں، ہمیں یا ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، شرک فی السمع والبصر ہے۔

شرک فی الصفات:

ہر جگہ حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا کسی ولی کے لئے یہ صف ماننا بھی شرک فی الصفات ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی دیگر صفات جن کا بیان توحید کے باب میں آئے گا، ان میں سے کسی ایک صفت میں غیر اللہ کو شریک کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔

کفر و شرک ایسا بدترین جرم ہے کہ کافر و مشرک کی اگر حالت کفر میں موت آجائے تو ان کی کبھی معافی نہیں ہوگی اور نہ ان کی بخشش ہوگی، یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

دنیا کے بارے میں کافر و مشرک کی دعا قبول ہو سکتی ہے، لیکن آخرت کے بارے میں کسی کافر و مشرک کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا فرض ہے، فرشتوں کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں، نور سے پیدا کئے گئے ہیں، ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہے، وہ فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت، نہ خنثیٰ وہ انسانوں سے بالکل الگ جنس ہے، لطیف جسم والے ہیں جو کہ نظر نہیں آتے، مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ گناہوں سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کے سارے انتظامات ان کے متعلق کئے ہوئے ہیں۔

وہ بے شمار ہیں ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں، اور ان کاموں کی بجا آوری میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں بعض فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔

بعض فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہیں بعض فرشتے بیت المعمور

کا طواف کررہے ہیں، بعض فرشتے امت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود وسلام رسول اللہ ﷺ پر پیش کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے قبر میں میت سے سوالات کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے لوگوں کی دعاء پر آمین کہتے ہیں۔

بعض فرشتے جہاد کے موقع پر مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے غزوۂ بدروغیرہ میں ہوا، بعض فرشتے نافرماں لوگوں کو عذاب دینے کے لئے بھی آسمان سے نازل ہوتے ہیں، جیسے قوم لوط، قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ پر عذاب کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے، بعض فرشتے جہنم میں جہنمیوں کو عذاب دینے کے لئے مقرر ہیں، ان میں سے بڑے فرشتے انیس ہیں۔

قوله تعالیٰ: ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ٢٦)

ترجمہ: وہ اس کے عزت والے بندے ہیں، اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے، اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

وقوله تعالیٰ: ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (النحل: ٥٠)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار سے جو ان سے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے عمل کرتے ہیں۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے عقائد واعمال درست ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق رہیں۔ جن کتابوں اور صحیفوں کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج

ہو جاتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور صحیفے آسمانوں سے نازل فرمائے بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد ایک سو چار ہے۔ ان میں سے دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، دس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائے۔

(۴) آسمان سے اترنے والی تمام کتابیں اور صحیفے حق اور سچے تھے، بعد میں لوگوں نے ان میں تحریف کی۔ چنانچہ اب سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی اور صحیح حالت میں موجود نہیں ہے۔

(۵) قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے اور قیامت تک تحریف سے محفوظ رہے گا، اس میں تحریف کا قائل ہونا کفر ہے۔

(۶) قرآن مجید سب سے آخری آسمانی کتاب ہے اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں میں سب سے افضل کتاب ہے۔

(۷) موجودہ تورات، انجیل اور زبور اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں لہٰذا ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اصلی آسمانی کتابیں ہیں، غلط ہے اور کفر ہے۔

(۸) پہلی آسمانی کتابیں اکٹھی نازل ہوئیں اور قرآن مجید ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا تئیس برس میں نازل ہوا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (البقرۃ: ۴)

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (فصلت: ۴۱، ۴۲)

﴿ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ (البقرة: ۷۹)

﴿ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(البقرة: ۷۵)

اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں اپنے احکام پہنچانے کے لئے انہی میں سے اپنے منتخب بندوں کو اپنی شریعت، کتابیں اور معجزات دے کر بھیجا، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء اور رسولوں کا نام لیا، ان سب کو رسول برحق تسلیم کرنا، نیز اس بات پر ایمان لانا کہ قرآن میں مذکور انبیاء کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں، روایتوں میں انبیاء اور رسولوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار تک آئی ہے لیکن وہ یقینی تعداد نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾ (المومن: ۷۸)

اسی طرح یہ ایمان لانا کہ تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کا پیغام کما حقہ امت تک پہنچایا ہے، کسی رسول و نبی نے اپنے فریضۂ منصبی میں کوتاہی نہیں کی۔

انبیاء معصوم ہیں:

نیز یہ ایمان لانا کہ تمام انبیاء نیکوکار اور تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

شریعت کے احکام پہنچانے میں سچے، پاکیزہ نسب والے ہیں کوئی نبی بدکاری کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا، کوئی نبی اپنے عہدہ سے معزول نہیں ہوا۔

دلائل عصمۃ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام:

۱- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لا ینال عہدی الظالمین﴾

عہد سے یا تو عہد نبوت مراد ہے یا عہد امامت۔ اگر عہد نبوت مراد ہو تو مطلب ہوگا نبوت ظالموں کو نہیں ملتی، اور اگر مراد عہد امامت ہو تو مطلب ہوگا امامت ظالم لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ جب امامت نہیں تو نبوت بھی نہیں ہوگی اس لیے کہ ہر نبی امام ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

بہرصورت آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی گناہ گار نہیں ہوسکتا۔

۲- رسول فرشتے سے افضل ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ رسول سے کوئی گناہ صادر نہ ہو جیسا کہ فرشتے سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔

۳- اگر حضور اقدس ﷺ کوئی گناہ کریں تو ہم پر اس کی اقتداء لازم ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اتبعونی" اس سے جمع بین الحرمۃ والوجوب لازم آتا اور وہ محال ہے۔ جب یہ بات حضور اقدس ﷺ کے حق میں ثابت ہے تو تمام انبیاء کرام کے بارے میں بھی ثابت ہوگی کیونکہ ان کے درمیان خرق کا کوئی قائل نہیں۔

۴- اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے معصیت صادر ہو تو وہ عذاب کے مستحق ہوں گے قرآن کریم کا فیصلہ ہے۔

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیہا. اور وہ لعنت کے مستحق ہوتے۔ ﴿الا لعنۃ اللہ علی الظالمین﴾

امت کا اجماع کیے گئے کردہ نہ مستحق عذاب ہیں اور نہ مستحق لعنت ہیں جب تالی باطل تو مقدم بھی باطل۔

۵۔ اگر فرض کرلیں کہ ان سے فسق صادر ہو تو ضروری ہے کہ وہ مقبول الشہادۃ نہ ہوں کیونکہ ارشاد ہے۔ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا لیکن انبیاء کرام بالاتفاق مقبول الشہادۃ ہیں تو ان سے فسق بھی صادر نہیں ہوسکتا۔

۶۔ اگر انبیاء سے کوئی گناہ صادر ہو تو وہ ان کا درجہ امت کے نافرمان لوگوں سے بھی کم ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کا درجہ غایت جلال وشرف میں ہے اور جس کا درجہ اس قدر بلند ہو تو اس سے گناہ کا صادر ہونا بھی افحش ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یضاعف لها العذاب ضعفین ،یانساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین اور نبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کا درجہ امت سے بھی کم ہو اور جب یہ جائز نہیں ہے تو گناہ کا صادر ہونا بھی محال ہے۔ ورنہ وہی لازم آئے گا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فاتبعوه الا فریق من المؤمنین.

ایک فریق ایسا ہے جس نے شیطان کی اتباع نہیں کی ، ان کے بارے میں ثابت ہوگیا کہ ان سے گناہ صادر نہیں ہوا، ورنہ یہ شیطان کے متبع ہوتے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ فریق یا تو انبیاء کا ہے یا غیر انبیاء کا اگر مراد غیر انبیاء ہوں تو جب ان سے فسق کا صدور نہیں تو نبی سے بطریق اولیٰ نہیں ہوگا ورنہ لازم آئے گا غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا۔

(تفسیر کبیر ۸/۳۔)

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں:

حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (نہ ظلی نہ بروزی اور نہ کسی اور قسم کا) کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے آپ کی ختم نبوت کی بہت سی دلیلیں، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں آئی ہیں، جیسا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

(احزاب ۳۳، آیت: ٤٠)

محمد (ﷺ) تم لوگوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے حدیث شریف میں آیا۔

"**انا خاتم النبیین لانبی بعدی.**" (رواہ ابو داؤد کتاب الفتن ٤٢٥٢)

"میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔"

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مثلي ومثل الانبياء كمثل قصر احسن بنيانه وترك منه موضع لبنة، فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنائه، الا موضع تلك اللبنة ، لايعيبون سواها، فكنت انا سددت موضع تلك اللبنة، ختم بي البنيان وختم بي الرسل.

(أخرجه البخاري ٣٥٣٥، ومسلم ٢٢٨٦)

لہٰذا جاننا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت بھی جزو ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا ہے، جو ختم نبوت کے عقیدہ کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے۔

نور و بشریت:

نور کے معنی روشنی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو نور فرمایا۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَالْقَمَرَ نُورًا﴾ (سورة یونس:۵)

روشنی چونکہ خود بھی ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے اشیاء کو بھی روشن اور ظاہر کر دیتی ہے اس لئے نور کے التزامی معنی ہیں، ''الظاہر المظہر'' اسی مناسبت سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی نور کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لئے بھی وصول الی اللہ کے راستوں کو ظاہر کرنے والے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرنے والے، لہٰذا قرآن وحدیث میں انبیاء علیہم السلام کے حق میں اگر کہیں ''نور'' کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس کو ہدایت کے معنی میں لیا جائے گا۔ باقی تمام انبیاء اور سردار انبیاء رسول اللہ ﷺ اولادِ آدم میں سے ہیں ان کے والد والدہ اور خاندان بھی ہے۔ البتہ نبوت ورسالت کی وجہ سے مرتبہ ومقام میں اب تمام انسانوں (انبیاء وصلحاء اولیاء) سے بھی افضل ہیں، اور تمام فرشتے اور جنات سے بھی افضل۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا مقام اور مرتبہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو حاصل ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (کہف: ۱۱۰)

ترجمہ: آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرح بشر ہوں (نہ خدائی کا دعویدار ہوں نہ فرشتہ ہونے کا ہاں) میرے پاس (اللہ کی طرف سے) وحی آتی ہے (اور) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے اور اس کا محبوب بننا چاہے) تو (مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق) نیک کام کرتا رہے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (کہف)

مسئلہ علم غیب

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا پورا علم عطاء فرمایا تھا، آپ پوری شریعت سے واقف تھے، اس کے علاوہ آپ کے یہ علوم کلی اور ذاتی نہیں تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کوان امور کا علم عطا فرمایا تھا جو آپ کی شان کے لائق تھا اور ایسا علم جو ازل سے ابد تک تمام امور کو کلی طور پر محیط ہو یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اس میں مخلوق میں سے کوئی شریک نہیں نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو شریک بنایا، لہٰذا رضا خانیوں کا یہ عقیدہ کہ ''رسول اللہ ﷺ کو سمندر کے قطروں درخت کے پتوں کا علم ہے اور ہر وقت ہر شخص کی حرکات وسکنات سے واقف ہیں، گویا مثل خدائے تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، یہ عقیدہ باطل ہے۔ اور آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا قلب مبارک گو علوم ربانیہ اور معارف الٰہیہ کا خزینہ ہے نہ کہ ماوشما کی صورتوں اور حرکات وسکنات کا آئینہ۔

قال تعالیٰ: ﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴾ (انعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

خلاصہ یہ کہ کلیات تکوینیہ کا علم اور اسی طرح تمام فروعات کا اس طرح علمی احاطہ کہ کچھ بھی خارج نہ رہے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے کسی غیر کو یہ حاصل نہیں ہو سکتے۔

وقال تعالیٰ: ﴿ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾

(اعراف: ۱۸۸)

''کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ

پہنچتی، میں تو مومنوں کو ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔"

"قال النبی ﷺ اللّٰھم انی اعوذبك من علم لاینفع و قلب لا یخشع"

(مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے جو غیر ضروری علم سے پناہ مانگی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو غیر ضروری علم سے محفوظ رکھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو علم کلی حاصل نہیں تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم تمام مخلوق کے علم سے زیادہ تھا تاہم آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں جزئی ہے۔ کلی نہیں، اس لئے آپ علیہ السلام کے حق میں علم غیب کلی طور پر جاننے کا عقیدہ نہ رکھا جائے دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی ہے، اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا علم آپ کو عطاء فرمایا وہ آپ کو حاصل ہوا، اور آپ کو صرف وہی علم عطاء ہوا جو آپ کی ذات اور امت کے لئے فائدہ مند تھا۔ ۱۲

مسئلہ حاضر و ناظر

اس نکتہ پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے "حاضر و ناظر" کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے، یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں جن کے معنی ہیں "موجود اور دیکھنے والا" اور جب دونوں کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ اس کا وجود بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے، کائنات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اول سے آخر تک اس کی نظر میں ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "حاضر و ناظر" کا یہ مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صادق آتا ہے، اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں اور کائنات کی ایک ایک چیز آپ کی نظر میں ہے۔ یہ شرعاً غلط ہونے کے علاوہ بداہت عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس

لئے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

قال تعالی: ﴿ليس كمثله شيئ ﴾ (شوری: ۱۱)

وقال تعالی: ﴿وسع كرسيه السمٰوات والأرض ولايؤده حفظهما وهو العلي العظيم﴾. (البقرة: ۲۵۵)

وقال تعالیٰ: ﴿ لايعزب عنه مثقال ذرة في السمٰوات ولا في الأرض. (سباء:۳)

مسئلہ مختار کل

بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کارخانہ عالم کے متصرف ومختار آنحضرت ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اختیارات عطاء کردیئے ہیں اس لئے یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو ''مختار کل'' کا خطاب دیتے ہیں، لیکن قرآن کریم، حدیث نبوی ﷺ اور عقائد اہل سنت میں اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے کل یا بعض اختیارات آنحضرت ﷺ کو یا کسی اور کو دیئے ہیں بلکہ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ پوری کائنات کا نظام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ موت وحیات، صحت ومرض، عطاء وبخشش سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

﴿ان الله على كل شيئ قدير﴾ (البقرة: ۲۰)

﴿وكان الله على كل شيئ مقتدرا﴾ (الكهف: ٤٥)

﴿لكن الله يفعل مايريد﴾ (البقرة: ۲۵۳)

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال كنت خلف رسول الله يوما فقال: ''يا غلام! إن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيئ لم ينفعوك

إلا بشيئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيئ لم يضروك إلا بشيئ قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام وجفت الصحف."

(مشکوٰۃ ۲/۴۵۳)

صحابی رسول ﷺ:

جس شخص نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور اس شخص کی موت ایمان پر ہوئی ہو اس کو صحابی کہتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد لاکھ سے زائد ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں، ان میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر خلفاء راشدین ترتیب وار امت سے افضل ہیں اور تمام صحابہ کرام باقی امت سے افضل ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں تاہم محفوظ تھے، منجانب اللہ گناہوں سے ان کی حفاظت ہوتی تھی، اگر چہ کبھی ان سے گناہ سرزد ہوا بھی تو فوراً توبہ کی توفیق ہوگئی، دنیا سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تمغہ لیکر رخصت ہوئے۔

اولیاء اللہ کا بیان

جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی مکمل پابندی کرے۔ کثرت ذکر اور عبادت الٰہی میں مصروف رہے گناہوں سے بچتا رہے، اللہ اور رسول کی محبت تمام دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو وہ اللہ کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے، اس کو "ولی" کہتے ہیں۔

ولایت کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت اس کے دل میں سب کی محبت پر غالب آجائے۔ اس کو دنیا کی حرص نہ رہے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتا ہو۔

قال رسول الله ﷺ: لايؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لماجئت به.

رواه فی شرح السنة (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا۔ جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔

(مشکوٰۃ صـ ۳۰ عن شرح السنة)

ولایت کی شرط یہ ہے کہ زندگی سنت کے مطابق گزرے۔

قال تعالیٰ: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (ال عمران: ۳۱)

اے رسول! آپ اعلان کر دیجئے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

جنات کے متعلق عقیدہ

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے، جو ہم کو دکھائی نہیں دیتی، ان کو ''جن'' کہتے ہیں۔ ان میں مؤمن کافر نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں ان میں نکاح اور ولادت کا سلسلہ بھی جاری ہے، وہ بھی انسانوں کی طرح ایمان اور اعمال صالحہ کے مکلف ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور شریر ابلیس شیطان ہے۔ جنات کے وجود کا عقیدہ رکھنا مسلمان پر فرض ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿وخلق الجان من مارج من نار.﴾

(الرحمن: ۱۵)

وقوله تعالى: ﴿انه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم﴾

(الأعراف: ۲۷)

وقوله تعالىٰ: ﴿وانا منا الصالحون ومنا دون ذلك.﴾

(الجن: ۱۱)

قیامت کے دن پر ایمان

قیامت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت ضرور قائم ہوگی، تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، حشر کے میدان میں اولین آخرین کو جمع کیا جائے گا۔ حساب کتاب ہوگا۔

''پل صراط'' سے گزرنا ہوگا۔ اسی طرح جنت، جہنم اور وہ واقعات جن کا ذکر قرآن وحدیث میں خاص قیامت کے دن، اور اس کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے۔ ان سب کو حق جاننا اور ماننا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی جو علامات بتائی ہیں ان پر ایمان لانا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ علامات ارشاد فرمائی ہیں:

١ دخان۔
٢ خروج دجال۔
٣ خروج دابہ
٤ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا
٥ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول۔
٦ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔
٧، ٨، ٩ تین مرتبہ زمین کا دھنسنا، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں
١٠ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو محشر تک لے جائیگی۔

علامات قیامت کے سلسلہ میں بکثرت روایات ہیں ان تمام باتوں پر جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: لاتقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها فاذا رأها الناس اٰمن من علیها فذلك حین لاینفع نفسا ایمانها لم تکن اٰمنت

من قبل. (بخاری: ٤٦٣٥)

تقدیر پر ایمان

تقدیر کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے اس کے وجود میں آنے سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے، نیز یہ کہ بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے مشیت قضاء اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا گیا ہے اگر وہ نیک کام کرے گا اجر پائے گا اور برے کام کی اس کو سزا ملے گی۔ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی قدرت عنایت ہوتی ہے پس اگر بندہ اس قدرت کو نیک کام میں لگائے تو بھی اس کو اختیار ہے وہ اختیار کا استعمال اس کے لئے جزا کا موجب ہے، اگر برے کام میں خرچ کرے تو بھی اس کو یہ اختیار ہے اور اختیار کے استعمال پر وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے، پس اسی قدرت اختیاریہ پر تکلیفات شرعیہ کا دارومدار ہے۔ جس کام کی بندہ استطاعت وقدرت نہیں رکھتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم بھی نہیں دیا۔

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرة: ٢٨٦)

تقدیر مبرم و معلق

تقدیر کی دو قسمیں ہیں:

❶ تقدیر مبرم:

یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہوتی ہے، اس میں کچھ تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ لوح محفوظ میں ایک بات لکھی ہوئی ہے وہ ہو کر رہتی ہے، جیسے انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا وغیرہ۔

❷ تقدیر معلق:

وہ تقدیر جو مبرم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تغیر وتبدیل ہوتا رہتا ہے، اس میں تقدیر کو معلق

کر کے لکھدیا، مثلا فلاں نے حج کیا تو اس کی عمر بیس سال ہوگی، اگر حج نہیں کیا تو پندرہ سال اگر والدین کی خدمت کی تو اتنی عمر ہوگی اگر نہیں کی تو اتنی ہوگی، بہر حال تقدیر مبرم میں تو تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، معلق میں اعمال کی وجہ سے تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

عقیدہ تقدیر اور اعمال کی پابندی

عقیدہ تقدیر کی وجہ سے کسی کو یہ سوچ کر ایمان اور اعمال ترک نہیں کرنے چاہئے کہ میرے بارے میں تو جو کچھ لکھا جاچکا ہے وہ ہوکر رہے گا، میرے ایمان اور اعمال سے کیا ہوگا کیونکہ اولا تو کسی کو علم نہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ جب علم نہیں تو اچھے کام ہی کرنے چاہئے تاکہ انجام بھی اچھا ہو، ثانیا تقدیر میں جہاں نتائج لکھے ہیں، وہاں اسباب وذرائع بھی لکھے ہیں، مثلا اگر تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں جنتی ہے، تو ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنتی ہے۔ ثالثا دنیا کے بارے میں کوئی یہ سوچ کر کہ جو کچھ مقدر ہے وہی ملے گا۔ حصول رزق کے اسباب ترک نہیں کرتا، تو آخرت کے بارے میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما نحن مع رسول الله ﷺ وهو ينكت في الارض اذ رفع راسه الى السماء ثم قال مامنكم من احد الا قد علم، قال وكيع الا قد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة، قالوا افلا نتكل يارسول الله قال اعملوا فكل ميسر لماخلق له. (ترمذی ٢/ ٤٨٠)

تقدیر کے بارے میں غور وخوض کی ممانعت

بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ تقدیر کے مسئلہ میں غور وخوض کرتے رہتے ہیں ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں، ان میں سے بہت سے نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں، حالانکہ تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اس سے نہ تو کوئی

مقرب فرشتہ آگاہ ہے نہ نبی مرسل، تقدیر میں غور وفکر کرنا ناکامی، محرومی اور سرکشی کا ذریعہ بنتا ہے، لہٰذا مسئلہ تقدیر میں غور کرنے سے نظر وفکر اور وسوسہ ہر اعتبار سے مکمل اجتناب کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنے مخلوق سے سمیٹ رکھا ہے، اس کے پیچھے پڑنے سے منع کر دیا ہے۔ (عقیدۃ الطحاویہ)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ (الانبیاء: ۲۳)

جو کام اللہ تعالیٰ کرے اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی، اور لوگوں سے باز پرس ہوگی، لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر اعتراض کرے، مثلاً فلاں کو کیوں بیمار کیا، فلاں کی موت کیوں واقع ہوئی؟ تو یہ قرآنی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی ہے، اس سے بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے، ایک مسلمان کا کام رضاء بالقضاء ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آیا اس کو بشاشت سے قبول کرے اس پر رضامندی کا اظہار کرے۔

قولہ تعالی: ﴿ وخلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا ﴾

(الفرقان: ۲)

وقولہ تعالیٰ: ﴿ وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العالمین ﴾

(التکویر: ۲۹)

وساوس سے بچاؤ کے طریقے

وساوس آنا، یہ کوئی بری بات نہیں، البتہ غور وخوض کر کے وساوس کو لانا اس کو دل میں جمانا یہ بری بات ہے۔

① رسول اللہ ﷺ نے وساوس کو دور کرنے کے لئے یہ دعاء تلقین فرمائی ہے:

اللّٰھم لایات بالحسنات الاانت ولایدفع السیئات الاانت . (ابن ماجۃ)

② نیز لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی کثرت سے ورد کرے۔

③ ہر نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کر کے پورے جسم پر مل لے۔

④ جب وساوس کا ہجوم ہو، تو شیطان کو مخاطب کر کے زور سے کہے کہ دفع ہو جا میں تو اللہ تعالیٰ کو بلا کسی دلیل کے ایک مانتا ہوں، وحدہ لاشریک مانتا ہوں، مجھے اس میں کسی قسم کا شک وتردد نہیں، یہ مسئلہ پکا ہے، اس موضوع پر نہ گفتگو کروں گا نہ سوچونگا، پھر کہے:

"رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا."

کہ میں اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اور دین اسلام کو بطور دین ومذہب قبول کر کے، اور محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے رسول تسلیم کر کے راضی اور خوش ہوں، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ شیطان کو اولا تو وسوسے ڈالنے کی ہمت نہیں ہوگی یا چند ہی دنوں میں وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ اسکا منہ کالا ہوگا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی وساوس سے حفاظت فرمائے۔

والبعث بعد الموت

بعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس کو نفخۂ اولیٰ کہا جاتا ہے، جس سے تمام زندہ مخلوق مر جائیں گے اس کے بعد تقریبا چالیس سال کا عرصہ گزر جائے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائیں گے وہ پھر صور پھونکیں گے جس کو نفخہ ثانیہ کہتے ہیں۔ جس سے حاملین عرش فرشتے، جبرئیل، میکائیل وعزرائیل اٹھیں گے پھر نئی زمین چاند سورج وجود میں آجائیں گے پھر ایک بارش برسے گی جس سے سبزہ کی طرح ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا اس دوبارہ پیدا کرنے اور حساب وکتاب کر کے جزاء وسزا کے طور پر جنت ودوزخ میں بھیجنے کو شریعت میں بعث ونشر کہتے ہیں۔

اس پر ایمان لانا بھی فرض ہے، اس کا منکر کافر ہے اسی طرح سب کو اعمال نامے دیئے

جائیں گے مومنین کو سامنے سے دائیں ہاتھ میں کفار کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملیں گے، اچھے برے اعمال ''میزان عدل'' میں تولے جائیں گے جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا، اور جس کے دونوں پلے برابر ہونگے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ ﴾ (القارعة: ٦ تا ١١)

پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا، آپ کو معلوم ہے وہ کیا چیز ہے؟ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

حوض کوثر:

قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی امت کی الگ الگ پہچان ہوگی جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو نہایت شدت کی پیاس ہوگی، ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس امت کی خاص علامت سے پہچان کر اپنے حوض سے پانی پلائے گا ہمارے نبی ﷺ کے حوض کا نام ''حوض کوثر'' ہے، وہ سب حوضوں سے بڑا ہے۔ اور امت محمدیہ ﷺ کی پہچان یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو نہایت روشن ہونگے اسی سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے مومنین کو پہچانیں گے اور اپنے دست مبارک سے حوض کوثر کا پانی پلائیں گے یہ سعادت صرف مومنین کو حاصل ہوگی کافر مرتد، مشرک حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ان قدر حوضی کما بین أیلة الی صنعاء من الیمن وان فیه من الاباریق کنجوم السماء. (رواہ البخاری ٦٥٨٠)

جنت کا تذکرہ

جنت اور جہنم پر بھی ایمان لانا فرض ہے، جنت ایماندار متقی پرہیز گار بندوں کا ٹھکانہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا تصور گزرا، جنت کی نعمتوں کی تعریف میں جو کچھ قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے وہ انسانوں کو سمجھانے کے لئے ہے اصل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جنتیوں کو جنت میں داخل ہونے کے بعد ہی صحیح اندازہ ہوگا۔

وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۝

(آل عمران: ۱۳۳)

''اور دوڑو اس مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے، اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین اور وہ (جنت) تیار کی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے۔''

جہنم کا تذکرہ

جہنم ایک بہت ہی تکلیف دہ مکان ہے، جو اللہ تعالیٰ کے قہار وجبار ہونے کا مظہر ہے، جتنی قسم کی تکلیف کا تصور کیا جا سکتا ہے، یا دنیا میں مشاہدہ ہوسکتا ہے وہ دوزخ کے بے انتہا تکالیف کا ادنیٰ سا حصہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ میں سب سے کم درجہ کا عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ کی جوتی پہنائی جائے گی، اس کی حالت یہ ہوگی کہ جوتی پاؤں میں ڈالتے ہی اس کی گرمی سے دماغ کا مغز پگھل کر باہر آجائے گا۔(مشکوٰۃ)

قوله تعالى: ﴿بلى من كسب سيئة وأحاطت به خطيئته فأولئك هم أصحاب النار هم فيها خالدون.﴾ (البقرة: ۸۱)

جنت وجہنم موجود ہیں

جنت اور جہنم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے پیدا فرمایا، وہ ہماری نظر سے اوجھل ہیں، لیکن کائنات کے نقشہ میں موجود ہیں دونوں نہ خود فنا ہونگی نہ اللہ تعالیٰ ان کو فنا فرمائیں گے، بلکہ ابدالاباد تک باقی رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لئے اہل بھی پیدا فرمایا، جنتی کو اللہ تعالیٰ جنت والے اعمال کی توفیق دے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور جس کو جہنم کے راستہ پر چھوڑ دے جنت کی طرف رہنمائی نہ فرمائے، یہ اس کا عدل ہے، اس کی طرف سے ظلم نہیں ہے۔ (عقیدۃ الطحاویہ)

﴿ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنت جہنم موجود ہیں کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

قال رسول الله ﷺ: وايم الذي نفسي بيده لو رأيتم ما رأيت لضحكتم قليلا وبكيتم كثيرا قالوا وما رأيت يارسول الله؟ قال رأيت الجنة والنار.

(رواه مسلم من حديث انس رضي الله تعالى عنه)

مسلمان کا جنتی یا جہنمی ہونا

کسی مسلمان کے متعلق جنتی یا جہنمی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں کریں گے، کہ فلاں صاحب جنتی ہے فلاں جہنمی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ وہ بہتر جانتے ہیں کون جنتی ہے اور کون جہنمی ہے البتہ ہم صالحین کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے وہ انشاء اللہ جنت میں داخل ہونگے، اور گناہگاروں کے متعلق استغفار کریں گے، باقی ان کا عمل تو جہنم میں لیجانے والا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے ویسے معاف فرمادیں یا جہنم میں سزادے کر معاف فرمادے۔

اسی طرح کسی مسلمان کے متعلق کافر، مشرک یا منافق ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے کہ فلاں کافر ہوگیا، مشرک یا منافق ہوگیا۔ کیونکہ جب وہ ظاہر میں مسلمان ہونے کا دعویدار ہے اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا الا یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا صراحت کے ساتھ انکار کرے یا ایسی تاویلات فاسدہ کرے جو دین کے قواعد میں سے کسی قاعدہ میں داخل نہ ہو۔ (عقیدۃ الطحاویہ)
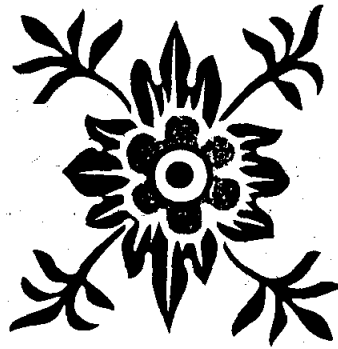
التمارین

① مسلمان کی تعریف کریں!
② اسلام کی تعریف کریں!
③ ایمان مفصل کیا ہے؟
④ فرشتے کیا کام انجام دیتے ہیں؟
⑤ توحید الٰہی کے متعلق کوئی آیت سنائیں!
⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت کا دعوی کرے وہ کون ہوگا؟
⑦ کیا موجودہ دور میں انجیل پڑھنا اس پر عمل کرنا جائز ہے؟
⑧ انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟
⑨ مسئلہ علم غیب کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
⑩ ولی کون ہوتا ہے؟
⑪ قیامت سے پہلے کس قسم کی علامات کا ظہور ہوگا؟
⑫ قیامت کے دن دوبارہ کس طرح زندہ کیا جائے گا؟
⑬ حوض کوثر کیا چیز ہے؟
⑭ کیا جنت وجہنم موجود ہے یا بعد میں پیدا ہونگی؟
⑮ کیا ہم کسی کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ یہ جنتی ہے یا جہنمی ہے؟

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدة: ٦)

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضوء نہ ہو) تو (وضو کرلو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت (دھوؤ)۔'' (المائدة: ٦)

وضو اور غسل کی فضیلت:

حدیث میں ہے کہ وضوء کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، پھر ہر عضو دھوتے وقت یہ پڑھے:

''اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله''

تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو اور اگر فوراً دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں قرآن پڑھے اور اس کو جان لے (یعنی حضور قلب سے پڑھے تاکہ معلوم رہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں) اور تمام نماز اسی طرح حضور قلب سے پڑھے تو وہ نماز سے ایسے حال میں فارغ ہوگا کہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح نومولود بچہ ہوتا ہے، اور اس سے کہا جائے گا نئے سرے سے عمل کر اس وقت تک کے گناہ معاف ہو نگے۔

(رواه الحافظ المستغفری وحسنه كذا فی احياء السنن)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: اے انس! جنابت کا غسل اچھی طرح کیا کرتو نہا کر جب تو فارغ ہوتو تجھ پر کوئی گناہ اور خطا باقی نہ رہے گا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) اچھی طرح غسل کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ تو بالوں کی جڑیں تر کرے اور بدن کو خوب صاف کرے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے میرے پیارے بیٹے اگر تو ہر وقت وضو سے رہ سکے تو ایسا کر، پس جس کو موت اس حالت میں آئے کہ وہ باوضو ہو تو اسے شہادت کا ثواب ملے گا۔(مسند ابویعلیٰ)

وضو کے چار فرائض:

① پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لَو تک ایک بار منہ دھونا۔

② دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ایک بار دھونا۔

③ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک ایک بار دھونا۔

فرض الوضوء غسل الوجه مرة وهو مابين منبت الشعر غالبا اسفل الذقن والاذنين واليدين مرة بالمرفقين والرجلين مرة بالكعبين ومسح ربع الرأس مرة. (غرر ملخصا ۱۰)

وضو کی سنتیں:

① پاکی حاصل کرنے کی نیت کرنا

② شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

③ شروع میں دونوں ہاتھ کلائی تک دھونا۔

④ کلی کرنا۔

⑤ مسواک کرنا۔

⑥ ناک میں تین بار پانی ڈالنا، یعنی سانس کے ساتھ نرم جگہ تک پانی لے جانا۔
⑦ پھر تین بار ناک جھاڑنا۔
⑧ ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔
⑨ سارے سر اور کانوں کا مسح کرنا۔
⑩ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔
⑪ لگاتار اس طرح دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے اور دوسرا عضو دھل جائے۔
⑫ ترتیب وار دھونا کہ پہلے منہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے، سنت چھوڑنے سے وضو تو ہو جاتا ہے، مگر کسی سنت کو چھوڑنا مکروہ ہے اس سے وضو کا ثواب کم ہو جاتا ہے، اس لئے سنت کے مطابق ہی وضوء کرنا چاہئے۔

ویسن فی الوضوء غسل الیدین الی الرسغبن والتسمیة والسواك والمضمضة والاستنشاق وتخلیل الاصابع وتثلیث الغسل واستیعاب الرأس بالمسح ومسح الأذنین. (نورالایضاح: ۸)

وضو کے مستحبات

① ہاتھ اور پاؤں دھونے میں داہنے طرف سے شروع کرنا۔
② گردن کا مسح کرنا۔
③ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔
④ پہلے ہاتھ پاؤں تر ہاتھ سے مل لینا (تاکہ دھوتے وقت خوب پانی پہنچ جائے)
⑤ انگوٹھی کو خوب ہلا لینا اگر بغیر ہلائے پانی پہنچ جاتا ہو (اور اگر انگوٹھی تنگ ہو، بغیر ہلائے پانی نہ پہنچتا ہو تو اس کو اتار کر یا ہلا کر پانی پہنچانا فرض ہے۔)

⑥ وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد نہ لینا۔ (یعنی اعضاء وضو پر دوسرے کا ہاتھ استعمال نہ کرنا۔

⑦ اونچی جگہ پر بیٹھنا۔

⑧ آنکھوں کے گوشوں کا اور ہر اس جگہ کا خاص خیال رکھنا جہاں پانی نہ پہنچنے کا کچھ احتمال رہ جائے۔

⑨ پاؤں بائیں ہاتھ سے دھونا۔

⑩ وضو کے ختم پر یہ دعا پڑھنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

⑪ وضو کے دوران یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ.

(نوٹ:) مستحب کو چھوڑنے سے اس پر ملنے والا اجر نہیں ملتا۔

مکروہات وضو

مکروہات وضو یہ ہیں جن سے بچنا چاہئے:

① ناپاک جگہ وضو کرنا۔

② سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

③ وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا۔

④ خلاف سنت وضو کرنا۔

⑤ پانی زیادہ بہانا یا اتنا کم خرچ کرنا کہ مسنون طریقہ پر وضو نہ ہو سکے۔

⑥ زور سے چھپکے مارنا۔

⑦ کسی مجبوری کے بغیر دوسرے سے وضو میں مدد لینا مکروہ ہے، اس لئے مدد نہ لی جائے۔

⑧ جب ایک دفعہ وضو کر لیا اور ابھی تک ٹوٹا نہیں تو جبتک اس وضو سے کوئی

عبادت نہ کرلے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔

ومکروهه لطم الوجه او غيره بالماء تنزيها. (ردالمحتار ١٣٦/١)

وضو کو توڑنے والی چیزیں

ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

① پاخانہ کرنا۔

② پیشاب کرنا۔

③ ہوا خارج ہونا

④ خون یا پیپ کا نکل کر اپنی جگہ سے بہہ جانا۔

⑤ منہ بھر کر قے کرنا۔

⑥ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سو جانا۔

⑦ مست یا بے ہوش ہو جانا۔

⑧ رکوع سجدہ والی نماز میں بالغ مرد یا عورت کا قہقہہ مار کر یعنی اس طرح ہنسنا کہ قریب والا سن سکے۔

المعاني الناقضة للوضوء كل ماخرج من السبيلين الخ... (منية: ٤٥)

وضو کا طریقہ

وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک برتن میں پاک پانی لے کر پاک جگہ پر بیٹھو، اگر اونچی جگہ قبلہ رو بیٹھنے کا موقع ہو تو یہ بہتر ہے اور آستین کہنیوں سے اوپر چڑھالو، پھر بسم اللہ پڑھو اور تین بار گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوؤ، پھر تین مرتبہ کلی کرو، اور مسواک کرو، مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مل لو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر یعنی سانس کے ساتھ پانی اوپر کو نرم جگہ تک لے کر جائیں، بائیں ہاتھ سے تین بار ناک صاف کرو، پھر تین مرتبہ منہ دھوؤ، منہ پر پانی زور سے نہ مارو، پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ادھر ادھر دونوں

کانوں کی لو تک منہ دھولو، پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھونا چاہئے، پھر دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے یعنی بھگو کر سر کا مسح کرو، پھر کانوں کا مسح کرو، پھر گردن کا مسح کرو، پھر تین تین مرتبہ دونوں ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ، پہلے داہنا پاؤں پھر بایاں پاؤں دھونا چاہئے پھر وضو کے بعد والی دعا پڑھو۔

فاداب الوضوء الجلوس مكان مرتفع تحرزا عن الغسالة واستقبال القبلة. (مراقي الفلاح:٤٤)

سر کا مسح

اس طرح کرو کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں برابر ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھ کر پورے سر پر دونوں ہاتھ گزارتے ہوئے گدی تک لے جاؤ، پھر گدی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کانوں کے پاس سے اور انگلیوں کو درمیان سے گزارتے ہوئے واپس پیشانی تک لے آؤ، اس کے بعد کانوں کے ظاہری حصہ کا انگوٹھوں سے اور اندرونی حصہ کا شہادت کی انگلی سے اس طرح مسح کرو کہ کانوں میں ہر جگہ انگلی پہنچ جائے اور سلوٹوں سے گزر جائے، اور دونوں انگلیاں کانوں کے سوراخوں میں داخل کردو، اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرو، البتہ گلے کا مسح نہ کرو، کیونکہ یہ منع ہے۔

ومسح كل رأسه مرة واذنيه بماء يمسحها بالسبابتين ويمسح الرقبة بظهور الاصابع. (منية ٢٤)

وضو کے ضروری مسائل

ہاتھ پاؤں کے پھٹن کا حکم:

مسئلہ: کسی کے ہاتھ پاؤں پھٹ گئے، اور پھٹن میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر

لی، اوراس کے نکالنے سے ضرر ہوگا، تو اگراس کے نکالے بغیراوپر ہی اوپر پانی بہادیا تو وضو ہوجائے گا۔

إذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم إن كان لا يضره أيصال الماء ما تحته لا يجوز غسله ووضوءه وإن كان يضر يجوز.

(ردالمحتار: ۱/ ۱۲٤)

وضو میں کوئی جگہ خشک رہ جائے:

مسئلہ۲: وضو کرتے وقت ایڑی یاکسی اورجگہ پانی نہیں پہنچا، اورجب پورا وضو ہوچکا تب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا لازم ہے۔اس جگہ پر پانی بہائے بغیر وضو نہ ہوگا۔

امرأة اغتسلت وقد كان بقي في اظفارها عجين قدجف لم يجز غسلها. (منية ۱۷)

پھوڑے کی جگہ دھونے کا طریقہ:

اگر ہاتھ پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے جس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے، وضو کرتے وقت اس پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر لے، اس کو مسح کہتے ہیں، اوراگر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے، اتنی جگہ چھوڑ دے (نقصان کرنے نہ کرنے کا فیصلہ طبیب ماہر دیندار کی رائے اورذاتی تجربہ سے ہوگا)

ويجوز مسحها ولو شدت بلاوضوء وغسل دفعا للحرج ويترك المسح كالغسل ان ضرر والا لايترك. (ردالمحتار ۱/ ۲۸۸)

زخم کی پٹی کا حکم:

مسئلہ۳: اگر زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو، اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان

ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں ہے، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہئے۔

مسئلہ۳: اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھول کر زخم کو چھوڑ کر باقی سب جگہ دھو سکے تو ایسا ہی کرے، اور اگر پٹی خود نہ کھول سکے اور کوئی دوسرا کھولنے باندھنے والا بھی نہیں ہے تو ساری پٹی پر مسح کر لے، جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

وإن كان الجراحة على أقله وأكثره صحيح فإنه يغسل الصحيح ويمسح على المجروح إن لم يضره المسح. (منية المصلى ٢٤)

جسم سے خارج ہونے والے مواد کا حکم:

جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں، تو اگر ذرا سا خون نکلا کہ زخم کے منہ سے بہا نہیں، یا ذرا سی قے ہوئی، منہ بھر نہیں ہوئی، اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور قے نجس نہیں ہے، اس کا دھونا واجب نہیں ہے، اور اگر منہ بھر قے ہوئی تو وہ ناپاک ہے، کسی جگہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو دھونا واجب ہے، منہ بھر کر قے ہو تو گلاس کو منہ لگا کر کلی نہ کرے، تاکہ برتن ناپاک نہ ہو، چلو میں پانی لے کر کلیاں کرے، دودھ پیتا بچہ اگر منہ بھر دودھ ڈال دے تو وہ بھی ناپاک ہوگا۔ اگر منہ بھر نہ ہو تو پاک ہے۔

واما الدم اذا خرج من البدن ان سال نقض والا فلا وعلى هذا مسائل منها نفطة قشرت فسال منها ماء او دم او صديد ان سال عن راس الجرح ينقض وان لم يسل لاينقضه. (منية: ٤٧)

ستر کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا، یا اپنا ستر کھل گیا، یا ننگا ہو کر نہایا اور ننگے ہی وضو کیا، تو

وضو درست ہے ان سب صورتوں میں وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ستر کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا ستر دکھلانا سخت گناہ ہے اور حرام ہے۔

تنبیہ:

بعض علاقوں میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ ستر کھلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ شیطان کی چلائی ہوئی بات ہے، شرعی حکم نہیں۔

غسل کا مسنون طریقہ

جب غسل کا ارادہ کرے تو پہلے استنجاء کرے اور اگر کسی جگہ ظاہری نجاست لگی ہو تو اس کو دھو لے، پھر وضو کرے، جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اگر پختہ جگہ یا تخت یا پتھر پر غسل کر رہا ہو تو پاؤں بھی ابھی دھو لے، اور اگر غسل کی جگہ کچی ہو تو ابھی پاؤں دھونا چھوڑ دے، پورا غسل کر کے آخر میں پاؤں دھووے، وضو میں خوب منہ بھر کر کلی کرے، اگر روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کرے، اور ناک میں خوب صفائی کر کے سانس کے ساتھ جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک تین بار پانی پہنچاوے، وضو کے بعد تھوڑا سا پانی لے کر سارے بدن کو مل لے، اسکے بعد تین بار سر پر پانی ڈالے۔ پھر داہنے کاندھے پر تین بار پھر بائیں کاندھے پر تین بار پانی ڈالے، اور ہر جگہ خیال کر کے پانی پہنچاوے، بال برابر جگہ سوکھی رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

وسنته البداءة بغسل يديه وفرجه وان لم يكن به خبث اتباعا للحديث. (الدر المختار ١/١٦١)

فرائضِ غسل:

فرائض غسل تین ہیں:

① حلق تک پانی سے خوب منہ بھر کر ایک بار کلی کرنا۔

۲ ناک میں ایک بار پانی چڑھانا جہاں تک نرم جگہ ہے۔
۳ تمام بدن پر ایک بار پانی بہانا کہ بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہے۔

وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن.

(هدايه ١/٣٦)

سننِ غسل:

غسل کی سنتیں یہ ہیں:

۱ غسل کی نیت کرنا۔
۲ اولاً ظاہری ناپاکی دور کرنا۔ اور استنجا کرنا۔
۳ پھر وضو کرنا۔
۴ بدن کو ملنا۔
۵ سارے بدن پر تین بار پانی بہانا (جس میں تین تین بار کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا بھی ہے)

مکروہاتِ غسل:

مکروہات غسل یہ ہیں:

۱ بلاضرورت زیادہ پانی بہانا۔
۲ یا اتنا کم پانی لینا کہ جس سے اچھی طرح سنت کے موافق غسل نہ ہو سکے۔
۳ ننگے ہونے کی حالت میں غسل کرتے وقت کسی سے کلام کرنا، یا قبلہ رو ہو کر غسل کرنا۔
۴ کسی کو اپنی شرم کی جگہ یا رانیں یا گھٹنے دکھانا حرام ہے۔
۵ تالاب یا دریا اور نہر میں نہاتے وقت ایسا لباس استعمال کرنا جس سے رانیں اور شرمگاہ ظاہر ہو سخت گناہ ہے۔

وان لا يسرف في الماء وان لا يقتر وان لا يستقبل القبلة وقت

الغسل وان يغتسل فی موضع لایراه احد وان لا يتكلم بكلام قط.

(منية ١٤)

غسل کے بعد کی دعاء:

جب غسل سے فارغ ہوکر غسل خانہ سے باہر نکل آئے یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ.

غسل کے ضروری مسائل

مسئلہ: غسل فرض کی ادائیگی کے لئے خوب منہ بھر کر حلق تک پانی لے جا کر کلی کرنا اور جہاں تک ناک کا نرم حصہ ہے وہاں پانی پہنچانا اور کان کے سلوٹوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

مسئلہ: غسل کرتے وقت شروع میں جب بڑا استنجا کریں تو کھل کر بیٹھیں تا کہ جہاں تک پانی جاسکتا ہے چلا جائے، ایسے ہی عورت اپنے مقام خاص کی کھال میں پانی پہنچائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ (تحفۂ خواتین)

جسم کے سوراخوں میں پانی پہنچانا:

نتھ اور بالیوں کے سوراخوں میں بھی خوب خیال کر کے پانی پہنچاؤ اگر پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا، اگر انگوٹھی چھلہ پہنے ہوئے ہوں اور وہ تنگ ہوں تو ان کو بھی پانی ڈالتے وقت ہلا لو تا کہ پانی پہنچ جائے، بغلوں اور جانگوں میں بھی خیال کر کے پانی پہنچائیں۔

ويجب ای يفرض غسل مايمكن من البدن بلاحرج كاذن وسرة وشارب وحاجب واثناء لحية. (ردالمحتار ١٥٧/١)

خشک جگہ پانی پہنچانا:

اگر غسل میں کسی جگہ پانی پہنچانا بھول جائے تو یاد آنے کے بعد پورا غسل دہرانا ضروری نہیں ہے، صرف اسی جگہ پر پانی بہالے جو خشک رہ گئی تھی۔

اگر ناخن میں آٹا بھر کر سوکھ گیا، پھر وضو یا غسل کیا اور پانی اندر پہنچ گیا تو وضو و غسل ہو گیا، ورنہ اسے نکال کر ہاتھ دھو ڈالے۔

امرأة غسلت وقد كان في أظفارها عجين قد جف لم يجز غسلها.

(منية المصلىٰ: ۱۷)

اگر دانتوں پر مسی کی دھڑی جمی ہوئی ہے یا دانتوں کے اندر چھالیہ انکی ہوئی ہے تو اس کو نکال کر دانت صاف کر کے غسل کرے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

رجل اغتسل وبقي بين اسنانه طعام قال بعضهم ان كان زائدا على قدر الحمصة لايجوزه. (منية:۱۷)

جن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے

ایسی ناپاکی جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اسے حدث اکبر کہتے ہیں حدث اکبر کے چار اسباب ہیں:

① شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا۔ مرد سے ہو یا عورت سے۔
② عورت و مرد کا صحبت کرنا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔
③ حیض (ماہواری) کے ایام پورے ہونے کے ساتھ خون کا بند ہونا۔
④ نفاس سے پاک ہونا یعنی ولادت کے بعد جب خون آنا بند ہو جائے۔

احدهما خروج المني على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج بالمس. (فتاوى هنديه ۹/۱)

نیند سے بیداری کے بعد منی کا دھبہ

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کپڑا یا بدن پر منی لگی ہوئی نظر آئے تو غسل کرنا فرض ہے، چاہے سونے کی حالت میں کوئی خواب دیکھنا یاد ہو یا نہ ہو۔ (بهشتی زیور)

ننگے ہو کر نہانے کا حکم

نہاتے وقت کسی کے سامنے ستر (یعنی ناف سے لیکر گھٹنے تک) کھولنا ناجائز اور گناہ ہے، ہاں اگر غسل خانہ میں نہائے یا ایسی تنہائی کی جگہ نہائے کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے، چاہے کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے، نیز غسل خانہ میں بھی اگر ستر کے حصہ پر کپڑا باندھ کر نہائے تو بہتر ہے۔

(ماخوذ از بهشتی زیور)

غسل میں مصنوعی دانت کا حکم

اگر مصنوعی دانت لگوایا، دانت پر ایسا خول چڑھایا اس کو نکالنا بہت مشکل ہے، یا دانت کے اندر سوراخ تھا اس کی بھرائی کی ان سب صورتوں میں غسل کے وقت ان کو نکالنا ضروری نہیں بلکہ کلی کرنا کافی ہے۔ (ماخوذ از احسن الفتاوی ۲/۳۲)

حالت جنابت میں بال ناخن کاٹنا

حالت جنابت میں بال بنوانا، زیر ناف صاف کرنا، ناخن کاٹنا یہ سارے امور مکروہ ہیں، لہٰذا جس پر غسل فرض ہو پہلے غسل کرے اس کے بعد ناخن وغیرہ کاٹے۔

قال فی الهندية حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير كذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیریہ)

جنابت کی حالت وظائف وتلاوت کا حکم

حالت حیض اور جنابت میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز نہیں، البتہ کلمہ طیبہ درود شریف اور ہر قسم کا ذکر جائز ہے، نیز سورۃ الناس سورۃ الفلق آیت الکرسی وغیرہ بطور وظیفہ پڑھنا جائز تلاوت کی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔

جنبی وحائضہ کے لئے قرآن چھونا

جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کے لئے قرآن کریم کو ہاتھ لگانا، اسی طرح قرآن کریم کے ترجمہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اگر دینی کتابیں، جس میں حدیث اور فقہ وغیرہ لکھی ہوئی ہوان کو چھونا اور پڑھنا درست ہے، مگر خلاف اولیٰ ہے اور کتب تفسیر میں اگر آیات قرآنی کے مقابلہ میں تفسیر زیادہ ہوتو اس کو ہاتھ لگانا تفسیر کو پڑھنا جائز ہے۔ اگر تفسیر کم ہوتو اس کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ تفسیر میں لکھی ہوئی آیت کو ہاتھ لگانا کسی صورت میں درست نہیں۔

قال فی الشرح التنویر: ویمنع قراء ۃ قراٰن بقصدہٖ ومسه (الی ان قال) ولا باس لحائض وجنب بقراء ۃ ادعية ومسها وحملها وذكر الله تعالیٰ وتسبيح وفی الشامية (قوله قراء ۃ قراٰن) ای ولو دون اٰية من المركبات لاالمفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة (قوله بقصده) فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعاء او شيئا من الآيات التی فيها معنی الدعاء ولم ترد القراء ۃ لاباس به.(ردالمحتار ۱/ ۲۷۰) وفی غسل شرح التنوير: ويحرم به تلاوة القراٰن ولودون آية علی المختار بقصده وفی الشامية (قوله علی المختار ای من قولين مصححين ثانيهما انه لا يحرم مادون آية (الی قوله) اقول ومحله اذا لم تكن طويلة فلو كانت طويلة كان بعضها كاٰية لانها تعدل ثلاث اٰيات ذكره فی الحلية عن شرح الجامع لفخر الاسلام. (ردالمحتار ۱/ ۱۵۹) (احسن الفتاویٰ ۲/ ۶۷)

موزوں پر مسح کا بیان

وعن شریح بن ھانی قال اتیت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا فسالتھا عن المسح علی الخفین فقالت ایت علیا فانه اعلمھم بوضوء رسول اللہ ﷺ کان یسافر معه فاتیته فسالته فقال یوم ولیلة للمقیم وثلثة ایام ولیالیھن للمسافر . (رواہ الطحاوی ورواہ مسلم عن شریح عن علی وفیه تصریح بکونه مرفوعا)

ترجمہ: حضرت شریح (تابعی) سے روایت ہے کہ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اوران سے معلوم کیا کہ موزوں پر مسح کی کیا مدت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضوراقدس ﷺ کے وضوء کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، وہ حضوراقدس ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اوران سے سوال کیا، انہوں نے بتایا کہ (موزوں کے مسح کی مدت) مقیم کے لئے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے۔(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ص ۴۲)

تشریح:

اللہ پاک کے دین میں بڑی آسانیاں ہیں، انہی میں سے ایک یہ آسانی ہے کہ اگر چمڑے کے موزے وضو کر کے پہن لے پھر وضوٹوٹ جائے تو اب وضو کرتے وقت موزے اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ایسے موزے ہوں جن سے دونوں پاؤں کے ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔

اونی اور سوتی موزوں کا حکم

اونی، سوتی اور نیلون کے موزوں کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں درج ذیل شرائط پائی

جائیں تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

① اتنے موٹے اور گاڑھے ہوں کہ بغیر جوتے کے تین میل شرعی پیدل چلیں تو وہ نہ پھٹیں۔

② ان کو پنڈلی پر باندھا نہ جائے تب بھی موٹے ہونے کی وجہ سے نہ گریں، بلکہ پاؤں پر جمے رہیں۔

③ اوپر پانی گرے تو موٹے ہونے کی وجہ سے اندر سرایت نہ کرے۔

④ اوپر سے پاؤں نظر نہ آئے۔(ردالمختار ۲٤۸/۱)

پلستر پر مسح جائز ہے

اگر کسی کے پھنسی یا زخم پر پلستر لگا ہوا ہو، اگر وضو وغسل کے وقت اس کو کھول کر دھونا زخم کے لئے مضر ہو تو پلستر کھول کر دھونا ضروری نہیں، بلکہ پلستر پر مسح کافی ہے، اور وہ پلستر جبیرہ کے حکم میں ہے، اور اگر کھولنا مضر نہیں مگر پلستر عام مروج قیمت سے زیادہ قیمت کا ہے، یا قیمت تو زیادہ نہیں مگر تنگدستی کی وجہ سے خریدنے پر قدرت نہیں تو بھی مسح جائز ہے۔

قال في العلائية في اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا تركه ولو بيده ولا يقدر على الماء تيمم. (شامية ۹۵/۱)

پھایہ پر مسح کا حکم

اگر کسی نے پھنسی یا زخم پر انگریزی مرہم کا پھایہ (پٹی) لگایا، اب وضو غسل کے وقت دیکھے اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرے۔

قال في التنوير وحكم مسح جبيرة وخرقة قرحة وموضع فصد ونحو ذلك كغسل لما تحتها. (ردالمحتار ۲۵/۱)

چمڑے کے موزے کے ساتھ جراب پہننے کا حکم

اگرکوئی چمڑے کے موزوں کے نیچے سوتی یا اونی جراب پہن لے تو موزوں پر مسح جائز، اور اگرکوئی چمڑے کے موزوں کے اوپر جراب پہنے تو مسح جائز نہیں الا یہ کہ دونوں کو سی لیا جائے تو مسح جائز ہوگا۔

قال فی البحر بعد ذکر الاختلاف ومنهم من افتی بالجواز وهو الحق لما قدمناه عن غاية البيان وايده علامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ فب منحة الخالق بقول شارح المنية يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق مخيط من كرباس او جوخ ونحوهما مما لا يجوز عليه المسح.

(البحر الرائق ۱/۱۹۱)

مسائلہ: جس پر غسل فرض ہو جائے اس کے لئے موزوں کا مسح درست نہیں ہے، اس پر فرض ہے کہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے اگرچہ مدت مسح ابھی پوری نہ ہوئی ہو۔

ولا يصح له مسحه للجنابة لان الجنابة سرت الى القدم وهو علة لقوله لايصح. (الطحاوی مع مراقی الفلاح:۱۲۸)

تیمّم کا بیان

جس کو وضو یا غسل کرنے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے یا پانی تو ہو لیکن اس کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا غالب خطرہ ہو، یا رسی ڈول یعنی کنویں سے پانی نکالنے کا سامان موجود نہ ہو، یا دشمن کا خوف ہو، یا سفر کی وجہ سے پانی ایک میل کے فاصلہ پر ہو تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احدکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ.﴾ (المائدۃ)

تیمّم کا طریقہ

تیمّم میں نیت فرض ہے یعنی نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے کے لئے یا نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتا ہوں، نیت کے بعد دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے، پھر ہاتھ جھاڑ کر تمام منہ پر ملے، اور جتنا حصہ منہ کا وضو میں دھویا جاتا ہے اتنے حصہ پر ہر جگہ ہاتھ پہنچائے، پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے، داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے ملے جتنی جگہ وضو میں دھوتے ہیں، اس سب جگہ میں ہاتھ پہنچائے، انگلیوں کا خلال بھی کرے اور انگوٹھی وغیرہ اتار کر تیمّم کرے تاکہ ہر جگہ ہاتھ پہنچ جائے، نتھنوں کے درمیان جو جگہ ہے اس پر بھی ہاتھ پھیرے۔

وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں ہے اور جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے، تیمّم میں سر یا پاؤں پر مسح نہیں ہوتا اور نہ کلی اور نہ ناک میں پانی پہنچانے کی جگہ کچھ کیا جاتا ہے۔

من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا او لمرض اورلبرد او خوف عدو او عطش او عدم آلة تيمم. (ردالمحتار ۱/۲۳۹)

تیمّم کے فرائض:

① طہارت حاصل کرنے کی نیت کرنا۔
② دونوں ہاتھ زمین پر مار کر پورے چہرے پر ملنا۔
③ پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر کہنیوں سمیت ہاتھوں پر ملنا۔

نواقض تیمّم:

جو چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے نیز پانی کا ملنا اور اس کے استعمال پر قادر ہونا بھی تیمّم کو توڑ دیتا ہے۔

وينقضه ناقض الوضوء لان ناقض الاصل ناقض لخلفه (طحاوی:۱۲٦)

مسئلہ: اگر کسی پر غسل فرض ہے تو ایک ہی تیمّم کافی ہے وضو اور غسل کی نیت کر کے الگ الگ دو مرتبہ تیمّم کرنا لازمی نہیں، ایک ہی تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، اس کے بعد کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش آجائے تو وضو کی جگہ تیمّم کر لے اور اگر غسل کے لائق پانی ملے تو غسل کر لے، کیونکہ بقدر غسل پانی ملنے سے غسل کرنا فرض ہو جائے گا۔

نجاست پاک کرنے کا طریقہ

نجاست کی دو قسمیں:

نجاست کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کی نجاست بہت زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تب بھی دھونے کا حکم ہے اس کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں، دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے اس کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

نجاست غلیظہ:

خون بہتا ہوا، آدمی کا پاخانہ اور پیشاب اور سور کے جسم کا ہر حصہ حتی کہ اس کے بال بھی، اور گھوڑے، گدھے، خچر کی لید، گائے، بیل، بھینس کا گوبر، بکری بھیڑ کی مینگنی، مرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ، کتے اور بلی کا پاخانہ اور پیشاب، گدھے اور خچر اور تمام حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں اور چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پاخانہ پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے۔

تنقسم النجاسة الى قسمين غليظة وخفيفة فالغليظة كالخمر والدم المسفوح. (نور الایضاح)

نجاست خفیفہ:

حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال چوپایوں مثلاً بکری، گائے، بیل، بھینس، اونٹ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔

مسئلہ: مرغی، بطخ اور مرغابی کے علاوہ حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ۔

واما خرء مايوكل لحمه من الطيور سوى الدجاجة والبط والاوز ونحوهما فطاهر عندنا كالحمامة والعصفور. (کبیری: ۱۴۷)

نجاست غلیظہ کتنی مقدار میں معاف ہے؟

نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں (چاندی کے) روپیہ کے برابر ہے یا اس سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ لے، تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اس طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے، اور اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے اس کے بغیر دھوئے ہوئے نماز نہ

ہوگی، اور اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بے دھوئے نماز درست نہیں ہے۔ (خانیہ ۱/۱۰)

وعفی قدر الدرهم وزنا فی المتجسدة الخ. (مراقی الفلاح-۸۹)

نجاست خفیفہ کتنی مقدار معاف ہے؟

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ بھر گیا تو معاف نہیں ہے اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب نماز درست ہے، اگر چوتھائی یا اس سے زائد میں لگی ہوگی تو نماز نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں لگی ہو تو اگر چوتھائی ہاتھ سے کم میں لگی ہو تو معاف ہے یعنی اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی، اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اگر چوتھائی سے کم میں لگی ہو تو اس کے دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی۔

وعفي دون ربع ثوب من نجاسة مخففة. (درمختار ۱/۲۲)

کپڑے میں نجس تیل لگ جانے کا حکم

مسئلہ: کپڑے میں اگر نجس تیل لگ گیا، جو ہتھیلی کے گہراؤ سے کم ہے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی، لیکن اگر ایک دو دن میں پھیل کر زیادہ ہو جائے تو اب اس کے دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

ولو اصاب ثوبه دهن نجس اقل من قدر الدرهم ثم انبسط الخ.

([illegible] ١/٣٢٦)

جسم والی نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ

اگر ٹھوس جسم والی نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، خون، تو اتنا دھوئے کہ نجاست ختم ہو جائے اور دھبہ جاتا رہے چاہے جتنی دفعہ میں ختم ہو جائے، تو کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر بدن میں لگ گئی تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ کم از کم تین دفعہ دھونا بہتر ہے۔

ویطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرة. (مراقي الفلاح ۹۱)

مسئلہ: اگر کوئی ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست جدا ہونے پر بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا، تب بھی کپڑا پاک ہو گیا، صابن وغیرہ لگا کر دھبہ ختم کرنا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

ولایضر بقاء اثر کلون او ریح فی محلها الخ. (مراقي الفلاح ۹۱)

سیال نجاست سے پاکی کا طریقہ

اگر پیشاب یا اس جیسی کوئی اور نجاست لگ گئی جو جسم والی نہیں ہے تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ پوری طاقت لگا کر نچوڑے تو پاک ہو جائے گا۔

ویطهر محل النجاسة بغسلها ثلا والعصر کل مرة الخ.

(مراقي الفلاح ۹۲)

روغن چھڑائے بغیر وضو نہ ہوگا

رنگریز جو کپڑا رنگنے کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر جو رنگ لگا ہوتا ہے اسے اتارنے کی ضرورت نہیں، البتہ لکڑی اور لوہے وغیرہ پر کرنے کا چپکنے والا روغن اگر جم گیا تو اسے اتارے بغیر وضو نہ ہوگا، کیونکہ عموماً اس میں تہ جمتی ہے تو جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہے۔

قال فی شرح التنویر ولا یمنع ماعلی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او سنه المجوف به یفتی وقیل ان صلبا منع وهو الاصح وفی الشامیة (قوله وهو الاصح) صرح به فی شرح المنیة وقال لامتناع نفوذالماء مع عدم

الضرورة والحرج. (ردالمحتار ۱/۱۴۳)

ناخن پالش وضوو غسل سے مانع ہے

عورتیں جو ناخن پالش استعمال کرتی ہیں وہ عموما بدن تک پانی پہنچنے سے مانع ہوتی ہیں، اس کی موجودگی میں وضوو غسل صحیح نہیں ہوتا اگر بال برابر بھی جگہ ایسی رہ گئی کہ وہاں پانی نہیں پہنچا تو وضواور غسل نہ ہوگا۔

(بخلاف نحو عجين) اى كعلك وشمع وقِشر سمك وخبز ممضوغ متلبد جوهرة الخ. (ردالمحتار ۱/۱۴۳)

نیز یہ بھی یادرہے ایسی پالش لگانا شرعاناجائز ہے اجتناب لازم ہے۔

قالین وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ

قالین یا اس جیسی کوئی اور چیز ناپاک ہوجائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائے گی، طریقہ یہ ہوگا کہ ایک مرتبہ پانی ڈالکر چھوڑ دیا جائے اتنی دیر رکھے کہ قطرہ ٹپکنا موقوف ہوجائے پھر دوبارہ سہ بارہ اسی طرح کیا جائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ نچوڑنا دشوار ہو ورنہ نچوڑنا بھی ضروری ہے، یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ کسی برتن یا چھوٹے حوض میں ڈال کر دھویا جائے، اگر پائپ وغیرہ کے ذریعہ اوپر سے پانی ڈالا جائے، یا بہتے پانی میں ڈالدیا تو تین مرتبہ دھونا یا نچوڑنا ضروری نہیں بلکہ اندازہ لگایا جائے کہ اگر کسی برتن میں پانی بھر کر اس میں کپڑا ڈالا جاتا تو جتنے پانی میں کپڑا ڈوب جاتا اس سے تین گناہ پانی بہادینے سے کپڑا پاک ہوجائے گا۔(احسن الفتاویٰ ۲/۹۲) بحواله شامية ۱/۳۰۸)

دھوبی کی دھلائی کا حکم

دھوبی کو دھلنے کے لئے جو کپڑا دیا جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اس دھوبی کے ہاں شرعی طریقہ سے پاک کرنے کا انتظام ہے کہ تین مرتبہ پانی ڈالکر نچوڑتا

ہے، تو وہ کپڑا پاک ہوگا اگر اس کا علم نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ جو کپڑا پاک دیا گیا وہ دھلنے کے بعد بھی پاک رہے گا اور جو کپڑا ناپاک دیا گیا ہے وہ ناپاک رہے گا، اس لئے شریعت کا اصول یہ ہے کہ "الیقین لا یزول الا بالیقین" لہٰذا جب تک پاک کپڑے کی ناپاکی اور ناپاک کپڑے کی طہارت کا یقین نہ ہوگا وہ اپنی اصلی حالت پر برقرار رہیں گے، اس لئے احتیاطا گھر میں کھنگال لیں پھر استعمال کریں۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ ۲/۸۳)

پانی کے ضروری مسائل

اگر جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو خواہ مخواہ محض وہم اور وسوسہ کی بنیاد پر اسے ناپاک نہ کہیں جب تک ناپاکی کا یقین نہ ہو جائے اسے پاک سمجھا جائے گا۔

گھڑے یا لوٹے یا مٹکے میں اگر نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو وہ برتن اور پانی ناپاک ہو جائے گا۔

جاری پانی کا حکم

اور جو پانی بہہ رہا ہو جس کی رفتار کم از کم اتنی ہو کہ گھاس اور تنکے لے جا سکتا ہے اس میں اگر ناپاکی گر جائے تو اسے اس وقت تک ناپاک نہ کہیں گے جب تک اس کا رنگ، بو، مزہ نہ بدل جائے اور ایسا بڑا تالاب یا حوض جو دس ہاتھ لمبا دس ہاتھ چوڑا ہو اور کم از کم اتنا گہرا ہو کہ چلو بھر کر پانی لیں تو زمین نہ کھلے، اور پاک پانی سے بھرا ہوا ہو تو یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے حکم میں ہے، ایسے حوض اور تالاب کو "دہ دردہ" کہتے ہیں، اگر اس میں ایسی نجاست گر جائے جو گرنے کے بعد دکھائی نہ دے جیسے پیشاب، شراب، تو اس میں چاروں طرف وضو کرنا درست ہے، لیکن خاص اسی جگہ سے پانی نہ لے جہاں ناپاکی ہونے کا یقین ہو، اور اگر اس میں ایسی نجاست گر جائے جو گرنے کے بعد نظر آتی ہے جیسے مردہ کتا، تو وہ جس طرف پڑا ہو اس طرف وضو نہ کرے، اس میں دوسری کسی طرف وضو کیا جا سکتا ہے، اگر اتنے

بڑے حوض یا تالاب میں ناپاکی گر جائے، اور اس کی وجہ سے پانی کا رنگ یا مزہ بدل جائے یا بو آنے لگے تو یہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

وکل ماء وقعت النجاسة فيه لم يجز الوضوء به قليلا كانت النجاسة او كثيرا والماء الجارى اذا وقعت فيه النجاسة جاز الوضوء به اذا لم ير لها اثر والجارى ما لايتكرر استعماله وقيل ما يذهب تبنة. (هداية ۱/ ۴۱)

مسئلہ: اگر کوئی حوض یا تالاب ایسا ہے جو بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا ہے ایسا حوض بھی دہ دردہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی پانی دہ دردہ سے کم ہو جیسے گھروں کے برتنوں میں رکھا رہتا ہے یا عام طور سے ٹینکیوں میں بھرا رہتا ہے، اگر اس میں ناپاکی گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔

تھوڑے پانی میں ناپاکی گرنے کا حکم

اگر پانی دہ دردہ سے کم ہے اور اس میں ایسی کوئی چیز مر جائے جس میں بہتا ہوا خون نہیں تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا، جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، شہد کی مکھی وغیرہ، اور جو چیز پانی ہی میں پیدا ہو، اور پانی ہی میں اس کی بود و باش ہو جیسے مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ تو پانی میں اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہ ہوگا، لیکن اگر خشکی میں رہنے والا مینڈک پانی میں مر جائے اور اس میں خون ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اور بطخ اور مرغابی اگر پانی میں مر جائے تو بھی ناپاک ہو جائے گا۔

وتنجس الماء القليل بموت مائى معاش برى مولد فى الاصح كبط واوز (ردالمحتار ۱/ ۱۹۱)

پاک پانی میں پاک چیز ملنے کا حکم

اگر کنویں میں درختوں کے پتے گر جائیں اور پانی کا رنگ، بو، مزہ بدل جائے تب

بھی اس سے وضواور غسل درست ہے، بشرطیکہ پانی کا اپنا پتلا پن باقی رہے۔

زمین اور فرش پاک کرنے کا طریقہ

زمین پر نجاست پڑ گئی، پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا، نہ تو نجاست کا دھبہ ہے نہ بد بو آتی ہے، تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے، لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ نماز پڑھنا درست ہے، جو اینٹیں یا پتھر چونے یا گارے سے فرش میں خوب جما دیئے گئے ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں، چونہ یا گارے سے ان کی جڑائی نہیں کی گئی ہے، وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی، پاک کرنے کے لئے ان کا دھونا لازم ہے۔

اور اگر زمین کو دھویا جائے یعنی اتنا پانی بہا دیا جائے جس سے نجاست کے چلے جانے کا یقین ہو جائے تب بھی پاک ہو جاتی ہے، اگر زمین کو اس طرح پاک کیا جائے تو اس پر نماز اور تیمم دونوں درست ہیں۔

قال في التنوير: وتطهر أرض بيبسها وذهاب أثرها لصلوٰة لا لتيمم وأجر مفروش وخص وشجر وكلاقائمين في أرض كذلك وفي الشرح وكذا كل ما كان ثابتا فيها لأخذه حكمها باتصاله بها فالمنفصل يغسل لا غير إلا حجرا خشنا كرحي فكأرض. (ردالمحتار ۱/ ۲۸۷)۔ ۲۰

کنویں کے مسائل

کنویں میں اگر نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے، یا کوئی بہتے خون والا جانور گر کر مر جائے گا، اور کنویں کا تمام پانی نکال دینے سے پاک ہو جائے گا، اگر آدمی یا بکری یا ان کے برابر یا ان سے بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر جائے یا بہتے خون والا کوئی جاندار کنویں

میں مرجائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے اگرچہ چھوٹا جانور ہو مثلاً چوہا ہی ہو یا کتا، بلی، آدمی، گائے، بکری کنویں میں پیشاب کردے تو ان سب صورتوں میں تمام پانی نکالا جائے، تمام پانی نکالنے کا یہ مطلب ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

واذا وقعت فی البئر نجاسة نزحت وکان نزح مافیها من الماء طهارة لها باجماع السلف. (هدايه ۱/۴۵)

مسئلہ: کبوتر، بلی، مرغی یا اتنا ہی بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مرگیا لیکن پھولا یا پھٹا نہیں تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے اور ساٹھ ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔ (هدایه ۱/۴۵)

(**تنبیہ:**) جتنا پانی نکالنا ہو تو پہلے نجاست کو نکال لیں، اگر نجاست نکالنے سے پہلے پانی نکال دیا تو کنواں پاک نہیں ہوا۔

ٹنکی اور چھوٹا حوض پاک کرنے کا طریقہ

(۱) ٹنکی اور چھوٹا حوض (جس کا رقبہ سو ہاتھ سے کم ہو) پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین دوز ٹنکی یا حوض میں جب باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت اس کا گولہ اتار لیا جائے یا اس کے ساتھ کوئی وزن وغیرہ باندھ دیا جائے تاکہ گولہ پانی کے ساتھ بلند ہو کر باہر سے آنے والے پانی کا راستہ نہ روکے، اس طرح سے بیرونی پانی آتا رہے گا جب ٹنکی بھر کر اوپر سے بہنے لگے تو پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے ٹنکی پاک ہو جائے گی۔

(۲) اوپر کی ٹنکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹر کے ذریعے اس ٹنکی کو اس حد تک بھرا جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی جاری ہو جائے۔

(۳) زمین دوز ٹنکی کو پاک کرنے کی اور صورت بھی ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ جس وقت اس میں باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت موٹر کے ذریعہ اس ٹنکی کا پانی کھینچنا شروع کر دیا

جائے تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو جائے گا۔

اوپر کی ٹنکی کو یوں پاک کیا جائے کہ موٹر کے ذریعہ اس میں پانی چڑھانا شروع کر دیں اور اس ٹنکی سے غسل خانوں وغیرہ کی طرف آنے والی لائن کھول دیں، اس طرح سے پانی جاری ہو جائے گا۔(احسن الفتاوی:۲/۴۸۔۴۹)

ہینڈ پمپ (دستی نلکا) پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ: دستی نلکے پاک کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے۔اس صورت میں پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جائے گا۔(احسن الفتاوی:۲/۵۱)

موٹر سے کنویں کی صفائی:

مسئلہ: بعض حالات میں کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، بعض اوقات کچھ مخصوص ڈول مثلاً: ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰ وغیرہ نکالے جاتے ہیں، تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ پہلے نجاست نکال لی جائے اس کے بعد سارا پانی یا مطلوبہ مقدار نکالیں۔ اگر سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو آبادی کے دوسرے کنوؤں کا اندازہ کر کے اتنے ڈول نکال لیے جائیں۔ ان تمام صورتوں میں اصل مقصود ڈول نہیں، بلکہ پانی کی مطلوبہ مقدار ہے، لہٰذا اگر نجاست نکلنے کے بعد موٹر کے ذریعے اتنی مقدار اندازاً نکال دی جائے تو یہ درست بلکہ نسبتاً زیادہ بہتر ہے۔(جدید فقہی مسائل:۵۹)

وان كانت البير معينة لايمكن نزحها اخرجوا مقدار ما كان فيها من الماء الخ (هدايه ۱/۴۷)

التمارین

① وضو کے فرائض کتنے اور کونسے ہیں؟
② سر کے مسح کا کیا طریقہ ہے؟
③ کیا ستر کھلنے سے وضو ٹوٹتا ہے؟
④ غسل میں مصنوعی دانت کا کیا حکم ہے؟
⑤ غسل کے بعد کونسی دعا پڑھی جائے؟
⑥ کیا غسلخانے میں ننگا ہو کر نہانا جائز ہے؟
⑦ دھوبی کی دھلائی کا کیا حکم ہے؟
⑧ نجاست خفیفہ اور غلیظہ کی تعریف کریں۔ اور حکم بیان کریں۔
⑨ ایک گلاس دودھ میں ایک قطرہ پیشاب گر جائے تو کیا حکم ہے؟
⑩ ٹنکی میں چوہا گر کر مر جائے تو پہلے پانی نکالے یا پہلے چوہا نکالے پھر پانی نکالے؟
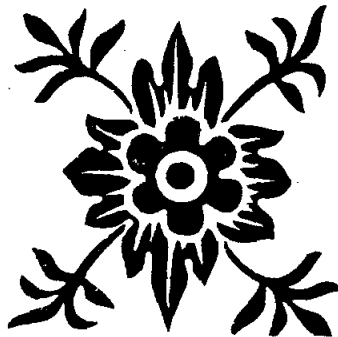
کتاب الصلاۃ

نماز کی فضیلت

عن ابی قتادة بن ربعی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تبارك وتعالیٰ انی افترضت علی امتك خمس صلوٰت وعهدت عندی عهدا انه من حافظ علیهن لوقتهن ادخلته الجنة ومن لم یحافظ علیهن ، فلا عهدله عندی (کذا فی الدرالمنثور بروایة ابی داوٗد وابن ماجة)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

نماز کی اہمیت وتاکید

عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه قال اوصانی رسول الله ﷺ بعشر کلمات قال لاتشرك بالله شیئا وان قتلت وحرقت ولا تعقن والدیك وان امرٰك ان تخرج من اهلك ومالك ولاتترکن صلوة مکتوبة متعمدا فمن ترکها متعمدا فقدبرئت منه ذمة الله ولاتشربن خمرا فانه رأس کل فاحشة وایاك والمعصیة فان المعصیة حل سخط الله بها.

وایاك والفرار من الزحف و ان هلك الناس وان اصاب الناس موت فاثبت، وانفق علی اهلك من طولك ولاترفع عنهم عصاك ادباواخفهم فی الله. (رواه احمد والطبرانی فی الکبیر)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کی وصیت فرمائی:

① یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

② والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے۔

③ قصداً جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑنا، جو شخص جان کر فرض نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔

④ شراب نہ پینا کہ یہ برائی اور فحش کی جڑ ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔

⑥ میدان جنگ سے نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں۔

⑦ اگر کسی جگہ وباء پھیل جائے (جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔

⑧ اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا اپنی وسعت کے موافق۔

⑨ ان کو ادب سکھانے (تنبیہ کرنے کے واسطے ان پر لکڑی لٹکائے رکھنا۔

⑩ اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

نماز باجماعت کی تاکید

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ادائیگی کے بارے میں بہت سخت تاکید فرمائی اسی طرح نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی بھی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔

عن ابن عمرؓ: رسول اللہ ﷺ: قال صلوٰة الجماعة افضل من صلوٰة الفذ بسبع وعشرين درجة. (رواه مالك والبخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ (فضیلت کے اعتبار سے)

جماعت ترک کرنے پر وعید

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ ليس صلوة اثقل على المنافقين من الفجر والعشاء ولو يعلمون ما فيهما لا توهما ولو حبوا لقد هممت ان امر المؤذن فيقيم ثم امر رجلا يؤم الناس ثم اخذ شعلا من نار فاحرق على من لايخرج الى الصلوٰة بعد. (رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز بہت زیادہ بھاری ہوتی ہے، اگر وہ جانتے ان دونوں نمازوں میں کیا اجر وثواب ہے؟ اور کیا برکتیں ہیں؟ تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگرچہ ان کو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آنا پڑتا، پھر ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ (کسی دن) میں موذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لئے اقامت کہے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ (میری جگہ) وہ لوگوں کی امامت کرے، اور خود آگ کے شعلے ہاتھ میں لوں، اور ان لوگوں پر (یعنی ان کے موجود ہوتے ہوئے ان کے گھروں میں) آگ لگا دوں، جو اس کے بعد بھی (یعنی اذان سننے کے بعد) جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے۔ (بخاری ومسلم)

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جماعت چھوڑنا کتنا بڑا گناہ ہے، بعض روایات میں تو یہاں تک آیا کہ ایسے شخص کی نماز ہی قبول نہیں ہوتی، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کی اذان سنے اور اس کو جماعت میں شریک ہونے سے کوئی عذر مانع نہ ہو (اس کے باوجود جماعت میں شرکت نہ کرے اور

تنہا نماز پڑھ لے) اس کی نماز ہی قبول نہ ہوگی۔

بعض صحابہ نے عرض کیا کہ واقعی عذر کیا ہو سکتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ جان و مال کا خوف یا کوئی بیماری لاحق ہونا۔ (ابو داؤد و نسائی)

علماء نے اگرچہ اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کو اجر و ثواب بہت کم ملے گا، یا نماز کا جو خاص الخاص مقصد رضائے الٰہی ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ یہ بھی کوئی کم وعید نہیں، بہرحال ان وعیدوں کو دیکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ نماز باجماعت کا اہتمام کرے اس میں سستی اور کوتاہی نہ کرے۔

گھر والوں کو نماز کی تاکید کرنا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ﴾ (طہ: ۱۳۲)

"اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے۔ روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔" (طہ: ۱۳۲)

سات سال کی عمر سے نماز کا حکم:

یہی وجہ ہے کہ سات سال کی عمر سے نماز کا حکم شروع ہو جاتا ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز کے پابند نہ ہوں) تو انہیں نماز کے پابند بنانے کے لئے تادیباً ان کی پٹائی کرو اور اسی عمر سے ان کے بستر الگ کر دو یعنی بیٹا، ماں کے ساتھ، بیٹی، باپ کے ساتھ

اور بھائی، بہن ایک بستر پر نہ سوئیں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

نماز کی تاثیر:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾ (سورۃ العنکبوت: ۴۵)

''بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری باتوں سے۔''

ہاں! بات یہی ہے کہ نماز کے اندر رب کائنات نے یہ اثر و خاصیت ودیعت فرمائی ہے کہ جو نماز کی پابندی کرتا ہے، اس کے گناہ چھوٹ جاتے ہیں بشرطیکہ نماز کے فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کا لحاظ کرتے ہوئے نماز باجماعت اس طرح ادا کرے جس طرح حضور اکرم ﷺ نے عملی طور پر ادا کر کے دکھایا ہے۔ خشوع و خضوع ایسا ہو کہ بندہ کو یہ تصور اور خیال ہو کہ مالک دو جہاں کے در پر حاضر ہوں، خود حق جل جلالہ سے عرض و معروض کر رہا ہوں۔ جسم بھی پاک، کپڑے بھی پاک، نماز کی جگہ بھی پاک۔ اس طرح جب بندہ اپنے آقا کے دربار میں پانچ مرتبہ حاضری دے کر عجز و نیاز کا اظہار کرے گا تو ضرور اس کو منجاب اللہ توفیق ملے گی کہ ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچ جائے اور نماز کے علاوہ دیگر اعمال صالحہ بھی اختیار کرے۔ جو گناہ صادر ہوئے ان سے توبہ استغفار کرے اس طرح گناہوں سے مکمل بچ جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو سرکاری سرکلر کے طور پر لکھ بھیجا تھا کہ:

''ان من اھم امورکم الصلوٰۃ من حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع.'' (مشکوٰۃ)

یعنی تمہارے لیے اہم ترین کام نماز قائم کرنا ہے کیونکہ جس نے نماز کی حفاظت کی اور

اس کے پڑھنے کی پابندی کی وہ اپنی (باقی) دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا، وہ اپنے (باقی) دین کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔

نماز برائی سے روکتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں آدمی، رات کو تہجد پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب اس کی نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔ (ابن کثیر)

اگر کسی کی نماز اس کو فواحشات، منکرات اور برائی سے نہ روکے، وہ نماز کی پابندی کے باوجود ان برائیوں میں مبتلا رہے تو ضرور اس کی نماز میں خلل ہوگا، نقص ہوگا۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی نماز میں کیا خامی ہے؟ کس وجہ سے تاثیر سے خالی ہے۔

نمازوں میں غفلت:

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ نماز دین کا اس قدر اہم فریضہ ہونے کے باوجود آج کے مسلمان اس قدر غافل ہیں۔ بہت سے مسلمان تو ایسے ہیں جو صرف عید و جمعہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور بقیہ نمازیں چھوڑنے پر ان کو ذرا رنج و ملال نہیں ہوتا۔ بعض نے کبھی پڑھ لی، کبھی چھوڑ دی۔ بعض جو اہتمام کرتے ہیں وہ بھی جماعت کا اہتمام نہیں کرتے۔ دو چار نمازیں، رات کو اکٹھی نمٹا دیں، بہت سے فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، بہت سے رسمی طور پر برسوں سے نماز کے عادی ہیں لیکن مسائل نماز سے بالکل نابلد، فرائض، واجبات، سنن مستحبات، مکروہات، مفسدات کا کچھ پتہ ہے نہ اس طرف دھیان ہے، بہت سے مرد و خواتین نماز کی پابندی کرتے ہیں، مسائل سے بھی واقف ہیں لیکن نماز کی نیت باندھنے کے بعد نماز سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ سلام پھیرنے کے بعد ان کو ہوش آتا ہے کہ نماز

ختم ہوگئی ہے۔

بے نمازی کی سزا:

ایسی حالت میں نماز کی برکت حاصل ہونا اور دلوں کو سکون ملنا تو دور کی بات ہے بلکہ سخت خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ نہ ہو جائے، کیونکہ نماز کے بارے میں غفلت کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز فجر کے بعد خواب ارشاد فرمایا کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت، دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے دیکھا۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے۔ اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے۔ اتنے میں کہ اس کو اٹھالیا جاتا ہے۔ وہ سر ایسا ہی درست ہو جاتا ہے جس طرح پہلے تھا تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے۔ وہ سر ایسا ہی درست ہو جاتا ہے جس طرح پہلے تھا تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے جب اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا، پھر اس کو چھوڑ دیا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ (ترغیب و ترہیب للمنذری رحمہ اللہ تعالیٰ)

شادی کے موقع پر نماز سے غفلت:

شادی بیاہ یا اسی طرح کی دیگر تقریبات کے موقع پر عورتیں اکثر نمازیں قضاء کر دیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں، اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں۔ بعض تو نماز ہی کو بھلا دیتی ہیں اور بعض یہ خیال کر لیتی ہیں کہ بعد میں پڑھ لیں گی، اس طرح قضاء کر دیتی ہیں، دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں، نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ

کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے۔اسی طرح اس زمانہ میں بہت سے نمازی لوگ بھی شادی بیاہ دیگر تقریبات وغیرہ کے مواقع میں نماز سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ نہایت افسوس ناک بات ہے۔

اوقات نماز

فجر:...... فجر کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب شروع ہونے تک باقی رہتا ہے۔

ظہر:...... ظہر کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا نہ ہو اس وقت تک باقی رہتا ہے۔

دوچند سایہ سے مراد اصلی سایہ کے علاوہ ہے، اصلی سایہ وہ ہے جو عین زوال کے وقت ہوتا ہے۔

عصر:...... ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج چھپنے تک باقی رہتا ہے لیکن جب سورج زرد ہو جائے (جو غروب سے تقریباً بیس منٹ قبل ہوتا ہے) تو عصر کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

مغرب:...... اور جب سورج چھپ جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو سفید شفق غائب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ پاک و ہند کے علاقوں میں کم از کم سوا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ مغرب کا وقت رہتا ہے۔

عشاء:...... مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو صبح تک رہتا ہے لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

وتر:...... جو وقت عشاء کا ہے، وہی وتر کا بھی ہے مگر وتر کی نماز عشاء کے فرضوں سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی۔ اگر کسی نے وتر کی نماز عشاء کی نماز سے پہلے پڑھ لی تو اس کی

نماز نہیں ہوگی عشاء کے بعد دوبارہ وتر پڑھنا لازم ہوگا۔

قال العلامة التمر تاشي رحمه الله ووقت صلوة الفجر من طلوع فجر الثاني الى طلوع ذكائه ووقت الظهر من زواله الى بلوغ الظل مثليه سوى فى الزوال الخ. (ردالمحتار ۳۵۷/۱)

نماز فجر وعصر میں طلوع وغروب کا حکم:

اگر فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہوجائے تو نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوجائے گی، اس لئے نماز وقت پر ہی ادا کرنا چاہئے اسی طرح طلوع غروب کے متعین اوقات سے واقف رہنا بھی ضروری ہے تاکہ بے خیالی میں نماز فاسد نہ ہوجائے۔

قال فى التنوير وكره الصلوة (الى قوله) الا عصر يومه وفى الشرح فلا يكره فلعله لادائه كما وجب بخلاف الفجر وفى الشاميه اى فانه لا يودى فجر يومه وقت الطلوع لان وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فبطل بطرو الطلوع الذى هو وقت فساد .(ردالمحتار ۳٤٦/۱)

غروب سے پہلے مکروہ وقت کی مقدار:

غروب سے تقریبا ۲۰ منٹ پہلے مکروہ وقت شروع ہوجاتا ہے، اس لئے مرد وخواتین کو چاہئے مکروہ وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کرلیں۔

تین اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے:

عین طلوع آفتاب کے وقت عین استواء کے وقت اور عین غروب کے وقت ہر قسم کی نمازیں مکروہ تحریمی ہیں سوائے اسی دن کے عصر کی نماز کے مرد وخواتین کو اس کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔(شامیه: ۳۷۱/۱ مطلب یشترط العلم بدخول الوقت)

ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة وصلوة الجنازة عندالطلوع والاستواء والغروب الخ. (بحر ۲۴۹/۱)

نماز جمعہ کا وقت

جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا بہتر ہے، چاہے گرمی کی شدت ہو یا نہ ہو، اور سردی کے زمانہ میں جلدی پڑھنا مستحب ہے، جبکہ جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت میں پڑھنا سنت ہے جمہور کا یہی قول ہے۔ (بہشتی گوہر للتھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ)

نماز عیدین کا وقت

عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے، آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کی زردی ختم ہو جائے، اور روشنی اتنی تیز ہو جائے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے، عیدین کی نمازیں جلدی پڑھنا مستحب ہے، مگر عیدالفطر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر بعد پڑھنا چاہئے۔

(بہشتی گوہر)

ہوائی جہاز میں دن چھوٹا بڑا ہونے کی حالت میں نماز روزہ کا حکم

جو شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ مغرب کی جانب جارہا ہو اور سورج غروب نہ ہو رہا ہو تو اس کے نماز روزہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ شخص چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ان کے اوقات میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز اس کے وقت داخل ہونے پر ادا کرے، اور اگر اتنا طویل ہو گیا کہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آتا تو عام ایام میں اوقات نماز کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نماز پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے، اگر طلوع فجر سے لیکر چوبیس

گھنٹے کے اندر غروب ہو جائے تو غروب کے بعد افطار کرے، جن ممالک میں مستقل طور پہ ایام اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدر کھانے پینے کے وقت ملتا ہو ان میں غروب سے پہلے افطار کی اجازت نہیں تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جانے سے بطریق اولیٰ اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا وقت پہلے کہ اس میں بقدر ضرورت کھا پی سکتا ہو، افطار کرلے اگر ابتداء صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا، تو اس پر روزہ فرض نہیں، بعد میں قضاء رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہیں تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے۔

جو شخص مشرق کی جانب جارہا ہے نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں وہ نماز ادا کرتا رہے اور روزہ غروب کے بعد افطار کرے۔

(احسن الفتاوی ٤/ ٧٠)

باب الاذان

اذان کی شرعی حیثیت:

اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اگر کسی شہر والے اذان نہ دینے پر اتفاق کرلیں تو ان سے قتال کروں گا۔''

(بدائع: ۱، باب الأذان)

مسئلہ ۱: پانچ وقت کی فرض نمازوں کے لئے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے، چاہے مسافر ہوں یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا اور نماز جمعہ کے لئے دو بار اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً. (ردالمحتار ۱/۳۸۳)

مسئلہ ۲: فرض نمازوں کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے اذان واقامت مسنون نہیں، چاہے فرض کفایہ ہو یا واجب یا نفل. جیسے نماز جنازہ، وتر، کسوف وخسوف اور تراویح وغیرہ۔

تنہا نماز پڑھنے والوں کے لئے اذان کا حکم

مسئلہ ۳: جو شخص اپنے گھر میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس کے لیے اذان واقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہوچکی ہو، اس لیے کہ محلہ کی اذان واقامت تمام محلہ والوں کے لیے کافی ہے۔

لکن لایکرہ ترکه لمصل فی بیته فی المصر لان اذان الحی یکفیه کما سیاتی وفی الامداد یاتی به ندبا. (ردالمحتار ۱/۳۵۷)

اذان کی شرائط:

مسئلہ ۴: اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت

کا ہونا ضروری ہے، اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے گی تو صحیح نہیں ہوگی، وقت آنے کے بعد پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا، چاہے وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور نماز کی۔

تقديم الاذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقا وكذا في الصبح عند ابي حنيفة ومحمد رحمه الله وان قدم يعاد في الوقت.

(فتاوی هندیه ۱/۳۳)

مسئلہ: اذان اور اقامت کا عربی زبان میں انہیں خاص الفاظ سے ہونا ضروری ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں دوسرے الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔

الاذان هو اعلام مخصوص بالفاظ مخصوص كذلك اى مخصوصة أشار الى انه لا يصح بالفارسية وان علم انه اذان وهو الاظهر والاصح. (ردالمحتار ۱/۳۹۷)

اذان واقامت کا جواب

اذان کا جواب دینا مستحب ہے یعنی جو لفظ موذن کی زبان سے سنے وہی کہے، مگر "حی الصلوة وحی الفلاح" کے جواب میں "لاحول ولاقوة الا بالله" کہے، اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے کہ جو الفاظ موذن کی زبان سے سنے وہی الفاظ دہرائے۔

البتہ " قدقامت الصلوٰة " کے جواب میں "اقامها الله وادامها" کہے۔

(بہشتی گوہر)

اذان کے بعد کی دعاء

اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو جو الفاظ مؤذن کی زبان سے سنو تم بھی وہی الفاظ کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے (یعنی رحمت نازل فرماتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے "وسیلہ" کی دعاء کرو، کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے جو صرف ایک ہی بندہ کو حاصل ہوگا، مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں، جو میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعاء مانگے گا، اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم، ص: ۶۴)

نومولود بچے کے کان میں اذان

جب بچہ پیدا ہو تو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے، اور قبلہ رخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے، حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ بھی پھیرے، اور البتہ دوران اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

عن حسين بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولد له مولود فاذن في أذنه اليمنىٰ وأقام في أذنه اليسرىٰ لم يضره أم الصبيان.

(عمل اليوم والليلة لابن السنيٰ۔ والجامع الصغير للسيوطي التحرير المختار للرافعي ۱۰/۴۵)

متعدد اذانوں کا جواب

اگر کئی مسجدوں سے اذان سنائی دے تو بہتر یہ ہے کہ سب اذانوں کا جواب دے، اور اگر اس میں مشکل ہو تو پہلی اذان کا زیادہ حق ہے، کہ اس کا جواب دے چاہے یہ اذان محلہ کی مسجد میں ہو یا کسی دوسری مسجد میں (احسن الفتاوی ۲/ ۲۹۲)

بدون اذان جماعت کرنا

اگر اذان کے بغیر مسجد میں یا بیرون مسجد جماعت کی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی لیکن سنت مؤکدہ ترک کرنے کی وجہ سے سخت گناہگار ہوگا، البتہ اگر اسی شہر کی کسی ایک مسجد میں اذان ہوگئی اور ان لوگوں نے سنی ہو تو اذان ترک کرنے سے گناہگار نہ ہوں گے۔

وهو سنة للرجال فی مكان عال موكدة هي كالواجب فی لحوق الاثم وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ قال فی النهر ولم ار حكم البلدة الواحدة اذا اتسعت اطرافها كمصر والظاهر ان اهل كل محلة سمعوا الاذان ولو من محلة اخرى يسقط عنهم لا ان لم يسمعوا ۱ھ۔

(ردالمحتار ۱/ ۳۵۷)

ریل گاڑی میں اذان کہنا

دوران سفر اگر سب رفقاء ایک جگہ موجود ہوں تو نماز کے لئے اذان کہنا مستحب ہے، اور اقامت سنت مؤکدہ ہے سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے، ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہی ہوتے ہیں اس لئے اس میں خواہ با جماعت نماز ہو یا تنہا دونوں صورتوں میں اذان مستحب ہے، اور اقامت سنت موکدہ ہے، چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ والوں سے کوئی تعلق نہیں اسلئے ہر ڈبہ میں اذان اقامت مستقل ہوگی، اگرچہ دوسرے ڈبہ سے اذان کی آواز پہنچ چکی ہو۔ (احسن الفتاوی ۲/ ۲۹۴)

نماز کے ''فرائض'':

نماز کے چودہ فرض ہیں، جن میں سے چند ایسے ہیں جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے اور ان کو نماز کے خارجی فرائض بھی کہتے ہیں اور شرائط نماز بھی کہا جاتا ہے اور چند فرائض ایسے ہیں جو داخل نماز ہیں سب کی فہرست یہ ہے:

① بدن پاک ہونا۔

② کپڑوں کا پاک ہونا۔

③ ستر عورت یعنی مردوں کو ناف سے گھٹنوں تک اور عورتوں کو چہرے اور ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ بدن کا ڈھکنا فرض ہے۔

④ نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

⑤ نماز کا وقت ہونا۔

⑥ قبلہ کی طرف رخ کرنا۔

⑦ نماز کی نیت کرنا۔

⑧ تکبیر تحریمہ۔

⑨ قیام یعنی کھڑا ہونا۔

⑩ قرأت یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک چھوٹی سورت پڑھنا۔

⑪ رکوع کرنا۔

⑫ سجدہ کرنا۔

⑬ قعدۂ اخیرہ۔

⑭ اپنے ارادہ سے نماز ختم کرنا۔

فرائض کا حکم یہ ہے کہ کوئی فرض قصداً چھوڑ دیا، یا بھول کر دونوں صورتوں میں نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔

یجب علی المصلی ان یقدم الطهارة من الاحداث والانجاس

الخ. (شرح البدایہ ۱/۹۲)

نماز کے واجبات:

ذیل کی چیزیں نماز میں واجب ہیں:

① الحمد پوری پڑھنا۔

② اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا۔

③ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

④ الحمد کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

⑤ رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہونا۔

⑥ دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا ہو کر بیٹھنا۔

⑦ پہلا قعدہ کرنا۔

⑧ التحیات پڑھنا۔

⑨ لفظ ''سلام'' سے نماز ختم کرنا۔

⑩ امام کے لئے مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر و جمعہ وعیدین اور تراویح کی سب رکعتوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھنا۔

⑪ وتر میں دعاء قنوت پڑھنا۔

⑫ عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

اگر قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔ سجدہ سہو سے بھی کام نہ چلے گا (سجدۂ سہو کا بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو إن لم

يسجد له وإن لم يعدها يكون فاسقا آثما. (ردالمحتار ۱/۴۷۵)

مفسدات نماز:

ان چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:

① بات کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ قصداً ہو یا بھول کر۔

② سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔

③ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

④ رنج کی خبر سن کر اناللہ وانا الیہ راجعون پورا یا تھوڑا سا پڑھنا یا اچھی خبر سن کر الحمدللہ کہنا یا عجیب چیز سن کر سبحان اللہ کہنا۔

⑤ دکھ تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ یا اف کہنا۔

⑥ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔

⑦ الحمد شریف یا سورت وغیرہ میں ایسی غلطی کرنا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (جس کی تفصیل بڑی کتابوں میں لکھی ہے کچھ تفصیل اسی کتاب میں آگے آرہی ہے)

⑧ عمل کثیر مثلاً ایسا کام کرنا، جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے یا مثلاً دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا۔

⑨ قصداً یا بھول کر کچھ کھانا پینا۔

⑩ قبلہ سے سینہ پھر جانا۔

⑪ درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حرف نکل جائے۔

⑫ رکوع وسجدہ والی نماز میں آواز کے ساتھ ہنسنا۔

وتفصيل المفسدات ردالمحتار ۱/۶۴۳)

جہالت کا واقعہ:

تین خواتین ایک کمرہ میں نماز پڑھ رہی تھیں اچانک ایک بلی اندر آگئی ایک نے نماز کی حالت میں کہا چلو نکلو بلی کہیں کی، دوسری خاتون نے جلدی سے کہا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تیسری نے کہا چلو اللہ کا شکر ہے میں نے کوئی بات نہیں

کی، اب دیکھئے جہالت کی وجہ سے تینوں نے اپنی نمازیں خراب کرلیں کیونکہ اس طرح تینوں نے نماز کے دوران بات کرلیں۔اور تینوں کی نمازیں فاسد ہوگئیں۔اس لئے خواتین کو خوب اہتمام کرنا چاہئے کہ کتابیں دیکھ کر اپنے محارم کے ذریعہ علماء سے پوچھ کر مسائل معلوم کر کے عمل کریں، جناب رسول اللہ ﷺ نے یہی تعلیم دی ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر مرد وعورت کے ذمہ فرض ہے۔یہی حال بہت سے مردوں کا بھی ہے اس لئے ان کو مسائل سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نماز کی سنتیں:

یہ چیزیں نماز میں سنت ہیں:

① تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا۔عورت کاندھے تک اٹھائے گی اور مرد کان کی لوتک۔

② مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنا۔

③ ثناء یعنی ''سبحانک اللھم'' آخر تک پڑھنا۔

④ ''اعوذ باللہ'' (پوری) پڑھنا۔

⑤ ''بسم اللہ'' (پوری) پڑھنا۔

⑥ رکوع اور سجدہ کو جاتے وقت بلکہ ہر ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

⑦ رکوع سے اٹھتے ہوئے ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور ''ربنا لک الحمد'' کہنا۔

⑧ رکوع میں سبحان ربی العظیم کم سے کم تین مرتبہ کہنا۔

⑨ اور سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔

⑩ دونوں سجدوں کے درمیان اور التحیات کے لئے مردوں کو بائیں پاؤں پر بیٹھنا اور داہنا پاؤں کھڑا کرنا اور عورتوں کو دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال کر دھڑ کے

بائیں حصہ پر بیٹھنا۔

⑪ درود شریف پڑھنا۔

⑫ درود کے بعد دعا پڑھنا۔

⑬ سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا۔

⑭ سلام پھیرنے میں فرشتوں اور مقتدیوں اور جنات جو حاضر ہوں ان کی نیت کرنا۔ اور اگر جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی اگر امام کے پیچھے تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے اور اگر امام دائیں یا بائیں جانب ہیں تو جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت کرے۔

ترك السنة لايوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة لو عامدا غير مستخف وقالوا الاسائة ادون من الكراهة ثم هي على ما ذكره ثلاثة وعشرون (ردالمحتار ۱/۴۷۳)

نماز کے مستحبات:

① جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو روکنا۔

② جمائی آئے تو منہ بند کرنا۔

③ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ رکوع میں قدموں پر اور سجدہ میں ناک پر اور بیٹھے ہوئے گود میں اور سلام کے وقت کاندھے پر نظر رکھنا۔

④ رکوع وسجدے میں منفرد کو تین مرتبہ سے زیادہ تسبیحات کہنا۔

⑤ ہر رکعت میں کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ سے پہلے، اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

⑥ سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا۔

(نوٹ:) نماز کی کسی سنت کو چھوڑنا مکروہ ہے، اور مستحبات پر عمل نہ کرنے سے اجر میں کمی ہوتی ہے۔

(ولها اداب) ترکه لایوجب اساۃ ولا عتابا کترك سنة الزوائد لکن فعله افضل. (ردالمحتار ۱/٤٧٧ ایچ ایم سعید)

مکروہات نماز:

یہ چیزیں نماز میں مکروہ ہیں:

① کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔
② کپڑا سمیٹنا۔
③ جسم یا کپڑے سے کھیلنا۔
④ انگلیاں چٹخانا۔ یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل کرنا۔
⑤ دائیں بائیں گردن موڑنا۔
⑥ انگڑائی لینا، یعنی نماز میں سستی اتارنا۔
⑦ کتے کی طرح بیٹھنا۔ یعنی دونوں زانو اوپر کر کے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر سرین کے بل بیٹھنا۔
⑧ چادر وغیرہ کو لٹکانا۔
⑨ بغیر عذر کے چار زانو یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔
⑩ تصویر والی جگہ نماز پڑھنا۔
⑪ تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا۔
⑫ پیشاب پاخانہ یا بھوک کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنا۔
⑬ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔ (البتہ یکسوئی کے لئے ایسا کرنا مکروہ نہیں)

ویکره للمصلی ان یعبث بثوبه او لجسده الخ هدایة وفی حاشیته وکره الخ کانه اراد بالمکروه ههنا مایکون غیر مفسد للصلوة وان کان حراما بالاجماع. (هدایه ۱/۱٤۱، شامیه مکروهات الصلوة ۱/٦٣٨)

پانچوں نمازوں کی رکعتیں:

فجر:...... ۲ رکعت سنت، ۲ رکعت فرض، اگر سنت فرض سے پہلے نہ پڑھ سکے تو طلوع آفتاب کے بعد پڑھے۔

ظہر:...... ۴ رکعت سنت مؤکدہ، ۴ رکعت فرض ۲ رکعت سنت مؤکدہ، ۲ رکعت نفل۔ اگر ظہر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا موقع نہ ملے تو فرض کے بعد پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھیں، اس کے بعد چار رکعت سنت پڑھیں۔

عصر:...... پہلے ۴ رکعت سنت غیر مؤکدہ، ۴ رکعت فرض، اگر پہلے چار پڑھنے کا موقع نہ ملے دو رکعت ہی پڑھ لیں۔

مغرب:...... ۳ رکعت فرض، ۲ رکعت سنت مؤکدہ، ۲ رکعت نفل۔

(فائدہ:) اگر اس کے ساتھ دو رکعت اور پڑھ لی جائے تو ''اوابین'' کا ثواب مل جائے گا۔

عشاء:...... ۴ رکعت سنت غیر مؤکدہ، ۴ رکعت فرض، ۲ رکعت سنت مؤکدہ، ۲ رکعت نفل۔ اس کے بعد ۳ رکعت وتر۔ اگر تہجد کے لئے اٹھنے کا یقین ہو تو وتر تہجد کے بعد پڑھیں ورنہ عشاء کی نماز کے متصل ہی پڑھ لیں۔

والسنة فی الصلاة ان یصلی رکعتین بعد طلوع الفجر واربعا قبل الظهر. (قدوری ۱/۴۸)

سلام کے بعد کا عمل

سلام کے بعد پہلے تین مرتبہ استغفار کرے، استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ اس کے بعد یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے تو بہت برکت والا ہے اے عظمت والے اور بزرگی والے!

اس کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے۔ آیت الکرسی پڑھے، پھر جی بھر کر دعا مانگے البتہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان میں تسبیحات اور طویل دعاء سنتوں سے فارغ ہو کر مانگے۔

نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ

نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ پاک صاف کپڑا پہنے پھر وضو کر کے کسی پاک جگہ پر قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو اس طرح کہ دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سیدھی ہو جائیں۔ پھر نماز کی نیت (مثلاً نیت کرتا ہوں فجر کی دو رکعت فرض پڑھ رہا ہوں) کرے پھر تکبیر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ انگلیاں کھلی رہیں اور ہتھیلیاں قبلہ رو ہوں پھر دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ بایاں ہاتھ نیچے رہے اس کے اوپر دایاں ہاتھ رہے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پر حلقہ بنالے اور باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رہیں۔ پھر ثناء سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ . پھر تعوذ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے پھر تسمیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے۔

پھر سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھے پھر کوئی سورت جو آسان معلوم ہو پڑھے۔ اس کے بعد تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے رکوع میں جائے اس طرح کہ سر اور کمر بالکل برابر رہے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑے اور رکوع میں تین یا پانچ مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے،، پھر تسمیع ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه)) کہتا ہوئے سیدھا کھڑا

ہوجائے، پھر تحمید ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد)) پڑھے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اس طرح کہ جاتے ہوئے جھکے نہیں بلکہ زمین پر سیدھے گھٹنے ٹیک دے دونوں ہاتھوں کو زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں ملی رہیں اور دونوں ہاتھوں کے بیچ میں ناک اور پیشانی رکھے اور سجدے میں تین یا پانچ مرتبہ (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھے پھر تکبیر کہتے ہوئے سیدھا بیٹھ جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے دوبارہ سجدہ میں جائے اور تین یا پانچ مرتبہ (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھے پھر سیدھا کھڑا ہوکر تسمیہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے پھر کوئی سورۃ تلاوت کرے پھر رکوع اور سجدہ میں پہلی رکعت کی طرح کرے جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوجائے تو سیدھا ہوکر اس طرح بیٹھ جائے کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں پھر تشہد اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ . أَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ پڑھے۔

أَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ پر پہنچتے ہی مٹھی باندھ لے اس طرح کہ چھوٹی انگلی اور اس کے برابر والی کو بند کرے انگوٹھے اور بیچ والی انگلی سے حلقہ بنالے پھر شہادت کی انگلی کو ذرا اٹھا کر اشارہ کرے اس طرح کہ لَّا إِلٰهَ پر اوپر اٹھائے اور الا اللہ پر انگلی نیچے کی طرف جھکا دے اور آخر تک مٹھی بند رکھے پھر درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.) پڑھے پھر دعا اللهم انی ظلمت نفسی ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفورا لرحيم پڑھے۔ پھر سلام (السلام عليكم ورحمة الله) کہہ کر

دائیں طرف منہ پھیر لے پھر دوبارہ کہہ کر بائیں طرف منہ پھیرے، اس طرح دو رکعتیں مکمل ہو جائیں گی۔ اگر تین یا چار رکعتوں والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے بعد بیٹھ کر صرف تشہد پڑھے۔

پھر ایک یا دو رکعتیں پہلے کی طرح مکمل کرے (البتہ فرض نماز ہو تو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ نہیں ملائیں گے) پھر آخر میں بیٹھ کر تشہد اور درود شریف پڑھ کر دعا پڑھے پھر سلام پھیر دے۔

سلام: السلام علیکم ورحمة الله.

سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت۔

سلام پھیرنے کے ساتھ نماز مکمل ہو جاتی ہے۔

واذا اراد الشروع فی الصلوة کبر الافتتاح الخ.

(شرح التنویر ۱/ ۵۰۰)

مرد وعورت کی نماز میں فرق

معلوم ہوا کہ عورتوں کی نماز کا طریقہ بھی وہی ہے جو مردوں کا ہے۔ صرف چند چیزوں میں فرق ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانا چاہئے اگر کوئی ضرورت مثلاً سردی وغیرہ اندر ہاتھ رکھنے کی نہ ہو اور عورتوں کو ہر حال میں بغیر باہر نکالے کاندھوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے۔

۲۔ تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں جبکہ عورتوں کو سینے پر۔

۳۔ مردوں کو دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے

گٹھے کو پکڑنا چاہئے اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھانا چاہئے اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی، بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنی چاہئے۔ حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو نہ پکڑنا چاہئے۔

۴- مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھکنا چاہئے کہ سر سرین اور پشت اچھی طرح برابر ہو جائے اور عورتوں کو اس قدر کہ جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵- مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۶- مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں، پہلو سے علیحدہ اور عورتوں کو ملی ہوئی رکھنی چاہئے۔

۷- مردوں کو سجدے میں پیٹ، رانوں سے بازو، بغل سے جدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا کر رکھنے چاہئیں۔

۹- مردوں کو سجدے میں دونوں پیر، انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو نہیں یعنی عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دیں۔

۱۰- مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہئے اور داہنے پیر کو انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پیر داہنے طرف نکال دینے چاہئیں۔ اس طرح کہ دائیں ران، بائیں ران پر آ جائے اور داہنی پنڈلی، بائیں پنڈلی پر۔

۱۱- عورتوں کو کسی وقت بلند آواز سے قرأت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قرأت کرنی چاہئے۔ (بہشتی زیور حصہ اول)

خواتین کے طریقۂ نماز کا ثبوت احادیث سے:

خواتین کا طریقہ نماز مردوں سے جدا ہونا جو اوپر مذکور ہوا ہے یہ بہت سی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، اور فقہ کے چاروں ائمہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اس پر متفق ہیں۔ تفصیل ذیل میں ہے:

۱۔ عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربصن ثم امرن ان يحفزن.

(جامع المسانید: ۱/۴۰۰)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور ﷺ کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چار زانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔

۲۔ وعن وائل بن حجر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال لی رسول الله ﷺ: یا وائل بن حجر! اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة يديها حذاء ثدييها.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر جب تم نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰۳/۲)

۳۔ عن يزيد بن ابی حبيب ان رسول الله ﷺ مر على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الى الارض فان المرأة ليست فی ذلك كالرجل.

(السنن للبیہقی: ۲۲۳/۲، اعلاء السنن بحوالہ مراسیل ابو داؤد: ۱۹/۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹادو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔

۴- عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا جلست المرأۃ للصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری واذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا کاستر ما یکون لھا وان اللہ تعالیٰ ینظر الیھا ویقول یاملائکتی اشھد کم انی قد غفرت لھا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح کہ اس سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کردی۔

۵- عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال والتصفیق للنساء.

(ترمذی ص:۸۵سعید کمپنی مسلم شریف: ۱/ ۸۱)

ترجمہ: حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (کہ اگر نماز کے دوران کوئی ایسا امر پیش آجائے جو نماز سے خارج ہوتو) مردوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ تسبیح کہیں اور عورتیں صرف تالی بجائیں۔

٦- قال أبوبکر بن أبي شیبة سمعت عطاء سئل عن المرأۃ کیف ترفع یدیھا في الصلاۃ قال حذو ثدییھا. (وقال أیضا بعد أسطر) لا

ترفع بذلك يديها كالرجل وأشار فخفض يديه جدا و جمعهما إليه جدا وقال إن للمرأة هيئة ليست للرجل. (مصنف ابن أبي شيبة)

ترجمہ: امام بخاری کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک۔ اور فرمایا نماز میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ اٹھائے جس طرح مرد اٹھاتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو جب اشارہ سے بتلایا تو اپنے ہاتھوں کو کافی پست کیا اور ان دونوں کو اچھی طرح ملایا اور فرمایا کہ نماز میں عورت کا طریقہ مردوں کی طرح نہیں ہے۔

۷- حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها.

(بیہقی: ۲/ ۲۲۳)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملالے۔

۸- عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن صلاۃ المرأة فقال تجتمع وتحتفز

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عورت کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ (سب اعضاء کو) ملالے اور سرین کے بل بیٹھے۔

مذکورہ بالا احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز سے واضح طور پر مختلف ہونا ثابت ہوا اب اس بارہ میں ائمہ فقہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

مذاہب ائمہ اربعہ:

وفی مذهب الحنفية: واما فی النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع اليدين علی الصدر استرلها كما فی البناية وفی المنية المرأة تضعهما تحت ثدييها. (البناية ۲/۱۵٦)

والمرأة تنخفض فی سجودها وتلزق بطنها بفخذيها لان ذلك استر لها (وفی موضع آخر) وان كانت امرأة جلست علی ا ليتيهاالیسری واخرجت رجلها من الجانب الايمن لانه استرلها الخ.(الهداية: صـ۱۱۱)

مذہب مالکیہ:

وفی مذهب المالكية: ندب مجافاة ای مباعدة (رجل فيه) ای سجود (بطنه فخذيه) فلايجعل بطنه عليها ومجافاة (مرفقية ركبتيه) ای عن ركبتيه ومجافاة ضبعية. ای مافوق المرفق الی الابط جنبيه ای عنهما مجافاة وسطا فی الجميع واماالمرأة فتكون منضمة فی جميع احوالها.

(الشرح الصغير للدرديرالمالكی: ۱/۲۳۹)

مذہب شافعیہ:

وفی مذهب الشافعية: قال النووی (يسن ان يجافی مرفقيه عن جنبيه ويرفع بطنه عن فخذيه وتضم المرأة بعضها الی بعض (وقال بعد اسطر) روی البراء بن عازب رضی الله عنهما ان النبی ﷺ كان اذا سجد جنح(وروی جنحی) (والجنح الخاوی) وان كانت امرأة ضمت بعضها الی بعض لان ذلك استرلها. (شرح المهذب :۳/۴۰۲)

مذہب حنبلی:

وفی مذهب الحنابلة: وفی المغنی: وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا قال ابن قدامة فی شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت فی وسطهن لاتعلم فيه خلافا بين من رأى لها ان تؤمهن ولان المرأة يستحب لها الستر ولذلك لايستحب لها التجافی الخ.

(۲/۲۰۲)

مذکورہ بالا احادیث طیبہ، آثار صحابہ وتابعین اور چاروں مذاہب فقہ حقہ کے حضرات فقہاء کرام کی عبارات سے جو عورتوں کی نماز کا مسنون طریقہ ثابت ہوا وہ مردوں کے طریقۂ نماز سے جدا ہے، عورتوں کے طریقہ نماز میں زیادہ سے زیادہ پردہ اور جسم سمیٹ کر ایک دوسرے سے ملانے کا حکم ہے اور یہ طریقہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک اس امت میں متفق علیہ اور عملاً متواتر ہے۔ آج تک کسی صحابی یا تابعی یا دیگر فقہاء امت کا کوئی ایسا فتویٰ نظر نہیں آیا جس میں عورتوں کی نماز کو مردوں کی نماز کے مطابق قرار دیا ہو۔

اہل حدیث عالم کا فتویٰ:

اہل حدیث علماء بھی مذکورہ بالا احادیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی اہل حدیث کے ایک مشہور عالم گزرے ہیں وہ اپنے فتویٰ میں وہ حدیث جو ہم نے کنز العمال اور بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اور اسی پر تعامل اہل سنت ومذاہب اربعہ وغیرہ چلا آرہا ہے۔

نیز اس کے بعد مختلف کتب مذاہب اربعہ سے حوالہ نقل کرنے کے بعد آخر میں نتیجۃً فرماتے ہیں کہ غرض یہ کہ عوتوں کا انضمام (اکٹھی ہوکر) اور انخفاض (سمٹ کر) نماز پڑھنا،

احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے اور اس کا منکر کتب حدیث اور تعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔(فتاویٰ غزنویہ:ص۲۸، ۲۷)

(فتاویٰ علماء اہل حدیث: ۳/ ۱۴۰ ماخوذ خواتین کا طریقہ نمازلمفتی عبدالرؤف سکھروی)

باب سجدۂ سہو

نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا مکرر ہو جائے یا فرائض میں سے کسی فرض میں تاخیر یا تکرار ہو تو ایسی صورت میں نماز کے آخر میں تشہد مکمل کرنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کیے جائیں۔ اس کے بعد دوبارہ تشہد درود شریف و دعا پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے۔ ان دونوں سجدوں کو سجدۂ سہو کہا جاتا ہے۔ اس سے نماز کی غلطی کا تدارک ہوتا ہے۔

ویسجد للسھو فی الزیادۃ والنقصان سجدتین بعد السلام ثم یتشھد ثم یسلم. (ھدایہ ۱/۱٦٤)

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا

اگر مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، سلام کے بعد یاد آنے پر بقیہ رکعت پوری کر لی تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔

قال فی الشامیۃ تحت (قولہ والمسبوق یسجد مع امامہ) فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا فسدت والا ولاسجود علیہ ان سلم سھوا قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردا حینئذ بحر واراد بالمعیۃ المقارنۃ وھو نادرالوقوع کما فی شرح المنیۃ.

(ردالمحتار ۱/٦٩٦)

قعدۂ اولیٰ میں کتنی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

اگر قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد بھولے سے درود شریف شروع کر دے۔ تو اگر اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کے دال تک پہنچنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا

اور کھڑا ہو گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، دال تک پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہے۔(احسن الفتاوی ٤/٣٠ بحوالہ شامیہ)

سورۂ فاتحہ کا تکرار

اگر کسی نے بھولے سے سورۂ فاتحہ کا بعض حصہ یعنی مالک یوم الدین کی ی تک مقرر پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔(احسن الفتاوی ٤/٣١)

ولو قرأها في ركعة من الاولیین مرتين وجب سجود السهو لتاخير الواجب وهو السورة كما في الذخيرة وغيرها وكذا لو قرأ اكثرها ثم اعادها كما في الظهيرية (ردالمحتار ١/٤٢٩)(احسن الفتاوى)

وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ ملانا بھول گیا

اگر وتر کی تیسری رکعت میں سورت ملانا بھول گیا یا دعاء قنوت بھول گیا، رکوع کر کے سجدہ کر لیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

وفي واجبات الصلوة من التنوير وضم سورة في الاولين من الفرض وجميع النفل والوتر. (ردالمحتار ١/٤٢٧)

بھول کر پہلی رکعت کے بعد بیٹھ گیا

اگر ایک رکعت کے بعد بھول کر بیٹھ گیا اور التحیات شروع کر دی، تو اگر " ایها النبی " میں ایها کے "ها" تک پڑھ لیا پھر یاد آیا یا اس کے بعد یاد آیا تو کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل کر کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ اگر ایہا کے "ہ" تک پہنچنے سے پہلے یاد آ گیا اور کھڑے ہو کر نماز مکمل کر لی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ۴/۳۴)

تین سجدے کر لئے

اگر ایک رکعت میں بھول کر تین سجدے کر لئے تو سجدہ سہو واجب ہے۔

قال الحلبی ویجب بتکرار الرکن نحوان یرکع مرتین اویسجد ثلاث مرات. (غنیة المستملی ۱/ ۴۳۰)

قعدہ اولیٰ بھول گیا

اگر قعدۂ اولی پر بیٹھنا یاد نہ رہا بھول کر کھڑے ہونے لگا تو یاد آگیا اب اگر گھٹنے سیدھے ہو گئے تو قعدہ کی طرف لوٹنا جائز نہیں، مگر بوجہ جہالت گھٹنے سیدھے ہونے کے بعدلوٹ آیا اورتشہد پڑھ لی تب بھی سجدہ سہو سے نماز ادا ہو جائے گی۔

قال فی التنویر سها عن القعود الاول من الفرض ثم تذکرہ عاد الیه مالم یستقم قائما والا لاوسجد للسهو فلو عاد الی القعود تفسد صلوته وقیل لا وهو الاشبه الخ. (شامیه ۱/ ۶۹۷)

سجدۂ سہو بھول گیا

اگرکسی پر سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدہ کرنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا تو اگر ابھی مسجد سے نہیں نکلا کسی سے کوئی بات نہیں کی تو فورا سجدہ سہو کر لے، اس کے بعد التحیات ،درود شریف، دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے اگر مسجد سے باہر نکل گیا یا کسی سے بات کر لی تو نماز کااعادہ کرناواجب ہے۔(ردالمحتار ۱/ ۷۰۴)

امام اور مقتدی کا سجدۂ سہو

اگرنماز میں امام پر سجدۂ سہو لازم ہوتو امام کے ساتھ مقتدیوں پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔اوراگر مقتدی سے کوئی سہو ہو جائے تو اس کی وجہ سے نہ مقتدی پر سجدہ سہو ہے نہ امام پر۔

مسبوق سے باقی ماندہ نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔

وسهو الإمام یوجب علی المؤتم. (هدایه ۱/ ۱۶۵)

متعدد بار غلطی کا حکم

اگر ایک نماز میں کئی بار سہو ہو جائے تو آخر میں ایک ہی بار سجدۂ سہو واجب ہے۔

ولو سهى فى صلوة مرارا يكفيه سجدتان (عالمگيريه ۱/۸۳)

تشہد سے ایک لفظ بھی چھوٹ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے

تشہد پورا واجب ہے اس میں سے ایک لفظ بھی رہ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

قال فى الدر وفى واجبات الصلوة والتشهد ان سجد للسهو برك بعضه ككله الخ. (ردالمحتار ۱/٤٣٤)

باب القضاء

قضاء نماز پڑھنے تاخیر گناہ ہے

جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آئے فوراً اس کی قضاء پڑھے بغیر کسی عذر کے قضاء پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے، اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو دوہرا گناہ ہوگا، ایک تو نماز قضاء ہو جانے کا دوسرا فوراً قضاء نہ پڑھنے کا۔

مسئلہ: اگر کئی نمازیں قضاء ہو گئیں ہوں تو جہاں تک ہو سکے جلدی سے سب کی قضاء پڑھ لے ہو سکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت میں سب کی قضاء پڑھ لے، یہ ضروری نہیں کہ ظہر کے وقت میں ظہر کی قضاء پڑھے اور عصر کے وقت میں عصر کی قضاء پڑھے اگر بہت سی نمازیں یا کئی مہینے یا کئی سال کی قضاء ہوں تو ان کی قضاء میں بھی جہاں تک ہو سکے جلدی کرے، ایک ایک وقت میں دو دو چار چار نمازیں قضاء پڑھ لیا کریں، اگر کوئی عذر ہو تو ایک وقت میں ایک ہی قضاء پڑھ لیں بہر حال قضاء پڑھ لینے کی کوشش کریں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس في النوم تفريط إنما التفريط في اليقظة فإذا نسي أحدكم صلوة أو نام عنها فليصلها إذا ذكرها فإن الله تعالىٰ قال وأقم الصلوٰة لذكري. رواه مسلم. (مشكوٰة ۱/۶۱)

قضاء نمازیں پڑھنے کا طریقہ

اگر قضاء نمازیں چھ سے کم ہوں تو ترتیب وار ادا کرنا ضروری ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر الخ۔

ولو فاتته صلوت رتبها فى القضاء كما وجبت فى الاصل.

(هدايه ۱/۱۳۷)

اگر قضاء نمازیں چھ سے زیادہ ذمہ میں ہو گئیں ہوں تو پھر ترتیب کی رعایت لازم نہیں

البتہ دن تاریخ اور وقت مقرر کرنا ضروری ہے۔

مثلاً اس طرح نیت کرے کہ جمعرات کی ظہر کی نماز پڑھتا ہوں جمعرات کی عصر کی نماز پڑھتا ہوں وغیرہ۔

قضاء کے دن تاریخ یاد نہ ہو:

اگر بہت سی نمازیں قضاء ہوگئیں اب دن تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہو تو یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضاء پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ قضاء ہیں ان میں جو سب سے اول ہے اس کی قضاء پڑھتا ہوں اس طرح نیت کر کے برابر قضاء پڑھتا رہے، یہاں تک دل گواہی دیدے کہ اب تمام نمازیں قضاء ہو چکی ہیں تو قضاء پڑھنا چھوڑ دے۔

قال فی شرح التنویر فی اٰخر باب قضاء الفوائت کثرت الفوائت نوی اول ظهر علیه او اخرہ.(ردالمحتار ۱/۶۹۰)

قضاء نمازوں کے اوقات

تین اوقات ممنوعہ کے علاوہ ہر وقت قضاء نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، یہ بھی ضروری نہیں کہ ظہر کے وقت صرف ظہر کی نماز ہی قضاء پڑھیں بلکہ ایک وقت میں دو، تین، چار جتنی قضاء نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اور ترتیب سے پڑھنا بھی ضروری نہیں۔ اگر فجر کی قضاء پڑھی مزید دو رکعت کا وقت موجود ہے تو دوسرے دن کے فجر کی قضاء بھی پڑھ لے، کیونکہ اوپر مذکور ہو چکا کہ چھ سے زائد نمازیں ذمہ میں لازم ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہیں۔

وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثة المنهیة .

(شرح التونیر ۱/۷۵۹)(شرح البدایة ۱/۱۶۲)

بے ہوشی کی حالت میں قضاء نمازوں کا حکم

اگر بے ہوش ہو جائے تو ہوش آنے کے بعد دیکھیں کہ بے ہوشی ایک دن ایک رات سے زیادہ رہی ہے یا اس سے کم، پس اگر ایک دن ایک رات تک بے ہوشی رہی یا اس سے کم تو اتنے اوقات کی قضاء نمازیں پڑھنا لازم ہے، اگر بے ہوشی ایک دن ایک رات سے زیادہ رہی یعنی چھ نمازیں ذمہ میں لازم ہو گئیں تو قضاء لازم نہیں بلکہ معاف ہے۔

ومن أغمى عليه خمس صلوات أو دونها قضى وإن كان أكثر من ذلك لم يقض. (هدايه ۱/ ۱۷۰)

باب صلوٰۃ المریض

بعض نمازی دیندار لوگ بیماری کے ایام میں نماز میں غفلت کرتے ہیں یا تو پڑھتے ہی نہیں یا بہت بددلی سے پڑھتے ہیں، یا یہ خیال کر لیتے ہیں جب ٹھیک ہو جائیں گے قضاء پڑھ لیں گے یہ بات بھی تو سوچنی چاہئے کہ اگر اسی بیماری کی حالت میں موت آ گئی تو ان نمازوں کا کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں نماز کا کس قدر خیال رکھا آخری مرض جس میں آپ کا وصال ہوا، دو صحابی کے سہارے لڑکھڑاتے ہوئے ساتھ آ کر جماعت میں شرکت کی، اور امت کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ جب تک کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے اور جب کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر سر کے اشارے سے پڑھے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب. (رواہ البخاری)

بیماری کے ایام کی نمازوں کے مسائل درج ذیل ہیں:

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مسائل

مسئلہ: نماز کسی حالت میں نہ چھوڑے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہے اور جب کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھے بیٹھے رکوع کر لے اور رکوع کر کے دونوں سجدے کر لے اور رکوع کے لئے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے برابر آ جائے۔

ومن تعذر علیہ القیام لمرض قبلها أو فیها أو خاف زیادته أو بطأ برئه بقیامه أو دوران رأسه أو وجد بقیامه ألما شدیدا صلی قاعدا کیف شاء.

(شرح التنویر: ۱/۷۹۱)

مسئلہ ۲: اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہے یا بیماری بڑھ جانے کا ڈر ہے تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۳: اگر رکوع سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرے اور سجدے کے اشارے میں رکوع سے زیادہ جھکے۔ (شرح البدایہ ۱/۱٤٤)

مسئلہ ۴: سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ اور چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں۔ جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو صرف اشارہ کرلیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ولا يرفع إلى وجهه شيئا يسجد عليه. (شرح التنوير ۱/۷۹۳)

(بہشتی زیور ۱۵٦ حصہ دوم)

لیٹ کر نماز پڑھنے کے مسائل

مسئلہ: اگر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا ہو جائے، بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دے، نیز اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کے اشارے میں رکوع کی بنسبت زیادہ جھکے۔ اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جائے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، آسمان کی طرف نہ رہے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم اور سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ کرے۔

فان لم يستطع الركوع والسجود اومى ايماء وجعل سجوده اخفض من ركوعه. (ردالمحتار ۱/۷۹۳)

مسئلہ ۲: اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے

اور سر کے اشارے سے رکوع سجدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔

او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہ الیھا والاول افضل علی المعتمد. (ردالمحتار ۱/۷۹٤)

مسئلہ: نماز شروع کرنے کے وقت بالکل ٹھیک تھا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو نماز ہی میں کوئی ایسی تکلیف شروع ہوگئی کہ کھڑا ہونا مشکل ہوگیا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدہ کر سکے تو کرے ورنہ سر کے اشارہ سے کرلے اور اگر ایسا حال ہوگیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں رہی تو اسی طرح لیٹ کر باقی نماز پوری کرے۔

آنکھ کے آپریشن میں نماز

مسئلہ: کسی کی آنکھ کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹر نے اس کو ہلنے جلنے سے منع کردیا تو لیٹ کر نماز پڑھتا رہے۔

واذا لم یقدر علی القعود مستویا او مستندا الی حائط او انسان یجب ان یصلی متکئا او مستندا. (فتاوی ھندیہ ۱/۸۷)

رکوع سجدہ سے عاجز کا حکم

جو شخص رکوع سجدہ سے عاجز لیکن کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کو اختیار ہے چاہے کھڑے ہوکر نماز پڑھے رکوع سجدہ اشارے سے کرے یا بیٹھ کر پڑھے، لیکن بیٹھ کر پڑھنا اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

ولو عجز عن الرکوع والسجود وقدر علی القیام فالمستحب أن یصلی قاعدا بإیماء وإن صلی بإیماء قائما جاز عندنا.

(فتاوی ھندیة ۱/۸۷، منیه ۹۱)

اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو:

مسئلہ: اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے، پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو نماز بالکل معاف ہوگئی، ٹھیک ہونے کے بعد قضا پڑھنا بھی واجب نہیں اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت نہیں رہی، بلکہ ایک دن رات میں پھر اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آگئی تو اشارہ ہی سے ان کی قضا پڑھے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا اس لیے کہ شاید بالکل ہی ٹھیک ہونے سے پہلے مر جائے تو گنہگار مرے گا۔

اذا عجز المريض عن الايماء بالراس فى ظاهر الرواية يسقط عنه فرض الصلوة ولايعتبر الايماء بالعين والحاجبين ثم اذا خف مرضه هل يلزمه القضاء واختلفوا فيه قال بعضهم ان تزاد عجزه على يوم وليلة لا يلزمه القضاء وان كان دون ذلك يلزمه كما فى الاغماء وهو الاصح (فتاوىٰ هنديه ۱/۸۷، ردالمحتار ۱/۷۹۵)

مسئلہ۲: اسی طرح اگر بالکل تندرست آدمی بے ہوش ہو جائے تو اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ نہیں ہوئی تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک دن سے زیادہ ہوگئی تو قضا پڑھنا واجب نہیں۔

ومن جن أو أغمىٰ عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا.

(مراقی الفلاح ۲۳۷)

دوران نماز عذر ختم ہوگیا:

مسئلہ: بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز شروع کی اور رکوع سجدہ کیا پھر نماز ہی میں ٹھیک ہو گیا تو اسی نماز کو کھڑے ہو کر پورا کرے۔(هنديه ۱/۸۷)

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہیں رہی اس لیے سر کے اشارہ سے رکوع وسجدہ کیا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آگئی تو اب یہ نماز فاسد ہوگئی، اس کو پورا نہ کرے بلکہ دوبارہ پڑھے اور اگر اشارے سے رکوع سجدہ کرنے سے پہلے تندرست ہوگیا تو پہلی نماز صحیح ہے، اس پر بناء جائز ہے۔

وان صلی بعض صلو اته بالایماء الخ. (هندیه ۸۷/۱)

جو شخص خود استنجاء نہ کرسکے:

مسئلہ: فالج گرا اور ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ لیا کرے اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمّم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمّم کرادے اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو بھی نماز قضا نہ کرے، اسی طرح نماز پڑھے۔ والدین واولاد وغیرہ کسی کے لیے بھی اس کا ستر دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، البتہ میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر دیکھ سکتے ہیں۔

والرجل المریض اذ لم یکن له امرأة ولا امة ولـه ابـن او اوخ وهـو لایـقـدر عـلـی فـانـه یوضیه ابن او اخوه غیر الاستنجاء فانه لایمس فرجه سقط عنه الاستنجاء كذا في المحيط.

(هندیه ۴۹/۱ مکتبة رشیدیه)

ناپاک بستر بدلنے کا حکم:

مسئلہ: بیمار کا نجس بستر بدلنے میں اگر اسے سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

مـریـض تـحـتـه ثیاب نجس ان كان بحال لایبسط بشی الا ویتنجس من سـاعـة یـصـلـی علی حاله وكذا لو لم یتنجس الثانی ولكن یلحقه زیادة

مشقة. (هنديه ۱/۸۸)

قضا نماز پڑھنے کا بیان:

مسئلہ: تندرستی کے زمانہ میں کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں مگر قضاء کرنے سے پہلے بیمار ہو گیا تو بیماری کے زمانہ میں جس طرح بھی نماز پڑھنے کی طاقت ہو، ان کی قضا پڑھ لے، یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آئے گی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آئے گی تب پڑھوں گا، یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ دینداری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھ لے اور دیر نہ کرے۔

وإن قضى في المرض فوائت الصحة قضاها كما قدر قاعدا أو مؤميا. (هنديه ۸۸/۱)

دوران نماز ٹیک لگانا:

مسئلہ: اگر کوئی شخص قراءت طویل ہونے کی وجہ سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور اسے تکلیف ہونے لگے تو اس کے لیے کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

آج کل کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ایک عام رواج ہو گیا ہے جس کو بھی تھوڑی بہت تکلیف گھٹنوں میں یا کمر میں ہو رہی ہو وہ سہولت کی خاطر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ بعض صورتوں میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں، اس لئے ذیل میں اس مسئلے کی پوری وضاحت لکھی جاتی ہے کہ کس قسم کے مریض کے لیے کرسی پر نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کے لیے نہیں؟

مندرجہ ذیل صورتوں میں اشارہ سے نماز پڑھنا جائز نہیں، سجدہ کرنا لازم ہے:

۱- جو مریض قیام پر قادر نہیں البتہ رکوع وسجدہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے زمین پر بیٹھ کر باقاعدہ رکوع اور سجدہ کرنا فرض ہے۔

۲- جو مریض زمین پر بیٹھ کر باقاعدہ سجدہ نہیں کر سکتا مگر سر اتنا جھکا سکتا ہو کہ زمین تک زیادہ سے زیادہ دو اینٹوں کے برابر تقریباً ایک بالشت یا اس سے کم فاصلہ رہ جائے تو اس کے لیے اتنی یا اس سے کم اونچی کسی چیز تپائی وغیرہ پر سجدہ کرنا لازم ہے، اشارہ سے نماز نہیں ہوگی۔

۳- جو مریض زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا مگر کرسی سے اتر کر زمین پر سجدہ کر سکتا ہے اور کرسی پر بیٹھنے کی جگہ کی اونچائی کے برابر کوئی تپائی بھی سامنے نہیں رکھی ہوئی تو ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے لیے اشارہ کرنا درست نہیں، زمین پر اتر کر باقاعدہ سجدہ کرنا ضروری ہے۔

۴- جو مریض زمین پر بیٹھ کر باقاعدہ سجدہ نہیں کر سکتا اور نہ اتنا سر جھکا سکتا ہے کہ زمین تک ایک بالشت فاصلہ رہ جائے مگر کرسی پر بیٹھ کر اگر نماز پڑھے تو کرسی پر بیٹھنے کی جگہ کے برابر اونچی تپائی وغیرہ پر سر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے اور کرسی اور تپائی کا گھر میں انتظام ہو سکتا ہے، مسجد میں نہیں ہو سکتا تو مسجد میں کرسی پر اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں، گھر میں تپائی پر سجدہ کرنا لازم ہے۔

۵- اسی طرح اگر کرسی پر بیٹھنے کی جگہ کے برابر تک سر نہیں جھکا سکتا مگر کرسی پر بیٹھنے کی جگہ سے ایک بالشت یا اس سے کم اونچائی تک سر جھکا سکتا ہے اور اتنی اونچی تپائی میسر ہے تو اس تپائی پر سجدہ کرنا لازم ہے، اشارہ سے نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ واضح رہے کہ آج کل مساجد میں رکھی کرسیوں کے سامنے ترچھے لگے ہوئے میز عام طور پر دو اینٹوں کی مقدار (تقریباً ایک بالشت) سے زیادہ اونچے ہوتے ہیں، اس پر اگر ایسے شخص نے سجدہ کیا تو وہ

اشارہ کے حکم میں ہوگا اور ایسے شخص کی نماز کی صحت کے لیے اشارہ کافی نہیں۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے:

۱۔ جو مریض زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو لیکن رکوع وسجدہ کرنے پر قادر نہیں ہے مثلاً کمر میں تکلیف ہے یا آنکھوں کا آپریشن کیا ہے، سخت تکلیف یا کسی ناقابل برداشت جسمانی نقصان کے اندیشے کی بناء پر زمین پر باقاعدہ سجدہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اتنا جھک سکتا ہے کہ زمین تک ایک بالشت یا اس سے کم فاصلہ رہ جائے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر اس میں بھی لازماً یہ احتیاط کرے کہ سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ جھکے۔

۲۔ مندرجہ بالا صورتحال میں مریض کرسی پر نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اتنا نہیں جھک سکتا کہ بیٹھنے کی جگہ کے برابر اونچی تپائی یا کرسی کی سیٹ سے تقریباً ایک بالشت یا اس سے کم اونچی تپائی پر سجدہ کر سکے تو وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، اس کے سامنے تپائی وغیرہ رکھنا ضروری نہیں، کیونکہ اس صورت میں اسے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ تاہم اگر کسی نے سامنے رکھی ایسی تپائی یا سامنے نصب تختہ جو کرسی کی سیٹ سے دو اینٹوں کی مقدار تقریباً ایک بالشت یا ۹ انچ سے زیادہ اونچا ہے، پر سجدہ کیا تو اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۳۔ زمین پر بیٹھ کر سجدہ کرنے پر قادر نہیں لیکن اگر کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا چاہے اور کرسی پر بیٹھنے کی جگہ کے برابر اس سے تقریباً ۹ انچ اونچائی تک سر جھکا سکتا ہے لیکن اپنے محلے سے دور ہے اور کسی ایسی چیز کا انتظام نہیں ہو سکتا تو اس صورتحال میں یہ مریض کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي (وان تعذرا) ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف لا القيام الخ وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ بل يظهر لي

انه لو كان قادرا على وضع شيئ على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الايماء بهما مع القدرة عليهما بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة.

(ردالمحتار ۲/ ٦٨٤ دارالمعرفة)

باب صلوۃ المسافر

بہت سے لوگ جب اپنے گھر، میں محلّہ میں موجود ہوتے ہیں تو نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، اذکار تلاوت ونوافل وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، ان کو دوسری جگہ کوئی کام پیش آجائے یا سفر میں نکلنا پڑے سفر دور کا ہو یا قریب کا وہ اپنی نمازوں سے غافل ہو جاتے ہیں، بلاوجہ نمازیں قضاء کر لیتے ہیں کہ جب سفر سے واپس گھر پہنچیں گے تو پڑھ لیں گے، یہ بڑی غفلت کی بات ہے اور بڑا گناہ بھی ہے جبتک کوئی شرعی عذر لاحق نہ ہو نماز اور دیگر احکام میں سستی کرنا بڑا گناہ ہے مرد وخواتین سب کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے۔

آدمی شرعاً مسافر کب بنتا ہے؟

جو شخص اڑتالیس میل انگریزی ۷۷.۲۴ کلومیٹر، یا اس سے دور جانے کی نیت سے اپنی آبادی یا شہر کی حدود سے باہر نکل جائے تو اس کو شرعی مسافر کہا جاتا ہے، اس کے لئے شریعت نے کئی احکام میں تخفیف فرمائی ہے۔ (ماخوذ از احسن الفتاوی و بہشتی زیور ۱۵۸/۲)

دوران سفر نماز کا حکم

جو شخص شرعی مسافر ہو وہ ظہر عصر اور عشاء کی فرض نمازیں دو رکعتیں پڑھے، اگر کسی نے دوران سفر ان نمازوں کو چار پڑھ لیں تو گناہ گار ہوگا۔

روی عن ابی حنیفة انه من أتم فقد أساء وخالف السنة . (ردالمحتار ۸۲۱/۱)

مسئلہ: اگر کسی نے دوران سفر چار رکعت والی فرض نمازوں کو بھولے سے دو کے بجائے پوری چار پڑھ لیں اگر دوسری رکعت کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو

رکعتیں فرض اور دو نفل ہو جائیں گی اور سجدۂ سہو کرنا پڑے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا۔

یا دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات نہ پڑھی دونوں صورتوں میں چار رکعتیں نفل ہو گئیں فرض نماز دوبارہ پڑھے۔ (شرح التنویر ۱/۸۲۸)

دورانِ سفر قضاء نمازوں کا حکم

اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضاء ہو گئیں تو گھر پہنچ کر سفر کی قضاء نمازیں دو رکعتیں ہی قضاء پڑھے گا اگر کسی کی نمازیں گھر میں ہی قضاء ہو گئی ہوں تو وہ سفر کے دوران قضاء پڑھنا چاہے تو پوری چار رکعتیں پڑھے۔

ومن فاتته صلوة في السفر قضاها في الحضر ركعتين ومن فاتته في الحضر قضاها في السفر اربعا. (شرح البدايه ۱/ ۱۵۰)

حالت سفر میں سنتوں کا حکم

جلدی کی صورت میں سنت فجر کے سوا دوسری سنتوں کو چھوڑنا جائز ہے، اگر کوئی جلدی نہ ہو ساتھیوں سے بچھڑنے کا ڈر نہ ہو یا گاڑی چھوٹنے کا خوف نہ ہو بلکہ اطمینان کی حالت ہو تو سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے رسول اللہ ﷺ سے حالت سفر میں سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ۷/ ۱۹۷)

والمختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار.

(هنديه ۱/ ۸۹، كذا في البحر وردالمحتار)

اقامت کی نیت

اگر مسافر نے کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی تو وہ نمازیں پوری پڑھے گا، یا اسی طرح واپسی شہر/ گاؤں کی حدود میں داخل ہوتے ہی نماز پوری پڑھنا لازم ہے۔

ولایزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلك قصر. (شرح البدایہ ۱/۱۲۹)

ڈرائیور سفر میں ہمیشہ قصر پڑھے گا

ٹرک اور ریل اور بس چلانے والے لوگ چونکہ ہمیشہ سفر ہی میں ہوتے ہیں کراچی سے لاہور، لاہور سے کراچی یا کراچی تا پشاور پشاور تا کراچی وغیرہ اس لئے جب تک یہ لوگ سفر میں ہیں قصر ہی پڑھتے رہیں گے، ہاں جب کبھی اپنے گھر جائے یا اقامت میں آجائے تو پوری نماز پڑھیں گے۔ (شرح التنویر ۱/۸۳۳ احسن الفتاویٰ ۴)

ریل گاڑی اور بس میں نماز

جو لوگ ریل گاڑی یا بس میں سفر کرتے ہیں وہ کوشش کرے کہ اسٹاپ آنے پر زمین میں اتر کر نماز ادا کریں، لیکن اگر ڈرائیور بس نہ روکے اور اسٹاپ آنے یا اسٹیشن تک پہنچنے میں نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو تو ریل اور بس میں کھڑے ہوکر قبلہ رو ہوکر نماز پڑھے، گرنے کا خطرہ ہو تو کسی چیز سے ٹیک لگا کر یا ہاتھ سے کوئی چیز پکڑ کر کھڑے ہوں، اگر قبلہ رو ہونے کی گنجائش نہ ہو تو دو نشستوں کے درمیان قبلہ رخ کھڑے ہوکر قیام ورکوع کا فرض ادا کرے، اور سجدہ کے لیے پچھلی نشست پر کرسی کی طرح بیٹھ جائے یعنی پاؤں نیچے ہی رہیں اور سامنے کی نشست پر سجدہ کرے، اگر کسی وجہ سے قیام یا استقبال قبلہ کا فرض ادا نہ ہو سکے تو اس وقت جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لے، مگر بعد میں ایسی نماز کا اعادہ کرے۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۸۸ بتغییر یسیر)

ویلزم استقبال القبلة عندالافتتاح وکلما دارت (شرح التنویر ۱/۷۹۷)

کشتی اور بحری جہاز میں نماز

دوران سفر جب کشتی یا جہاز کنارہ سے دور ہوں تو کشتی/جہاز کے اندر نماز پڑھنا درست ہے، لیکن اگر کشتی/جہاز کنارہ میں ہو، تو دیکھیں کشتی اور جہاز کا تلا زمین سے لگا ہوا ہوتو اس میں نماز صحیح ہے، اگر تلا زمین سے لگا ہوا نہیں بلکہ پانی پر کھڑا ہے تو نیچے اتر کر زمین میں نماز ادا کرنا لازم ہے، اگر بندرگاہ پر جہاز کا عملہ باہر نکلنے کی اجازت نہ دے تو اندر ہی نماز پڑھ لی جائے بعد میں اس کا اعادہ واجب ہے۔

وعلى هذا ينبغي ان لاتجوز الصلوة فيها سائرة مع امكان الخروج الى البر وهذه المسئلة الناس عنها غافلون شرح المنية.

(ردالمحتار ۱/۷۱٤)

(احسن الفتاویٰ ٤ بحواله شامیه ۱/۷۱٤)

ہوائی جہاز میں نماز

بوقت پرواز ہوائی جہاز میں نماز چلتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ہے، یعنی اس میں بوجہ عذر نماز جائز ہے، کالصلوۃ علی الدابۃ تو اگر زمین پر اترنے تک نماز قضاء ہو جانے کا خطرہ ہوتو جہاز کے اوپر ہی نماز پڑھ لی جائے، اترنے کا انتظار نہ کیا جائے۔

(هكذا فی احسن الفتاویٰ ٤/۸۹)

باب صلوۃ الجمعۃ

جمعہ کی نماز چھوڑنے کا گناہ

پانچ وقت نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز ادا کرنا بھی ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد مرد پر فرض ہے، اور جمعہ عظیم شعائر اسلام میں سے ہے، جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور بلا عذر اسکو ترک کرنا بڑا گناہ ہے، اس پر سخت وعید آئی ہے، اس سے آدمی فاسق بلکہ اس سے بڑھ کر منافق کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ من ترك الجمعة من غير ضرورة كتب منافقا في كتب لايمحي ولا يبدل وفي بعض الروايات ثلاثا. (رواہ البیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بلا عذر جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے جو نہ کبھی مٹائی جاتی ہے اور نہ تبدیلی کی جاتی ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ جو شخص تین جمعہ چھوڑ دے یہ وعید اس کے لئے ہے۔ (مسند شافعی)

جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت ہے یہ سنت مؤکدہ ہیں، پھر خطبہ کے بعد جمعہ کی دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے، پھر چار رکعت سنت پڑھے یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔ (بہشتی گوہر)

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرطیں

① شہر یا ایسا بڑا قصبہ ہونا جس کی سڑکیں شہر جیسی ہوں، اور اس میں شہری سہولیات موجود ہوں یعنی ضروریات زندگی مہیا ہوں اور تھانہ، ڈاکخانہ، وغیرہ بھی موجود

ہوں۔

② ظہر کا وقت ہونا۔

③ خطبہ کا ہونا۔

④ خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔

⑤ جماعت یعنی امام کے سواء کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبے سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود رہنا۔

⑥ جمعہ کی نماز اعلان عام کے ساتھ پڑھنا یعنی اس جگہ نمازیوں کو داخل ہونے سے نہ روکے۔

ویشترط لصحتها المصر وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ووقت الظهر إلخ. (ردالمحتار ۱/۵۴۶)

جمعہ فوت ہوجانے کا حکم

اگر کسی سے جمعہ فوت ہو جائے تو بعد میں چار رکعت ظہر کی قضاء پڑھے۔ اب اس کے لئے اکیلے جمعہ کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں اب اس کے ذمہ ظہر ہی کی قضاء واجب ہے۔

وكذا اهل مصر فاتتهم الجمعة فانهم يصلون الظهر بغير اذان واقامة ولا جماعة. (ردالمحتار ۲/۱۵۷)

جمعہ کی اذان اول کے بعد بیع وشراء

جب اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی اذان اول ہوجائے تو بیع وشراء کو فوراً موقوف کردینا لازم ہے، کیونکہ اذان اول کے بعد بیع وشراء مکروہ تحریمی ہے، اگر کسی نے اذان اول کے بعد خرید وفروخت کرلی تو گناہ سے بچنے کے لئے اس معاملہ کو ختم کردینا لازم ہے۔

قال في التنوير وكره تحريما عندأذان الأول ، وفي الشامية معزيا إلى

النهر عن النهاية إن فسخه واجب على كل منه أيضا صونا لهما عن المحظور وعليه مشي الشارح في آخر الباب ويأتي تمامه.

(ردالمحتار ٤/١٤٧)

منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا

منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا سنت ہے، حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی معمول تھا۔

ومن السنة ان يخطب عليه اقتداء به صلى الله عليه وسلم بعد.

(ردالمحتار ۲/۱٦۱ ایچ ایم سعید)

خطبہ کے دوران ممنوعہ چیزیں

جب خطبہ شروع ہوجائے تو تمام حاضرین کے لئے اس کا سننا واجب ہے، چاہے امام کے نزدیک بیٹھے ہوئے ہوں یا دور، کوئی ایسا فعل جو خطبہ سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے، مثلاً کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا تسبیح پڑھنا، کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، جیسے نماز کی حالت میں ممنوع ہے، ویسے ہی اس وقت بھی ممنوع ہے البتہ خطیب کے لئے جائز ہے خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتانے کی ضرورت محسوس کرے تو بتا سکتا ہے۔

كل ما حرم في الصلوٰة حرم في الخطبة فيحرم أكل وشرب إلخ.

(شامية ۱/۱۱۱، وبحر ۲/۱۵۵)

جمعہ کے دن کے خاص عمل

جمعہ کے دن درود شریف کا کثرت سے ورد کرے نیز سورۃ الکہف کی تلاوت کا اہتمام کرے اور صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھنے کی کوشش کرے۔ جمعہ کی نماز کے لئے سویرے جائے۔

باب العیدین

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں اور ان دونوں دنوں میں بطورِ شکر دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ نمازِ جمعہ کے وجوب اور صحت کے لیے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے، کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، جبکہ عیدین کی نماز میں شرط نہیں، سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بات چیت کرنا یا نماز پڑھنا سب ناجائز ہے۔

وکل ماحرم فی الصلوۃ حرم فیها الی قوله بل یجب علیه ان یستمع ویسکت. (ردالمحتار ۱۵۹/۲)

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

عیدین کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ نیت کرے کہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ عید کی دو رکعت واجب نماز پڑھتا ہوں۔

نیت کے مذکورہ الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے۔ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور ''سبحانك اللّٰهم'' آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے، ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے، تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکا دے، امام دو تکبیروں کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے جس میں تین مرتبہ ''سبحان اللّٰہ'' کہا جا سکے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور امام ''اعوذ باللّٰہ'' اور ''بسم اللّٰہ'' پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے کھڑا ہو، دوسری رکعت میں پہلے

سورۂ فاتحہ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، کہ ہر مرتبہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے سیدھا رکوع میں چلا جائے، سجدہ وغیرہ نماز کے آخر تک مکمل کر کے سلام پھیر دے۔ اس کے بعد خطبہ پڑھے۔

وكيفية صلوة العيدين ان ينوى صلوة العيد ثم يكبر للتحريمة الى قوله وليس بين تكبيرات ذكر مسنون ولذا يرسل يديه ويكسب بين تكبيرين مقدار ثلث تسبيحات. (طحطاوى على مراقى الفلاح ۳۰۹)

نماز عید کے لیے شہر سے باہر جانا سنت ہے

عید گاہ شہر سے باہر ہونا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نماز ہمیشہ باہر ہی ادا فرماتے تھے، بلکہ معذورین کو ساتھ لیجانے کا اہتمام فرماتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے باہر تشریف نہ لیجاسکے۔ (رواہ ابو داؤد فی سننہ)

اس لئے اصل حکم یہی ہے کہ عید کے لئے شہر کے باہر ایک جگہ اجتماع عظیم ہو اس میں شوکت اسلام کا مظاہرہ بھی ہے، مگر شہر کے گنجان آبادی کی وجہ سے باہر نکلنا مشکل ہو، یا انتظامی مشکلات ہوں، تو شہر کے اندر کسی بڑے میدان میں بوقت ضرورت مسجد میں ادا کرنا بلا کراہت درست ہے لیکن حتی الامکان لازم ہے کہ ہر محلہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے ایک مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے۔

والخروج اليها اى الجبانة لصلوة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح. (ردالمحتار ۷۷٫۶/۱)، احسن الفتاوىٰ ۱۲۹/۴)

تکبیرات تشریق

تکبیر تشریق یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ «الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد» پڑھنا واجب ہے۔ یہ تکبیر مفتیٰ بہ قول کے

مطابق ہراس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، شہری ہو یا دیہاتی۔ نیز نماز باجماعت پڑھے یا انفرادا ہر صورت میں واجب ہے۔

ويجب تكبير التشريق الله اكبر الله اكبر الخ عقيب كل فرض او لجماعة مستحبة (ردالمحتار ۱/۱۱۶)

مسئلہ: یہ تکبیر، عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل تئیس نمازیں ہیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

مسئلہ۲: اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے۔

من فجر يوم عرفة الى اٰخر ايام التشريق عليه الاغماد. (ردالمحتار ۱/۱۱۷)

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ کا حکم

فتاویٰ رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ العالی نے اس مسئلہ کو ایک استفتاء کے جواب میں نہایت بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بغرض افادۂ عوام وخواص اس استفتاء وجواب کو من وعن نقل کردیا جائے تاکہ مکمل استفادہ ہو سکے اور تمام شکوک کا ازالہ ہو جائے۔

الاستفتاء: عید کے خطبہ اور دعا کے بعد مصافحہ کرتے ہیں باہمی ٹکراؤ ہوتا ہے بعض مصافحہ کرتے ہیں اس کو بے اصل اور غیر ضروری سمجھنے والوں کو طعن وتشنیع کرتے ہیں اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو نماز عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا کیا حکم ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عید کی نماز کے بعد معانقہ ومصافحہ کرتے تھے؟ بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: مصافحہ اور معانقہ اپنے طریقہ پر مسنون اور داخل عبادت ہیں، عبادت اگر صاحب شریعت کے طریقہ کے مطابق ادا کی جائے تو عبادت میں شمار ہوگی، اور عبادت کرنے والے ثواب کے حقدار ہوں گے ورنہ بدعت ہو جائے گی، اور بجائے ثواب کے عذاب ہوگا۔

مجمع البحرین کے مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو منع کیا اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والوں کو عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ کیا ہو یا اس کے کرنے کی ترغیب نہ دی ہو پس یہ تیری نماز عبث ہے اور فعل عبث حرام ہے پس اندیشہ ہے کہ خدا پاک تجھ کو اس پر عذاب دے اس لئے کہ تو نے اس کے پیغمبر کے خلاف کیا۔

(مجالس الابرار: ۱۸/۱۲۹)

آگے فرماتے ہیں کہ دیکھئے اذان عبادت ہے دین کا شعار اور اسلامی علامت ہے جمعہ کے لئے دو اذان اور ایک اقامت التزاما ہوتی ہے مگر نماز عید کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت کہ یہ ثابت نہیں اگر عید گاہ میں اذان یا تکبیر پڑھی جائے تو ہر شخص جانتا ہے کہ وہ بدعت ہوگی اسی طرح مصافحہ اور معانقہ کا حکم ہے۔ عید وغیرہ نمازوں کے بعد اس کا التزام بدعت ہے۔ مجالس الابرار میں ہے:

”واما فی غیر حالة الملاقات مثل کونه عقیب صلوة الجمعة والعیدین کماهو العادة فی زماننا فالحدیث ساکت عنه فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعه ان ما لا دلیل [illegible]“

(یعنی ملاقات کے وقت علاوہ کسی اور وقت جیسے جمعہ یا عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جیسا کہ اس زمانے میں لوگوں کی عادتیں ہوگئیں ہیں تو حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ ایک بے دلیل فعل ہے اور یہ بات اپنے مقام پر ثابت ہوچکی ہے کہ جس فعل کی دلیل نہ ہو وہ فعل مردود ہے قابل عمل نہیں۔(مجالس الابرار:۵/۲۹۸)

شامی میں منقول ہے کہ کسی بھی نماز کے بعد سلام مصافحہ کا رواج مکروہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز کے بعد مصافحہ نہ کرتے تھے اور کراہت کی ایک وجہ یہ ہے کہ روافض کا طریقہ ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ جو پنجگانہ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں وہ بدعت مکروہہ ہے، شریعت محمدیہ میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ ابن الحاج مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ''کتاب المدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں نے نماز فجر اور جمعہ وعصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، بلکہ بعض نے پنجگانہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس سے ان کو منع کرے کہ یہ بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کسی مسلمان سے ملاقات کرتے وقت ہے نہ کہ نمازوں کے بعد، لہٰذا شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے اسی جگہ اس کو بجالائے اور سنت کے خلاف کرنے والے کو روکے، چنانچہ عبارت یوں ہے:

ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة قال ابن الحاج من المالكية فى المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لافى ادبار الصلوة فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة. (شامیه ۵/۳۳٦، كتاب الحضر والاباحة)

اور شارح مشکوٰۃ محدث کبیر ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں بے شک شرعی مصافحہ کا وقت ابتداء ملاقات کا وقت ہے۔لوگ بلا مصافحہ ملتے ہیں، علمی گفتگو کرتے ہیں پھر جب نماز پڑھتے ہیں اس وقت مصافحہ کرتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ طریقہ مکروہ اور بدعت سیئہ ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المصافحة: ٤/٥٧٥)

ان تصریحات کی بناء پر ضروری ہے کہ عیدین اور نماز جمعہ وغیرہ کے بعد بطور رسم کے جو مصافحہ کیا جاتا ہے اس سے اجتناب کیا جائے، مگر اس موقع پر یہ بھی خیال رہے کہ ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے لوگوں میں غصہ اور نفرت پھیلے بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لئے ہاتھ دراز کرے تو ہاتھ کھینچ کر اس کا دل نہ دکھائے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے، آہستگی سے سمجھائے اور مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:٤/٥٧٥)

(فتاویٰ رحیمیہ ١٠/١٢٣، ترتیب جدید)

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ مکروہ ہونے کی حد

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے، بدعت ہے۔ کیونکہ عیدین کی نماز کے فوراً بعد کھڑے ہوکر مصافحہ ومعانقہ کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے، لیکن کراہت صرف عیدگاہ تک کے لئے، اس کے بعد اگر کسی سے ملاقات ہوجائے اور ملاقات کے وقت مصافحہ کرے یا کسی دور سے آنے والے سے ایک عرصہ کے بعد ملاقات ہوجائے، اب عید کے دن ان سے ملاقات پر مصافحہ یا معانقہ کرے تو اس کو مکروہ یا بدعت نہیں کہا جائے گا، کیونکہ یہ مصافحہ یا معانقہ عید کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عام ملاقات کا مصافحہ ہے اور عام ملاقات کے وقت مصافحہ دور سے

آنے والوں سے معانقہ شرعاً ثابت ہے۔

كما نقل ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وموضع المصافحة في الشرع انما هي عند لقاء المسلم لا خيه لافي ادبار الصلوات الخ.

(ردالمحتار ٦/٣٨١)

هذا ملخص ماحرى الشيخ المفتي رشيد احمد اللدهيانوي رحمه الله تعالىٰ. (احسن الفتاوىٰ: ٦/٣٥٤)

باب الجنائز

جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کو شرعی طریقہ سے نہلا کر پھر مسنون طریقہ سے کفن پہنایا جائے گا، اس کے بعد جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا، یہ سارے اعمال مسلمانوں کے ذمہ شرعاً لازم ہے۔ مرنے والے کا زندوں پر حق ہے۔

دفن الميت فرض على الكفاية. (عالمگیریه ۱/ ۱۶۲)

نماز جنازہ کے فرائض

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔

۲) قیام: فرض اور واجب نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی قیام فرض ہے، بغیر عذر اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔

وركنها شيئان التكبيرات الاربع والقيام فلم تجز قاعدا بلا عذر. (ردالمحتار ۲/ ۱۸)

نماز جنازہ کی سنتیں

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔

۲- نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا۔

۳- میت کے لیے دعا کرنا۔

وسننها ثلثة التحميد والثناء والصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم والدعاء فيها. (البحر الرائق ۲/ ۱۷۹)

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے، سب لوگ نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لیں، پھر ((سبحانك اللّٰهم)) آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں۔

وهى اربع تكبيرات يرفع يديه فى الاولىٰ فقط ويثنى بعدها وهى سبحانك اللهم الخ. (البحر ۱۸۳/۲)

میت اگر بالغ ہو تو یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا ، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ .

اس کے علاوہ بھی دعائیں ثابت ہیں۔ وہ کسی کو یاد ہوں اور وقت بھی ہو ان دعاؤں میں جو دعاء ہو سکے پڑھے۔

میت نابالغ بچہ ہو تو یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا ، وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا ، وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا .

نابالغ بچی ہو تو یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا ، وَاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا ، وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً

وَ مُشَفَّعَة

بدون جنازہ کے دفن کا حکم

اگر کوئی مسلمان میت نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی، جب تک کہ اس کی لاش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو، لاش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہوسکتی ہے، یہی اصح ہے اور بعض نے تین بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

وإن دفن وأهيل عليه التراب بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن بفسخه من غير تقدير وهو الأصح قيل يقدر بثلثة أيام وقيل عشرة وقيل شهر. (البحر الرائق ۳/۱۷۹)

قبر پر چار دیواری چبوترہ بنانا منع ہے

قبر پر قبہ چار دیواری، وغیرہ تعمیر بغرض زینت ہو تو حرام ہے، اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے گناہ میں مکروہ تحریمی بھی حرام کے برابر ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔

وفي الشامية (قوله تكره الزيادة عليه) لما في صحيح مسلم عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يبنى عليه (رواه ابوداؤد او يزاد عليه حليه الخ.

(ردالمحتار ۱/۸۳۸)

جوتے پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا

اگر جوتے کے اندر کا حصہ اور اوپر کا حصہ پاک ہو تو اسے اتار کر اوپر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اگر چہ تلا اس کا ناپاک ہو کیونکہ نجاست دوسری طرف سرایت نہیں کرتی ہے، البتہ تلا ناپاک ہونے کی صورت اس کو پہن کر جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

وفي الهندية قال: ولو خلع نعليه وقام عليها جاز سواء كان ما يلي الأرض منه نجسا أو طاهرا إذا كان ما يلي القدم طاهر.

(عالمگیریه ۱/۳۲)

اہل میت کو کھانا پہنچانا

میت کے پڑوسیوں اوراعزہ واقارب کے لئے اہل میت کو پہلے دن اتنا کھانا پہنچانا جوان کے لئے ایک دن ایک رات کے لئے کافی ہو مستحب ہے، ایک دن سے زیادہ کھانا بھیجنا مکروہ ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ قال في الفتح ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لال جعفر طعاما فقد جاء هم ما يشغلهم حسنه الترمذي وصححه الحاكم ولأنه برمعروف ويلح عليهم في الأكل لأن الحزن يمعنعهم من ذلك. (ردالمحتار ۱/۸٤۱)

متعدد اموات پر دفعۃً نماز جنازہ

اگر کئی میت ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو افضل تو یہ ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز جنازہ پڑھی جائے، اورسب پر ایک ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ایک میت توامام کے سامنے رکھی جائے باقی کواس ترتیب سے رکھا جائے کہ پہلی کے پاؤں پر دوسرے کا سر ہو، یا یہ کہ قبلہ کی جانب یکے بعد دیگر ترتیب سے رکھی جائیں۔ یہ صورت زیادہ بہتر ہے اس لئے اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہوگا جو مسنون ہے۔

زیارت قبور کا مسنون طریقہ

ہفتہ میں ایک دفعہ قبرستان جانا چاہئے، جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اور پیر کا دن افضل ہے،

قبرستان میں داخل ہو کر یوں سلام کرے۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله بکم لاحقون، ونسئل الله لنا ولکم العافیة. (هندیه ۱/۱٦۲)

پھر میت کے پاؤں کی طرف سے چہرے کے سامنے کھڑا ہو کر دیر تک دعا کرے اگر بیٹھنا چاہئے تو زندگی میں میت کے ساتھ تعلق کے مطابق قریب یا دور بیٹھے، جس قدر میسر ہو تلاوت کرے، بالخصوص سورۂ بقرہ کا اول سورۂ ملک، تکاثر، اور سورۂ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات بار یا تین بار پڑھ کر ایصال ثواب کرے۔

ثم من اداب الزیارة ماقالوا من انه یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسه لانه اتعب لبصر المیت الی قوله ثم یدعوا قائما طویلا الخ.
(ردالمحتار ۲/۲٤۱)

تعزیت کا مسنون طریقہ

تعزیت تین روز کے بعد جائز نہیں، البتہ غائب تین روز کے بعد آئے تو بھی کر سکتا ہے، جماعت کی شکل میں آنے کا اہتمام درست نہیں، اتفاقاً ساتھ ہو گئے تو حرج نہیں، ہر ایک کے لئے مستقلاً تعزیت مسنون ہے، البتہ ایک گھرانے کا کوئی بڑا ہے، اور اس کے ساتھ اس کے ماتحت لوگ بھی ہیں تو صرف بڑے ہی کی تعزیت کافی ہے، تعزیت کی دعاء یہ ہے:

أعظم الله أجرك، وأحسن عزائك وغفر لمیتك.

اس سے زائد بھی ایسا مضمون بیان کیا جا سکتا ہے جس سے غم ہلکا ہو تسکین اور فکر آخرت پیدا ہو، تعزیت کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

وفی شرح المنیة وتستحب التعزیة الرجال والنساء الآتی لایفتن،

لقوله عليه السلام من عزى اخاه بمصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة رواه ابن ماجه الى قوله والتعزية ان يقول اعظم الله اجرك واحسن عزائك وغفر لميتك. (ردالمحتار ۲/۲٤۰)

میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں

اگر میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں اور غسل دینے کے وقت بغیر تکلیف کے نہ نکل سکتے ہوں اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو منہ کے اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں۔ اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں۔

قال في العلائية ولو بلع مال غيره ومات هل يشق قولان والاولى نعم فتح، وفي الشامية وان كان حرمة الاولى اعلى من صيانة المال لكنه زال احترامه بتعديه كما في الفتح ومفاده انه لو سقط في جوفه بلا تعد لايشق اتفاقا. (ردالمحتار ۱/۸٤)

باب المتفرقات

نماز میں خواتین کا ستر:

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ نماز کی شرائط میں اعضاء کا چھپانا بھی ہے، اس میں مرد اور عورت کا حکم الگ الگ ہے، ناف سے لے کر گھٹنے کے ختم تک مردوں کو چھپانا فرض ہے، اور عورتوں کو سارا بدن چھپانا فرض ہے۔ پیٹھ، کمر، سر، سینہ، بازو، باہیں، پنڈلیاں، مونڈھے، گردن وغیرہ سب ڈھکے رہیں، ہاں اگر چہرہ یا قدم یا گٹوں تک ہاتھ کھلے رہیں تو نماز تو ہو جائے گی، کیونکہ یہ تینوں چیزیں ستر سے مستثنیٰ ہیں اگر یہ بھی ڈھکی رہیں تب بھی نماز ہو جائے گی۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ باریک کپڑا پہننا نہ پہننا شرعا برابر ہے یعنی جس کپڑے سے بال اور کھال نظر آتے ہوں وہ کپڑا نہ پہننے کے حکم میں ہے، اور اس سے ستر کا حکم پورا نہیں ہوتا، آج کل عورتوں کو فیشن کا جوش ہے، اور لباس شرعی تقاضے کے مطابق نہیں پہنتیں ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

ویستر عورته وعورة الرجل ماتحت السرة الی الرکبة وبدن الحرة کلها عورة الا وجهها وکفیها الخ. (شرح البدایه ۱/۷۷)

کپڑے کے استعمال سے معذور ہونا:

اب اگر کسی کو کپڑے میسر نہ ہوں یعنی نماز کا وقت ہو چکا ہے کسی عذر کی بناء پر کپڑا دستیاب ہی نہیں تو نماز ترک نہ کرے بلکہ بیٹھ کر بغیر کپڑے کے ہی نماز پڑھ لے۔

ومن لم یجد ثوبا صلی عریانا قاعدا یومي بالرکوع والسجود فإن صلی قائما أجزاه إلا أن الأول أفضل. (شرح البدایة ۱/ ۹۰)

ناپاک کپڑے کا استعمال:

اگر کسی کے پاس نماز کے لئے کوئی پاک کپڑا موجود نہیں اور دھوکر پاک کر کے پڑھنے کی بھی کوئی صورت نہیں ایسی صوت میں بھی نماز قضاء نہ کرے بلکہ ناپاک کپڑے میں ہی پڑھ لے۔

واذا لم يجد المكلف المسافر مايزيل به نجاسة ويقللها لبعده ميلا او العطش صلى معها او عاريا ولا اعادة عليه. (ردالمحتار ۱/۴۲۵)

باریک لباس میں نماز کا حکم:

عورت کا نماز کے لئے ایسا باریک دوپٹہ استعمال کرنا جس میں سر، گردن، حلق اور حلق کے نیچے کا بہت سا حصہ نظر آتا رہے۔ اسی طرح بازو کہنیاں اور کلائیاں نہ چھپیں یا پنڈلیاں کھلی رہیں۔ تو ایسی صورت میں نماز بالکل نہیں ہوگی، لہٰذا نماز کے وقت سارے جسم کو چھپانے کا خاص اہتمام کریں۔ اس مقصد کے لئے موٹا دوپٹہ استعمال کریں۔ اسی طرح قمیص بھی موٹی ہونی چاہئے جس سے جسم کی رنگت نظر نہ آئے۔

إذا كان الثوب ماتحته لا يحصل به ستر العورة. (منية ۷۹)

قال في الشامية(قوله لايصف ماتحته) بان لايرى منه لون البشرة احتراز عن الرقيق ونحو الزجاج. (ردالمحتار : ۱/۳۸۱)

چست لباس میں نماز کا حکم:

ایسا چست اور تنگ لباس پہننا جس سے اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آئے حرام ہے اس طور پر اعضاء مخفیہ دکھانا بھی حرام ہے اور دیکھنا بھی حرام ہے، اگرچہ بلاشہوت ہو، ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو اس میں اگرچہ نماز کا فرض ادا ہو جائے گا مگر حرام لباس میں نماز مکروہ ہے اور واجب الاعادہ ہوگی۔ البتہ اگر عورت نے نماز کے وقت

چست کرتے کو بڑی چادر یا دوپٹہ سے چھپا کر نماز پڑھی تو ایسی نماز میں کراہت نہ ہوگی۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ وعبارة شرح المنية اما لو كان غليظا لا يرى منه لون البشرة الا انه التصق بالعضوء وتشكل بشكله فصار شكل العضوء مرئيا فينبغي ان لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر قال وانظر هل يحرم النظر الى ذلك المتشكل مطلقا او حيث وجدت جواز الصلاة ١هـ ، قلت سنتكلم على ذلك فى كتاب الحضر والذى يظهر من كلامهم هناك هو الاول. (فتاوى شاميه: ۱/۳۸۱)

نماز میں عورت کے ٹخنے کھلے رہنے کا حکم:

قاعدہ یہ ہے کہ اگر سہوا کسی عضو کا چوتھائی حصہ تین بار سبحان ربي الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر قصدا چوتھائی عضو ایک لحہ کے لئے بھی کھلا چھوڑ دیا جائے تو نماز فاسد ہوگئی اور چوتھائی عضو سے کم ستر کھلنا خواہ سہوا ہو یا قصدا تین تسبیح کی مقدار سے کم ہو یا زیادہ بہر حال مفسد نہیں، اگر چہ قصدا ایسا کرنا درست نہیں ٹخنے پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے اور چوتھائی عضو سے کم ہے اس لئے ٹخنے کھلے رہنے کی صورت میں نماز تو ہو جائے گی تاہم نماز میں عورت کے لئے ٹخنے چھپانے کا حکم ہے۔

قال فى العلائية: ويمنع كشف ربع عضوء قدر اداء ركن بلاصنعة قال ابن عابدين فلو به فسدت فى الحال الي قوله بعد ذكر الاعضاء الثمانية من عورة الرجل وفى الحرة هذه الثمانية ويزاد فيها ستة عشرة الساقان مع الكعبين.(ردالمحتار ۱/ ۳۸۰)

قریب البلوغ کا لباس:

جولڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی بلکہ جوانی کے قریب ہے اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا اور

سر کھل گیا اور اسی حال میں اس نے نماز پڑھ لی تو اس کو بھی نماز دہرانے کا حکم دیا جائے گا جس طرح بالغ عورت کو دیا جاتا ہے۔

نماز میں ستر کھل جانے کا حکم:

اگر نماز پڑھنے میں عورت کی چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران یا چوتھائی ہاتھ کھل جائے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ سکتے تو نماز جاتی رہی پھر سے پڑھے اور اگر اتنی دیر نہیں کھلی رہی جتنی دیر میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ سکے بلکہ کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہوگئی، اسی طرح جتنے بدن کا ڈھانکنا واجب ہے اس میں سے جب بھی کوئی چوتھائی عضو کھل جائے گا تو نماز نہیں ہوگی، جیسے چوتھائی کان یا چوتھائی سر یا چوتھائی بال یا چوتھائی پیٹ یا چوتھائی پیٹھ یا چوتھائی گردن یا چوتھائی سینہ یا چوتھائی چھاتی وغیرہ کھل جانے سے نماز نہ ہوگی بشرطیکہ بقدر تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے کھلا رہے۔

ویمنع صحة الصلوة یعنی انعقادها کشف ربع عضوء قدر اداء رکن بلا ضرورة من عورة غلیظة أو خفیفة. (ردالمحتار ۱/۴۲۳)

نیم آستین کرتا میں نماز کا حکم:

نیم آستین یا بلا آستین کرتا یا بلاؤز یا فراک پہن کر اگر کسی عورت نے نماز پڑھی اور اپنی بانہوں کو چادر وغیرہ سے نہیں چھپایا تب بھی نماز نہ ہوگی۔ یہ صرف عورتوں کا حکم ہے۔

میلے کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

استعمال کے عام کپڑے جس میں میل، داغ ودھبہ نظر آتے ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا نماز کے الگ صاف ستھرے کپڑے ہونے چاہئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حسن وجمال کے ساتھ حاضری دی جاسکے۔

وفی مکروهات الصلوة وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته قال

ابن عابدين رحمه الله قال في البحر، وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولايذهب به الى الاكابر والظاهر ان الكراهة تنزيهية. اهـ.

(ردالمحتار ١/٦٤٠ ايچ ايم سعيد)

پیاز، لہسن کھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے:

پیاز یا لہسن کھانے کے بعد منہ کی بدبو زائل کئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ دربار خداوندی کی عظمت کے خلاف ہے اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے کچی پیاز کھانے سے منع فرمایا۔

عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: نهى رسول الله ﷺ عن اكل الثوم الامطبوخا. رواه الترمذی (مشكوة: ١/٣٨٧)

خواتین کا رکوع:

خواتین رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں:

۱۔ جب قیام سے فارغ ہو جائے تو رکوع کرنے کے لئے "اللہ اکبر" کہیں جس وقت رکوع کرنے کے لئے جھکیں اسی وقت تکبیر کہنا بھی شروع کریں اور رکوع میں جاتے ہی تکبیر ختم کر دیں۔

۲۔ خواتین رکوع میں معمولی جھکیں کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں مردوں کی طرح خوب اچھی طرح نہ جھکیں۔(شامی)

۳۔ خواتین گھٹنوں پر ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھیں مردوں کی طرح کشادہ کر کے گھٹنوں کو نہ پکڑیں اور گھٹنوں کو ذرا آگے جھکا لیں اور اپنی کہنیاں بھی پہلو سے خوب ملا کر رکھیں۔

وأما المرأة فتنحني في الركوع والسجود يسيرا ولا تفرج ولكن

تضم يدها على ركبتيها وضعا وتحني ركبتيها ولا تجافي عضديها لأن ذلك أستر لها. (شرح التنوير ۱/۵۱۵)

رکوع کے غلط طریقہ کی اصلاح:

رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اس قدر سیدھی کھڑی ہونی چاہئے کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے، بعض خواتین کھڑے ہوتے وقت سیدھی کھڑی ہونے کے بجائے صرف کھڑے ہونے کا اشارہ کردیتی ہیں اور جسم کے جھکاؤ کی حالت میں ہی سجدہ کے لئے چلی جاتی ہیں۔ ان کے ذمہ نماز کا لوٹانا واجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔ جب تک سیدھی ہونے کا اطمینان نہ ہوجائے سجدہ میں نہ جائیں۔ یہی حکم مردوں کے لئے بھی ہے اس لئے مردوں کو بھی اہتمام سے سیدھا کھڑا ہونا چاہئے۔

خواتین کا سجدہ:

سجدہ میں خواتین خوب سمٹ کر دبک کر اس طرح سجدہ کریں کہ پیٹ رانوں سے بالکل مل جائے بازو بھی پہلوؤں سے بالکل ملے ہوئے ہوں نیز پاؤں کھڑا کرنے کے بجائے انہیں دائیں طرف نکال کر بچھادیں جہاں تک ہوسکے انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھیں نیز کہنیوں سمیت بانہیں بھی زمین پر رکھیں۔ مردوں کا حکم اس کے برعکس ہے۔
جیسا کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے بیان میں گزرچکا ہے۔

والمرأة تنخفض فلا تبدي عضديها وتلصق بطنها بفخذيها لأنه أستر.

(ردالمحتار ۱/۵۲۶)

سجدہ کے غلط طریقہ کی اصلاح:

ایک سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جایں پھر دوسرا سجدہ کریں ذرا سا ''سر'' اٹھا کر سیدھی ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کرلینا گناہ ہے اور اس طرح کرنے سے نماز کا لوٹانا واجب ہوجاتا ہے۔ اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

وتعديل الاركان اى تسكين الجوارح قدر تسبيحة فى الركوع والسجود وكذا فى الرفع منهما على ما اختاره الكمال. (الدر على هامش ردالمحتار ۱/٤٦٤)

ناخن پالش اور نماز:

بعض خواتین جو ناخن پالش لگاتی ہین اور زینت حاصل کرتی ہیں۔ان کو سمجھنا چاہیے کہ ایسی تزئین حرام ہے جو شرعی فرائض کی صحت سے مانع ہو جو چیز بدن تک پانی پہنچنے سے مانع ہو اس کی موجودگی میں وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا اگر بال برابر بھی جگہ خشک رہ گئی تو وضو اور غسل نہ ہوگا۔حضرات فقہاء نے گوندھے ہوئے خشک آٹے کو صحت۔وضو سے مانع قرار دیا ہے حالانکہ وہ ناخن پالش جتنا سخت نہیں ہوتا اور اس کی ضرورت بھی ہے۔جبکہ ناخن پالش کی کوئی ضرورت نہیں۔لہٰذا جتنی بھی نمازیں ناخن پالش لگا کر پڑھی جائیں گی سب واجب لاعادہ ہوں گی اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی کرنی ہوگی۔(احسن الفتاوی ۲/۲۷)

خواتین ناخنوں کو رنگنے کے لئے مہندی استعمال کریں یہ وضو اور غسل کی صحت سے مانع نہیں ہے۔باقی نمازوں کے علاوہ اوقات میں ناخن پالش کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔

بیوٹی پارلر اور نماز:

خواتین کو آرائش وزیبائش کی تو اجازت ہے لیکن شرعی حدود کے اندر رہ کر، لہٰذا موجودہ دور میں بیوٹی پارلر کے نام پر جو پیشہ اختیار کیا جاتا ہے اس میں چند قباحتیں مختصراً یہ ہیں:

۱۔ بعض جگہ مرد یہ کام انجام دیتے ہیں یہ خالصتاً بے حیائی ہے۔جو کہ زنا کے حکم میں داخل ہے۔

۲۔ ایسی خواتین بازاروں میں حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں یہ بھی بے حیائی

ہے۔

۳- بعض دفعہ بیوٹی پارلر میں جا کر ایسی شکل وصورت بنالیتی ہیں جو مردوں سے مشابہ ہوجاتی ہے۔ حدیث میں ایسے مردوں اور عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

۴- کہیں یہ بیوٹی پارلر کے مراکز فحاشی کے خفیہ اڈے ہوتے ہیں۔

۵- عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے کاروبار کرنے والوں کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) دین وایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا، اس لئے یہ ظاہری زیبائش باطنی بگاڑ کا ذریعہ بھی ہے۔ (ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل)

پھر بیوٹی پارلر سے نکلنے کے بعد وضو ونماز کا تو دھیان ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اگر وضو کرتی ہے تو رنگ وروغن اتر جاتا ہے، اگر نہیں کرتی تو نماز پڑھنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے، اس طرح بہت سی نمازیں ضائع ہوجاتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیوٹی پارلر کا پیشہ کئی خلاف شرع امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ خواتین کے لیے اس میں شرعی نقصان کے علاوہ جسمانی صحت کا بھی نقصان ہے، جس کی تفصیل شروع میں گزر چکی ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔

عورتوں کے لئے ساڑھی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم:

اگر ساڑھی اس طرح ہو کہ اس سے پورا جسم چھپ جائے، ستر (یعنی چہرہ ہتھیلی، قدم کے علاوہ پورا جسم) کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تو اس میں نماز ہوجائے گی اگر ستر پورا نہ ڈھکے اور اوپر کوئی ایسی بڑی چادر بھی نہیں جس سے ستر پورا چھپ جائے تو اس میں نماز نہیں ہوگی۔

(امداد الاحکام: ۱/۵٦٦)

(نوٹ:) جس خلاف شرع ساڑھی میں نماز نہیں ہوتی اس کا استعمال بھی جائز نہیں۔

نماز میں بلاضرورت کھجلانا مکروہ تحریمی ہے:

نماز میں اعضاء جوارح کو سکون سے رکھنا چاہئے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے نماز میں بلاضرورت ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے، اور نماز واجب الاعادہ ہے، اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ کھجائے بغیر یکسوئی برقرار نہ رہے تو ایک بار کھجلانا بلا کراہت جائز ہے تین بار اس طرح کھجلانا کہ درمیان ایک رکن (یعنی تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ) کی مقدار توقف نہ ہو، تو یہ مفسد نماز ہے، اس لئے خوب احتیاط کرنا ضروری ہے۔

كذا ذكره ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ ونصه قال في الفيض الحك بيد واحدة في ركن ثلاثة مرات يفسد الصلوة ان رفع يده في كل مرة.

(ردالمحتار ۱/۵۹۹)(احسن الفتاویٰ :۳/۴۱۶)

نماز میں لاحول پڑھنا:

اگر دنیوی امور کے متعلق کوئی وسوسہ آنے کی وجہ سے لاحول پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امور آخرت کے متعلق پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

قال في العلائية لوحوقل لدفع الوسوسة ان لامور الدنيا لفسد لا لامور الأخرة. (ردالمحتار ۱/۶۲۱ ایچ ایم سعید)

مصلّٰی کا کونہ ناپاک ہوجائے:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خواتین نماز پڑھ رہی ہوتی ہیں بچہ جو قریب میں ہے وہ مصلّٰی پر بیٹھ کر پیشاب کردیتا ہے، یا اور کوئی صورت پیش آئی جس سے مصلّٰی کا ایک حصہ ناپاک ہوگیا تو ایسی صورت میں نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر دوسری طرف اتنی پاک جگہ ہے کہ جس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے تو نماز ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

في شروط الصلوة من التنوير هي طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه

ومكانه وقال ابن عابدين (قوله مكانه) فلا تمنع النجاسة فی طرف البساط ولو صغیرًا علی الاصح. (ردالمحتار ۳۷٤/۱)

پیشاب پاخانہ کے تقاضا کے ساتھ نماز ادا کرنا:

پیشاب پاخانہ کا اس قدر شدید تقاضا ہو کہ نماز میں یکسوئی اور اطمینان ختم ہو جائے تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے نماز شروع کرنے سے پہلے اگر ایسا تقاضہ ہو تو شروع کرنا جائز نہیں اور اگر شروع کرنے کے بعد درمیان میں ایسا تقاضا پیدا ہوا تو نماز قطع کر دے فراغت کے بعد اطمینان سے پڑھے، البتہ اگر دونوں صورت میں نماز قضاء ہونے کا خطرہ ہو مثلاً فجر کا بالکل آخری وقت ہے فراغت کے لئے جائے تو سورج نکل آئے گا تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے قضاء نہ ہونے دے۔ بشرطیکہ قابل برداشت ہو۔

(ملخص از احسن الفتاویٰ :۳/۴۳۱)

كما في مكروهات الصلوٰة من التنوير وصلوٰته مع مدافعة الأخبثين إلخ. (ردالمحتار ۱/۶۰۰)

بچہ نماز میں ماں کا سر ننگا کردے:

اگر نماز کے دوران چھوٹا بچہ ماں کا سر ننگا کر دے تو حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کی مقدار سر کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جائے گی اگر سر کھلتے ہی فوراً ڈھانک لیا تو نماز ہو جائے گی۔

وبدن الحرة كلها عورة الا وجهها وكفيها. (شرح البداية ۱/۷۷)

نماز میں بلا قصد کوئی لفظ نکل جانا:

اگر دوران نماز بے خیالی سے اردو یا فارسی میں حمد و ثنا کا کوئی لفظ نکل گیا تو یہ نماز ... الاعادہ ہے، اگر عربی میں حمد و ثنا کا کوئی لفظ نکلا تو نماز واجب الاعادہ نہیں تاہم عربی

زبان میں بھی بے موقع حمد وثناء کے الفاظ سے احتراز کرنا چاہئے، اگر بے خیالی میں حمد وثناء کے علاوہ اور کوئی کلمہ ادا ہو گیا جو کہ کلام الناس میں سے ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، خواہ کسی بھی زبان میں ہو، نماز فاسد ہونے کی صورت میں از سر نو تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرے، اور سابقہ رکعات امام کے فراغت کے بعد پڑھے البتہ کراہت تحریمیہ کی صورت یہ نماز امام کے ساتھ پوری کرے پھر بعد میں اس کو لوٹائے۔

من تكلم فى الصلوة عامدا او ساهيا بطلت صلوته. (هدايه ۱۱۹/۱)

سجدہ میں دوپٹہ پیشانی پر آنے کا حکم:

نماز کے لئے سر پر دوپٹہ اس طرح رکھے کہ پیشانی سجدہ کے لئے خالی رہے اگر کسی وجہ سے دوپٹہ سرک کر سجدہ کی جگہ آ گیا اور اسی پر سجدہ کر لیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۹/۳)

خواتین کے لئے اذان کا انتظار ضروری نہیں:

خواتین کے لئے افضل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد فوراً نماز پڑھ لیں۔ ان کو اذان کا انتظار ضروری نہیں البتہ وقت کا پتہ نہ چلے تو اذان کا انتظار کریں۔

نماز میں آنکھیں بند نہ کریں:

نماز کے دوران مستقل آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے۔ اگر آنکھیں بند کرنے سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے تب بھی افضل یہی ہے کہ آنکھیں کھول کر نمازیں پڑھی جائیں۔ تاہم اگر آنکھیں کبھی کھول لے اور کبھی بند کرے مستقل بند نہ رکھے تو اس صورت میں کراہت نہ ہوگی۔

وكره تغميض عينيه إلا لكمال الخشوع بأن خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر. (ردالمحتار ۶۷۴/۱)

نماز کے دوران چھینک آئے:

اگر نماز کے دوران چھینک آئے تو الحمدللہ نہ کہا جائے تاہم اگر کسی نے بے خیالی میں کہہ دیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

لیکن جواب میں اگر کسی نے "یرحمک اللہ" کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ویفسدها تشمیت عاطس لغیره بیرحمك الله ولو من العاطس لنفسه لا. (ردالمحتار ۱/۶۲۰)

حیض کا خون بند ہونے پر نماز کا حکم:

اگر کسی عورت کی دس روز سے کم میں خون بند ہونے کی عادت ہے۔ تو نماز فرض ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ خون بند ہونے کے بعد اتنا وقت مل جائے کہ جس میں جلدی سے غسل کا فرض ادا کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، تو اس وقت کی نماز فرض ہوگی، اگر نہیں پڑھی تو قضاء کرے اور اگر پورے دس روز تک خون آتا ہو تو اگر وقت ختم ہونے سے صرف اتنی دیر پہلے دس روز پورے ہو گئے جس میں بدون غسل کئے صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس وقت کی نماز فرض ہوگئی اس کی قضاء کرے۔

ولو انقطع لعشرة فقضى الصلوة ان بقى قدر التحريمة الى قوله فاذا ادركت من اخر الوقت قدر التحريمة وجبد القضاء وان لم تمكن من الغسل لانها ادركت قبل الخروج من الحيض جزء من الوقت

(ردالمحتار ۱/۲۰۶)

اس مسئلہ میں عورتیں بہت ہی بے احتیاطی کرتی ہیں اگرچہ خون دس دن سے پہلے بند ہو جائے تب بھی دس دن تک بیٹھی رہتی ہیں بعض عورتیں خیال نہیں رکھتیں خون کس وقت بند ہو رہا ہے نماز کا وقت باقی ہے یا نہیں خون بند ہونے کے بعد کس وقت پھر سے نماز فرض

ہورہی ہے اس کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

نماز میں ہنسنا:

نماز میں کسی کو ہنسی آ گئی اور ہنسی میں دانت کھل گئے آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز گئی اور اگر اتنی آواز نکلی کہ خود یا بالکل قریب والے شخص نے بھی سن لی تو نماز ٹوٹ گئی۔ مگر وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر اتنی زور سے ہنسا کہ اہل مجلس نے آواز سن لی تو وضو بھی جاتا رہا، بشرطیکہ یہ ہنسنے والا نمازی بالغ مرد یا عورت ہو۔ کیونکہ ہنسنے سے بچوں کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

قال صاحب التنوير في نواقض الوضوء وقهقهة بالغ إلخ.

(ردالمحتار ۱/۱۳۴)

تصویر والے مقام میں نماز:

تصویر والے مقام میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے چاہے تصویر نمازی کے سامنے ہو یا اوپر ہو، یا دائیں بائیں جانب ہو۔

في مكروهات الصلوٰة من التنوير ولبس ثوب فيه تماثيل وان يكون فوق راسه او بحذائه تمثال واختلف فيما اذا كان خلفه الأظهر الكراهة.

(ردالمحتار ۱/۶۰۶)

چوری کے لباس میں نماز:

جو لباس خود چرایا یا کسی اور نے دیا اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ چوری کا ہے دونوں صورتوں میں اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور یہ نماز واجب الاعادہ ہے۔

فی مكروهات الصلوة وارض مغصوبة او للغير. (ردالمحتار ۱/۳۸۱)

پیشانی پر کپڑا ہونے کی حالت میں سجدہ:

اگر کسی نے سر پر رومال اس طرح باندھا کہ پیشانی ڈھک گئی، تو اس حالت میں سجدہ کرنے سے سجدہ تو ادا ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر عمامہ کو پیشانی پر باندھا

اورصرف عمامہ کے کنارے پرسجدہ کیا پیشانی زمین پر نہیں لگائی، تو سجدہ ادا نہ ہوا اور نماز بھی نہیں ہوئی اس نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

یکره تنزيها لكور عمامته الا لعذر وان صح عندنا بشرط كونه على جبهته كلها او بعضها كما مر اذا كان الكور على راسه فقط وسجد عليه مقتصرا اى لم تصب الارض جبهته ولا انفه على القول به لايصح لعدم السجود على محله.

(احسن الفتاوىٰ بحواله ردالمحتار ۱/۴۶۸)

گدے پر سجدہ کا حکم:

گدرے پر نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر گدا بالکل ہلکا ہے کہ اس پر سجدہ زمین پر سجدہ کی طرح ہے سر اس پر ٹک جاتا ہے یا موٹا گدا ہے لیکن اتنا سخت ہے کہ سر کے مکمل بوجھ کو برداشت کر لیتا ہے تو دونوں صورتوں میں گدے پر نماز صحیح ہو جائے گی، اگر برداشت نہ کر سکے بلکہ دبتا ہی چلا جائے تو اس پر نماز صحیح نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله وإن يجد حجم الأرض وفي الشامية تفسيره ان الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلك.

(ردالمحتار ۱/۴۶۸)

بارش کی وجہ سے نماز توڑنا:

اگر مسجد سے باہر صحن میں جماعت سے نماز ادا کی جارہی ہو یا کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے اس دوران سخت بارش شروع ہو جائے تو نماز توڑنا جائز نہیں، البتہ بارش سے کسی کو مرض کا خطرہ ہو یا بھیگنے سے ساڑھے تین (۳.۵) ماشہ (۳.۴۰۲ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر مالی نقصان ہو رہا تو ایسا شخص نماز توڑ سکتا ہے۔ (احسن الفتاوىٰ ۳/۴۳۸)

کھاد والی گھاس پر نماز:

جس گھاس پر کھاد ڈالی گئی ہو اس پر نماز صحیح ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کھاد بالکل مٹی بن جائے اور اس کا علیحدہ وجود قطعاً نظر نہ آئے، دوسری صورت یہ کہ گھاس اتنی گھنی اور بڑی ہو کہ کھاد تک نمازی کا کوئی عضو نہ پہنچے، کھاد سے نجس پانی جو گھاس کو لگا ہو جب وہ پانی خشک ہو جائے تو گھاس پاک ہو جائے گی۔ (احسن الفتاوی ج۳/ ۴۴۰)

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کی حد:

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کی حد کیا ہونی چاہئے اس بارے میں کتاب نفع المفتی والسائل میں ہے۔

صلی النفل قاعدا فكيف يركع فيه المستحب ان يركع بحيث يحاذى جبهته قدام ركبتيه نقله الشامى عن حاشية الفال عن البرجندى .

اس عبارت کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی نے فرمایا کہ عبارت مذکورہ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ پیشانی گھٹنوں کے سامنے قبلہ کی طرف اتنی نیچے جھک جائے کہ گھٹنوں کے برابر ہو جائے یعنی گھٹنوں اور پیشانی کا فاصلہ زمین سے برابر ہو، مگر علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں ابوالسعود سے اور حاشیہ مراقی الفلاح میں حموی سے **یحاذی جبهته ركبته** نقل کیا ہے: قدام کا لفظ نہیں جس کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ جبہ گھٹنوں کے اوپر کی سیدھ میں آجائے مزید بریں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ رکوع میں اتنا نہ جھکے کہ سجدہ کے قریب ہو جائے۔

ونصه وفى الحموى فان ركع جالسا ينبغى ان يحاذى جبهته ركبتيه ليحصل الركوع ا هـ ولعل مراده انحناء الظهر بالحقيقة لانه يبالغ فيه حتى يكون قريبا من السجود. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۲۵)

سنت موکدہ اور نفل ایک سلام سے پڑھنا:

اگر کوئی شخص ظہر کے بعد کی دو سنت یا مغرب کے بعد کی دو سنت کو دو رکعت نفل سے جمع کر کے ایک ہی تحریمہ اور ایک ہی سلام سے پڑھے تو یہ جائز ہے اگر چہ بہتر اور افضل طریقہ سنت اور نفل کو الگ الگ سلام سے پڑھنا ہے۔لہذا الگ الگ پڑھنے کا معمول بنائے کبھی اتفاقاً ایک سلام سے پڑھ لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

قال فی الدر المختار وست بعد المغرب، لكتب من الاوابين (الی قوله) واختار هو انه اذا صلى اربعا بتسليمة او تسليمتين وقع على السنة والمندوب وحقق ذلك بما لا مزيد عليه واقره فی شرح المنية والبحر والنهر انتهى.

ظہر اور جمعہ سے پہلے کی سنتیں رہ گئیں:

ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ قبل والی اگر فرض سے پہلے کسی وجہ سے رہ گئیں تو فرض کے بعد پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، بلا عذر ترک کر دینا درست نہیں۔

قال ابن عابدين رحمه الله (قوله على انها سنة) ای اتفاقا الخ.

(ردالمحتار ۶۷۳/۳)

فرض صحیح نہ ہوئے تو بعد والی سنتیں دوبارہ پڑھے:

اگر کسی کی عشاء کی فرض نماز صحیح نہ ہوئی مثلاً سجدہ سہو واجب تھا، یاد نہ آیا سلام کے بعد سنتیں اور وتر سے فارغ ہو کر یاد آیا تو فرض کے اعادہ کے بعد سنتوں کا اعادہ تو ضروری ہے کیونکہ وہ فرض کے تابع ہیں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، کیونکہ وتر مستقل نماز ہے اور ترتیب عذر کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

قال فی الشامية لو صلى الوتر ناسيا انه لم يصل العشاء ثم صلاها لا

يعيد الوتر لقولهم انه لو صلى العشاء بلاوضوء والوتر والسنة به يعيد العشاء والسنة لاالوتر لانه اداه ناسيا ان العشاء في ذمته فسقط الترتيب افاده.(ردالمحتار ۱/۶۸۱)

فجر کی سنت کس جگہ پڑھی جائے:

سنت فجر گھر میں ادا کر کے مسجد جانا چاہئے خصوصا جبکہ جماعت کھڑی ہونے کا وقت قریب ہو اگر گھر میں سنت نہیں پڑھی اور مسجد میں اس وقت پہنچا کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو مسجد میں کسی ستون کے یا دیوار کی آڑ میں پڑھے، امام کی قرأت سنائی دینے میں کوئی حرج نہیں۔صف کے پیچھے بلا حائل سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(قوله عند باب المسجد) اى خارج المسجد كما صرح به القهستاني وقال في العناية لانه لو صلاها في المسجد كان متنفلا فيه عنداشتغال الامام بالفريضة وهو مكروه فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلوٰة يصليها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد الخ.

(ردالمحتار ۱/۶۷۱)

نفل کی دوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا:

اگر نفل کی دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا، سہوا کھڑا ہو گیا، اور تیسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آیا اور چوتھی رکعت ملا کر آخر میں سجدہ سہو کر لیا، تو قیاس کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ پوری نماز فاسد ہو، پہلی دو رکعت ترک قعدہ کی وجہ سے اور شفع ثانی اس لئے کہ وہ شفع اول پر مبنی ہے والمبنی علی الفاسد فاسد مگر استحسانا چاروں رکعتیں صحیح ہیں۔اس لئے شفع ثانی شروع کرنے سے تشبہ بالفرائض کی وجہ سے نفل کے قعدہ کی فرضیت واجب سے تبدیل ہوئی۔اور ترک واجب کا تدارک سجدۂ سہو سے ہو گیا۔

قال فی العلائیة والاصل ان کل شفع صلوة الابعارض اقتداء او نذراوترك قعود اول الخ. (شامیه ج۱ صـ ٦٤٨)احسن الفتاوی ۳/٤٦٣

اشراق، چاشت اوابین کی رکعتیں:

اشراق وچاشت دونوں کی کم ازکم دودورکعتیں ہیں، اشراق کی زیادہ سے زیادہ چار رکعتیں ہیں اور چاشت کی زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں، اوراوابین دورکعت سنت مؤکدہ سمیت کم ازکم چھ زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں۔

(احسن الفتاوی۳/٤٦٥، بحواله ترمذي ۱/۱۰۹ ابوداؤد ۱/۱۲۹)

اشراق چاشت اور تہجد کے اوقات:

۱۔ طلوع کے بعد جب آفتاب میں اتنی تیزی آجائے کہ اس پر کچھ دیر تک نظر جمانا مشکل ہوتو اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے اس کی مقدار ہر مقام وموسم میں مختلف ہوتی ہے، اشراق کا وقت نصف النہار تک رہتا ہے، مگر شروع میں پڑھنا افضل ہے۔

۲۔ چاشت کا وقت اشراق کے متصلا بعد شروع ہوکر نصف النہار تک ہے اور اس کا افضل وقت دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ہے۔

۳۔ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے جو شخص رات کی ایک تہائی تہجد میں مشغول رہنا چاہے اس کے لئے افضل وقت یہ ہے کہ رات کے تین حصے کرکے درمیانی میں تہجد پڑھے، اول آخر میں سوئے اگر نصف شب تہجد میں گزارنا چاہے تو آخری نصف افضل ہے۔

اگر تہجد کے لئے آنکھ نہ کھلنے کا خطرہ ہوتو نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے دورکعت بنیت تہجد پڑھ کر سوجائے۔ اور پھر اٹھ کر تہجد پڑھنے کا ارادہ بھی رکھے۔ اگر آنکھ نہ کھلی تو تہجد کا ثواب مل جائے گا۔

لحديث ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه مولى رسول الله ﷺ قال كنا في سفر فقال ان هذا السفر جهد وثقل، فاذا اوتر احدكم فليركع ركعتين، فان استيقظ والا كانتا له.

(شرح معاني الآثار ١/ ١٦٨ ـ(احسن الفتاوى ٣/ ٤٦٣)

فجر کی سنت رہ گئی:

اگر کسی وجہ سے فجر کے فرض کے ساتھ سنت نہ پڑھی جا سکی اس کو آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پڑھنا تو جائز نہیں البتہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پڑھ لینا بہتر ہے، ضروری نہیں ہے اگر فرض بھی قضا ہو گیا تو طلوع آفتاب کے بعد پہلے سنت پھر فرض پڑھے، زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا لازم ہے سنت کی نہیں۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ لا يقضى سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال إلخ. (ردالمحتار ١/٦٧٣)

نماز مغرب سے پہلے تحیۃ الوضو کا حکم:

عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نفل پڑھنا جائز نہیں، البتہ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے وقت میں گنجائش ہو تو دو رکعت نفل مختصر طور پر پڑھنا جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نماز مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: وأفاد في الفتح وأقره في الحلية والبحر إن صلوة ركعتين إذا تجوز فيها لا تزيد على اليسير فيباح فعلها وقد أطال في تحقيق ذلك في الفتح في باب الوتر والنوافل.

(ردالمحتار ١/٣٤٥)

سنن وفرائض کے درمیان فصل:

ظہر کی سنت قبلیہ اور فرض کے درمیان اس طرح فجر کی سنت وفرض کے درمیان بلاضرورت شدیدہ کوئی ایسا کام کرنا جو تحریمہ کے خلاف ہو سنت کے ثواب کو کم کر دیتا ہے، اس لئے اجتناب کرنا چاہئے نیز فرض کے بعد بھی سنتوں کو فوراً ادا کرنا چاہئے درمیان میں بلاضرورت کوئی بات چیت یا دیگر کوئی کام نہ کرے۔

والتفصيل في العلائية والشامية ١/٦٣٦ مصري.

نفل پڑھتے ہوئے صبح ہوگئی:

طلوع فجر کے بعد سوائے سنت فجر کے کوئی نفل یا واجب لغیرہ پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر کوئی تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد فجر طلوع ہوگئی اس نماز کو مکمل کرنا افضل ہے۔

قال فی الشامية (قوله قصدا) احترز به عما لو صلی تطوعا فی اٰخر الليل فلما صلی رکعة طلع الفجر فان الافضل اتمامها لان وقوعه فی التطوع بعد الفجر لا عن قصد ولا ينوبان عن سنة الفجر على الاصح.

(ردالمحتار ١/ ٣٤٨)

ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت کا حکم:

ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت کرنا جائز ہے، البتہ جہر میں تکلف کرنا یا اتنا جہر کرنا کہ نماز میں تشویش کا باعث بنے یا کسی کے لئے ایذاء کا باعث ہو جائز نہیں۔

وفي الشامية تحت قوله فان زاد عليه اساء وفي الزاهدي عن ابي جعفر لوزاد على الحاجة فهو افضل الا اذا أجهد نفسه اواٰذى غيره؛ قهستاني (ردالمحتار ١/٤٩٧)

جہری نماز کی قضاء دن میں باجماعت کی جائے تو جہر واجب ہے:

اگر کسی جماعت کی جہری نماز قضاء ہوگئی اب وہ دن میں اس نماز کو قضاء کرنا چاہتی ہیں تو امام پر جہر واجب ہے۔

قال في التنوير: ويجهر الامام في الفجر واولى العشائين اداء وقضاء وجمعة وعيدين وتراويح ووتر بعدها.(ردالمحتار ۲۹۷/۱)

فاتحہ خلف الامام، امین بالجہر رفع یدین میں مذاہب ائمہ کی تفصیل:

امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں جہری نماز میں قراءۃ خلف الامام جائز نہیں، البتہ سری نماز میں امام مالک اور امام احمد کے ہاں مستحب ہے، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے صرف امام شافعی اس کے قائل ہیں کہ سری نماز میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام واجب ہے، جہری نماز میں وہ بھی منع فرماتے تھے شوافع کا خیال ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ آخر عمر میں جہری نماز میں بھی وجوبِ فاتحہ الامام کے قائل ہو گئے تھے، مگر اوّلاً یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ کا آخری قول کیا ہے؟ آپ نے کتاب الام میں منع فرمایا ہے اس کتاب کو بعض نے کتب قدیمہ میں شمار کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ کتاب الام آپ کی کتب جدیدہ میں سے ہے۔

كما صرح به السيوطي في حسن المحاضرة : ۱۲۲/۱، والحافظ ابن كثير في البداية والنهاية: ۲۵۲/۱.

ثانیاً اگر قولِ منع کو قدیم بھی فرض کرلیا جائے تو اس سے رجوع بصورتِ ایجاب فرمایا ہے یا بصورتِ استحباب یا جواز؟ تینوں اقوال ہیں، غرضیکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جہری نماز میں وجوب فاتحہ خلف الامام کا کوئی یقینی ثبوت نہیں ملتا، نیز آپ نے امام کے ساتھ قراءت کی اجازت نہیں دی، بلکہ سکتاتِ امام میں قراءت کے قائل ہیں (مغنی لابن قدامۃ:

۱/۶۰۹، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۱۷، مختصر المزنی: ۱/۷۶، تنوع العبادات لابن تیمیۃ: ۸۷، فصل الخطاب للشیخ انور شاہ)۔

آمین، امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی واحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں جہراً مندوب ہے۔

(فیض الباری: ۲/۲۹۱، فتح الملھم: ۲/۴۹)

اسی طرح رفع یدین بھی امام شافعی واحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحب ہے اور امام اعظم و مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں ترکِ رفع مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۷۸)

نفاس کا خون بند ہونے پر نماز کا حکم:

اگر چالیس دن سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز شروع کر دے۔ ہرگز کوئی نماز قضاء نہ ہونے دے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت للنفساء اربعین یوما الا ان تری الطھر قبل ذلک. (ردالمحتار ۱/۳۰۹)

نفاس کا خون بند ہونے پر نماز کی تفصیل وہی ہے جو حیض کے بیان میں گزر گئی۔

اسقاط کے بعد آنے والے خون کا حکم:

اگر حمل چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کا ہو تو ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس کا ہوگا۔ اگر حمل پر چار ماہ نہ گزرے ہوں تو یہ خون حیض ہے، بشرطیکہ تین روز یا اس سے زیادہ آئے اگر تین روز سے کم آیا تو استحاضہ ہے۔ اگر چار ماہ نہیں گزرے تھے اس کے باوجود خون کو نفاس سمجھ کر نماز چھوڑ دیں تو ان کی قضا فرض ہے۔

قال فی شرح التنویر: وسقط وظھر بعض خلقہ کید أو رجل أو

اصبع او ظفر او شعر ولا یتبین خلقه الا بعد مائة وعشرین یوما ولد حکما فیصیر المرأة به نفساء الخ. (شامیه: ۱/۲۷۹)

مستحاضہ کی نماز:

جس عورت کو تین دن سے کم یا دس روز سے زیادہ حیض کا خون آئے یا چالیس روز سے زیادہ نفاس کا خون آئے اسے مستحاضہ کہا جاتا ہے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ استحاضہ کے دنوں میں نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ اگر کسی عورت نے لاعلمی یا غفلت میں نماز نہیں پڑھی اس کی قضاء لازم ہے۔

ودم الاستحاضة حکمه کرعاف دائم لا یمنع صوما وصلوة وجماعا

(شرح التنویر ۱/۳۰۷)

حیض اور نفاس والی خاتون نماز کے اوقات میں تسبیح کریں:

عورت کے لئے مستحب ہے کہ حیض اور نفاس کے دنوں میں نماز کے اوقات میں وضو کر کے مصلیٰ پر اتنی دیر بیٹھ کر تسبیح، درود شریف اور ذکر و اذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھ لیتی ہیں۔ اس عمل کو اپنا لینے میں ثواب کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز وعبادت کی عادت پختہ رہے گی اور حیض نفاس سے پاک ہوتے ہی نماز شروع کر دینے میں کوئی دقت و مشقت پیش نہیں آئے گی۔

ویستحب لها ان تتوضاء لوقت کل صلاة وتقعد علی مصلاها وتسبح وتهلل وتکبر بقدر ادائها کی لا تنسیٰ عادتها الخ.

(شامی: ۱/۲۱۳)

تصویر والے کپڑے میں نماز کا حکم:

- ایسا کپڑا جس میں جاندار کی تصاویر ہوں، اس کو پہن کر نماز پڑھنا مرد و عورت دونوں

کے لئے مکروہ ہے، اور نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔

وكره لبس ثوب فيه تصاوير الخ (كنز الدقائق) لانه يشبه حامل الصنم فيكره وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه اولم يصل الخ -

قال ابن عابدين رحمه الله ولبس ثوب فيه تماثيل) ذى روح وان يكون فوق راسه او بين يديه الخ. (ردالمحتار ۱/۶۴۸)

معذور کی تعریف اور احکام:

کسی کی ایسی نکسیر پھوٹی کہ بند ہی نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے، کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اور اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو سے نماز فرض پڑھ سکے تو ایسے شخص کو "معذور" کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، اور پھر سے کرنا پڑے گا، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کی ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کر لیا تو جب تک ظہر کا وقت باقی رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ اگر پیشاب یا پاخانہ کیا یا سوئی چبھ گئی، اس کی وجہ سے خون نکل آیا تو وضو جاتا رہے گا، پھر دوبارہ وضو کرنا لازم ہوگا۔

وصاحب عذر من به سلسل بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق البطن إلى قوله وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه ونحوه لكل فرض اللام للوقت كما في دلوك الشمس ثم يصلى به فرضا ونفلا فدخل الواجب بالأولىٰ فإذا خرج الوقت بطل. (درمختار ۱/۳۱۳)

معذور ایک وضو سے کتنی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟

معذور نے جس نماز کے لئے وضو کیا ہے جب اس نماز کا وقت چلا گیا تو اب دوسرے

وقت کے لئے دوسرا وضو کرے اور اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور وقت کے اندر اندر اس وضو سے فرض، سنت، واجب قضاء، اداء اور نفل نماز جو چاہے پڑھے۔

(درمختار ۱/۳۱۳)

معذور کس وقت شمار ہوگا؟

معذور ہونے کا حکم اس وقت لگاتے ہیں جب کہ پورا ایک نماز کا وقت اسی طرح گزر جائے کہ خون وغیرہ اسی طرح برابر بہتا رہا اور اتنا بھی وقت نہ ملا کہ اس وقت کی فرض نماز وضو سے پڑھ لی جاتی، اگر بغیر عذر کی حالت کے اتنا وقت مل گیا کہ اس میں طہارت سے نماز پڑھی جاسکتی تھی تو اس کو معذور شرعی نہ کہیں گے، اس کو خوب سمجھ لو، کیونکہ اس بارے میں بہت سے لوگ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضا ويصلي فيه خاليا عن الحدث. (ردالمحتار ۱/۳۰۵)

غلط خیال کی اصلاح

سن بلوغ تک پہنچنے کے بعد جو نمازیں چھوٹ گئیں ان کو قضاء کئے بغیر صرف توبہ کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، بلکہ قضاء کرنا ہی ضروری ہے، اگر قضا کرتے کرتے موت آجائے اور ذمہ میں کچھ نمازیں رہ جائیں ان کے فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہے، اس بارے میں بعض لوگوں میں یہ غلط خیال مشہور ہے کہ نفل پڑھنے سے قضاء نمازوں کا فرض ذمہ سے اتر جاتا ہے، بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ رمضان المبارک میں نفل پڑھنے سے ستر فرض نمازیں ذمہ سے اتر جاتی ہیں، یہ نفسانی اور شیطانی خیالات ہیں شریعت میں اس کا کوئی اصل نہیں، بلکہ فوت شدہ نمازیں پوری پوی قضا کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر فرض ذمہ سے نہیں اتر سکتا ہے۔

نمازوں کا فدیہ

فوت شدہ نمازیں اگر قضا نہ ہوسکیں اب حالات سے اندازہ ہو رہا ہے کہ نمازیں پوری

نہ ہوسکیں گے بلکہ اس سے پہلے ہی موت واقع ہوجائے گی تو ایسی صورت میں فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہے، اور ورثہ میت کے تہائی مال سے فدیہ ادا کرنے کا شرعاً پابند ہیں، فدیہ کی مقدار یہ ہے کہ ہر نماز کے بدلہ میں ایک فطرہ کی مقدار فدیہ ادا کرے، اور دن کی پانچ نمازوں کے علاوہ وتر کا فدیہ ادا کرنا بھی لازم ہے یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لئے ہے۔

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله. (شرح التنویر: ۲/۱۹۱)

مرد کو نماز میں ٹخنے ڈھانکنا

مرد کے لئے نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں ٹخنے ڈھانکنا ناجائز اور گناہ ہے، حدیث میں اس پر جہنم کی وعید آئی ہے، نماز کے اندر گناہ کا ارتکاب اور بھی زیادہ برا ہے، نماز میں ٹخنے ڈھانکنے سے اگرچہ نماز ہوجائے گی مگر متکبرین کا شعار ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور واجب الاعادہ ہے۔

"قال الطحطاوي رحمه الله تعالى في المكروهات وكذا ماهو من عادة اهل التكبر." (طحطاوی علی المراقی: ۱۸۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنے ڈھانکنے، ڈاڑھی کٹانے اور گانے بجانے کو ان بداعمالیوں کی فہرست میں شمار فرمایا ہے جن کی وجہ سے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آیا۔ (درمنثور)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينظر الله يوم القيامة الى من جراز ازره بطرا. (متفق علیہ) **فقط والله تعالى اعلم.**

عمل کثیر کی تعریف:

عمل کثیر جو مفسد صلوٰۃ ہے اس کی تعریف میں پانچ قول ہیں:

۱- ایسا عمل کہ فاعل کو دور سے دیکھنے والے کو ظن غالب ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں۔

جس عمل سے نماز میں نہ ہونے کا ظن غالب نہ ہو بلکہ شبہ ہو وہ قلیل ہے۔

۲- جو کام عادۃ دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو جیسے ازار باندھنا اور عمامہ باندھنا وہ کثیر ہے خواہ ایک ہی ہاتھ سے کرے اور جو عمل عادۃ ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ دونوں ہاتھوں سے کرے تو قلیل ہے، جیسے ازار کھولنا اور ٹوپی سر سے اتارنا۔

۳- تین حرکات متوالیہ ہوں، یعنی ان کے درمیان بقدر رکن وقفہ نہ ہو تو عمل کثیر ہے ورنہ قلیل۔

۴- ایسا عمل کثیر ہے جو فاعل کو مقصود ہو کہ اس کو عادۃ مستقل مجلس میں کرتا ہو جیسے حالت نماز میں بچہ نے دودھ پی لیا۔

۵- نمازی کی رائے پر موقوف ہے وہ جس عمل کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے۔

پہلے تین اقوال زیادہ مشہور ہیں اور درحقیقت تینوں کا حاصل ایک ہی ہے اس لئے کہ قول ثانی وثالث میں مذکور عمل کے فاعل کو دیکھنے سے غیر نماز میں ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

قال في العلائيه ويفسدها كل عمل كثير ليس في اعمالها ولا لإصلاحها مالا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس فيها وان شك انه فيها ام لا فقليل إلخ والتفصيل في الشامية ۱/۵۸۳)

باب القراءۃ

نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا مفسد نماز ہے:

نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ اوراق نہ پلٹے، اس لئے کہ یہ خارج سے تلقن ہے جو کہ مفسد ہے جیسا کہ کسی خارج نماز آدمی سے لقمہ لینا مفسد ہے۔

"فی مفسدات الصلوة من شرح التنویر وقراء ته من مصحف ای مافیه قران مطلقًا لانه تعلم الخ، وقال ابن عابدین رحمه الله تعالی انه تلقن من المصحف فصار کما اذا تلقن من غیره." (ردالمحتار: ۵۸۳/۱)

نماز میں فاحش غلطی کی پھر صحیح کرلیا تو نماز ہوگئی:

اگر کسی نے غلطی سے فاما من ثقلت موازینه فامه هاویه پڑھ لیا، مگر پھر فوراً ہی صحیح کرلیا تو نماز ہوگئی۔

في الهندية ذكر في الفوائد لو قرأ في الصلوة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندي صلواته جائزة. (عالمگیریہ: ۸۲/۱)

سورت کے درمیان آیت چھوڑ دینا:

امام صاحب مثلاً عشاء کی نماز کی پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا من أهل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیهم البینة پڑھا، رسول من الله یتلو سے قیمة تک نہیں پڑھا، وما تفرق الذین سے آخر سورت تک پڑھا نماز ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں، بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"قال فی الشامیة لو انتقل فی الرکعة الواحدة من ایة الی ایة یکره وان کان بینهما ایات بلا ضرورة فان سها ثم تذکر یعود مراعاة الترتیب الأیات، شرح المنیة." (ردالمحتار: ۵۱۰/۱)

یہ حکم جب ہے کہ دوسری آیت کو پہلی کے ساتھ ملانے سے فسادِ معنی لازم نہ آئے، جیسا کہ صورتِ حال میں ہے، اگر ملانا مفسدِ معنی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ پہلی آیت پر وقف کرنے کی صورت میں نماز ہوجائے گی، اور اگر بدون وقف دوسری آیت ملائی تو نماز نہ ہوگی۔

اشقیٰ کے بجائے اتقیٰ پڑھ گیا:

ایک امام نے پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ پڑھی اور اس کی آیت ﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى﴾ کی بجائے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى، وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰى، الى اٰخر سورة الليل﴾ ختم کر دی بغیر درست کئے پہلی رکعت کا رکوع کیا تو اگر یخشیٰ پر وقف کر کے آگے پڑھا تو نماز ہوگئی، ورنہ نہیں۔

"وفی العلائية قال: وصحح الباقانی الفساد ان غير المعنى نحو رَبِّ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ للاضافة كما لو بدل كلمة بكلمة وغير المعنى نحو اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَنّٰتٍ، وفی الشامية وقيد الفساد فی الفتح وغيره بما اذا لم يقف وقفًا تامًّا اما لو وقف ثم قال لَفِىْ جَنّٰتٍ فلا تفسد." (ردالمحتار: ۱/۵۹۳)

باب الوتر

مسئلہ: وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ فرض کے قریب ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

والوتر واجب عند ابی حنيفة رحمه الله ووجب القضاء بالاجماع.

(شرح البدایہ ۱/۱۲۸)

مسئلہ۲: وتر کی تین رکعتیں ہیں، دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور ''التحیات'' پڑھے، درود نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ لینے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور ''الحمد للہ'' اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہے، [مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھائیں اور عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائیں] اور پھر ہاتھ باندھ لے، پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات'' اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

والوتر ثلث ركعات لايفصل بينهن بسلام ويقنت في الثالثة قبل الركوع. (هدايه ۱/۱۲۸)

دعاءِ قنوت:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ ، وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ)).

مسئلہ۳: وتر کی تینوں رکعتوں میں ''الحمد للہ'' کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔

مسئلہ۴: اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لی تب بھی نماز ہو گئی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

ولو نسيها اى القنوت ثم تذكره في الركوع لايقنت فيه لفوات محله

ولا یعود الی القیام فاذاعاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته وسجد للسهو. (شرح التنویر: ۱/ ۷۰۰)

مسئلہ ۵: جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے:

ربنا اٰتنا في الدنیا حسنة وفي الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار

یا تین دفعہ یہ کہہ لے «اللّٰھم اغفرلی»، یا تین دفعہ «یا رب» کہہ لے یا کوئی اور دعا پڑھے جو قرآن مجید یا حدیث میں آئی ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔

لیکن ساتھ ہی دعاء قنوت سیکھنے کا عمل بھی جاری رکھے، جلد سے جلد دعاء قنوت یاد کر کے اسی کا معمول بنائے۔

باب المساجد
مساجد کے احکام

مساجد وہ محبوب ترین جگہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیاری اور پسندیدہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے تمام مساجد کی اصل اور ماں یعنی کعبہ مشرفہ کو آباد فرمایا جس کو رب کریم نے اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾

(ال عمران: ۹٦)

یعنی بے شک وہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے قائم کیا گیا ہے وہ گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے برکت اور ہدایت والا (یعنی بیت اللہ)

بعض مفسرین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زمین کی پیدائش کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی، مساجد کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

أحب البلاد الی اللہ مساجدها و أبغض البلاد الی اللہ أسواقها. (مسلم)

یعنی دنیا کی جگہوں میں سے سب سے محبوب ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مساجد ہیں اور دنیا کی جگہوں میں سب سے مبغوض ترین جگہ بازار ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ عالم کو پیدا کرنے کا مقصد بحکم قرآن عزیز اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی اطاعت ہے۔

لہٰذا جو جگہیں اس مقصود کو زیادہ ادا کرتی ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین ہیں اور جن جگہوں میں ذکر اللہ کے بجائے غفلت اور اطاعت کے بجائے معصیت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین ہیں۔

مساجد ذکر وطاعات ہی کی غرض سے بنائی جاتی ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر محبوب ہوگی اسی قدر اس کی تعظیم وتوقیر اور شرف میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ مساجد کا احترام ہم پر واجب ولازم ہے اور مساجد اس لئے بھی قابل تعظیم ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کر کے کہا جاتا ہے: "بیت اللّٰہ" یعنی "اللہ تعالیٰ کا گھر۔"

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

" ان بيوت الله في الأرض مساجدها. (الطبراني)

یعنی ''بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ ان گھروں کو خداوند تعالیٰ سے خاص نسبت حاصل ہے ان پر اس کی خاص تجلی ہوتی ہے۔ ان میں انوار الٰہیہ پائے جاتے ہیں ان کو ذکر و طاعات سے آباد کرنے والوں پر ان کی کرنیں پڑتی ہیں۔ تو جب مساجد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو مساجد کی عظمت درحقیقت اللہ جل جلالہ کی عظمت ہوگی اور ان کی بے حرمتی اللہ پاک کی بے حرمتی ہوگی۔ ''العیاذ باللہ''

مساجد کی عظمت کو بجالانے اور ان کی بے حرمتی سے بچنے کے لئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے آداب واحکام تعلیم فرمائی ہیں۔ ان سے بعض ہم آداب واحکام کا اس کتاب میں ذکر کیا جاتا ہے، جن میں عموماً کوتاہیاں ہوتی ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

مسجد میں داخل ہونے کے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر کرے اور یہ دعاء پڑھے:

" بِسْمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ."

(مشکوٰۃ ۱/ ۶۸ باب المساجد)

پھر یہ نیت کرے کہ جب تک مسجد میں ہوں معتکف رہوں گا۔ اس کے بعد اگر وہ مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت ''تحیۃ المسجد'' کی نفل ادا کرے۔

مسئلہ: اوقات مکروہہ کے سوا جب بھی مسجد میں داخل ہو ''تحیۃ المسجد'' مسنون ہے وقتی نمازوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ پنج وقتہ نماز کے لئے داخل ہونے کے بعد اگر فرض یا سنت فوراً شروع کرے تو وہی ''تحیۃ المسجد'' کے قائم مقام ہوگا اگر تاخیر سے شروع کرے تو ''تحیۃ المسجد'' مستقل پڑھے۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ ۳/ ۴۸۳)

دن میں ایک بار "تحیۃ المسجد" سنت مؤکدہ ہے

اگر بار بار مسجد میں داخل ہونا پڑے تو ایک بار "تحیۃ المسجد" پڑھنا سنت مؤکدہ ہے خواہ پہلی مرتبہ دخول میں پڑھے یا آخری مرتبہ۔

قال في التنوير ويسن تحية المسجد، وفي الشامية كتب الشارح في هامش الخزائن ان هذا رد على صاحب الخلاصة حيث ذكر انها مستحبة وفي العلاقية وتكفيه لكل يوم مرة، قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ الى اذا تكرر دخوله لعذر وظاهرا طلاقه انه لخيران يوديها في اول المرات او اخرها. (ردالمحتار ۱/۶۳۶) (احسن الفتاوی ۳/۴۸۳)

یہی ایک مرتبہ پڑھنا اس کے لئے دن بھر کے لئے کافی ہے۔ (الاشباہ ص: ۹۹۰)

مسجد سے نکلنے کے آداب

مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالے پھر دایاں پاؤں۔ اور یہ دعاء پڑھے:

" بِسْمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ."

(مشكوٰة ۱/۶۸)

مسجد کی صفائی کا اہتمام

مسجد کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس حد تک ضروری ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مسجد کی صفائی فرماتے تھے۔ حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتبع غبار المسجد بجريدة."

(مصنف ابن أبي شيبة ۱/۳۹۸)

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے گرد وغبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کیا

کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے گئے اس میں نماز پڑھی پھر فرمایا:

"اے یرقا (کسی شخص کا نام ہے)! مجھے کھجور کی ایک ٹہنی لاکر دو۔ اس نے لاکر دی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کپڑے سے اپنی کمر باندھی اور تمام مسجد میں جھاڑو دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۸)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ من القرآن او اٰیۃ اوتیھا ثم نسیھا

(رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکوۃ ۱/۶۹)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اعمال کے ثواب سب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک ایک ایسا تنکا کہ جس کو کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا ہو اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میری امت کے سارے گناہ بھی پیش کئے گئے۔ پس میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ آدمی قرآن مجید کی کوئی آیت یاد کر کے پھر بھول جائے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے کی شرعا اجازت نہیں ہے اس سے مسجد کا ادب واحترام باقی نہیں رہے گا اور لانے والے کو بھی اطمینان قلب نہ رہے گا۔ نماز میں کھڑے ہوں گے مگر خشوع وخضوع نہ ہوگا۔ بچوں کی طرف دل لگا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے:

"جنبوا مساجد کم صبيانکم ومجانينکم "الخ...

یعنی "اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔" (ابن ماجه ص ۵۵)

اسی لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں بچوں کو داخل کرنا اگر اس سے مسجد کے نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ورنہ مکروہ ہے۔(الاشباہ والنظائر ص ۵۵۷)

ہاں البتہ اگر بچہ سمجھدار ہو نماز پڑھتا ہو مسجد کے آداب واحترام کا پاس ولحاظ رکھتا ہو تو اس کو مسجد میں لانے میں کوئی حرج نہیں۔ غالبا اسی بناء پر سات برس کی قید حدیث میں موجود ہے یعنی سات سال سے کم عمر کے بچوں کو نہیں لانا چاہئے اس سے بڑی عمر کے بچوں کو آداب واحترام کی تعلیم دے کر لانا چاہیے۔ وہ نابالغ بچوں کے صف میں کھڑا رہے اگر صرف ایک ہی بچہ ہے تو وہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے مکروہ نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیه ۳/۱۲۱)

قال علامة الرافعي رحمه الله (قوله ذكره في البحر بحثا) قال الرحمتي ربما يتعين في زماننا ادخال الصبيان في صفوف الرجال لان المعهود منهم اذا اجتمع صبيان فاكثر تبطل صلوة بعضهم ببعض ربما تعدى ضررهم الى فساد صلوة الرجال انتهى. (التحرير المختار ۱/۷۳)

مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم دینا

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: "بچوں کو قرآن شریف وغیرہ اجرت لیکر مسجد میں پڑھانا بالاتفاق ناجائز ہے اور بلا اجرت محض ثواب کے لئے بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔(كذا في الاشباه)

لیکن بعض فقہاء اس کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ بحکم حدیث بچوں کو مسجد میں داخل کرنا

ہی ناجائز ہے۔

(کذا فی حاشیة الاشباہ من التمر تاشی) (آداب المساجد ص ١٤)

البتہ مدرستہ میں جگہ کی تنگی ہواور اہل مدرسہ دوسری جگہ کے انتظام کی کوشش میں ہوں سردست دوسری جگہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی تعلیم خراب ہورہی ہوایسی مجبوری کی صورت میں فقہاء نے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے۔

(۱) مدرس تنخواہ کی ہوس کی بجائے گزر اوقات کے لئے بقدرضرورت وظیفہ پر اکتفاء کرے۔

(۲) نماز، اذکار اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات میں مخل نہ ہو۔

(۳) مسجد کی طہارت و نظافت اور آداب واحترام کا پورا خیال رکھا جائے۔

(۴) کمسن ناسمجھ اور آداب مسجد سے ناواقف بچوں کو نہ لایا جائے۔

(احسن الفتاوی ٦/٤٥٨، فتاوی رحیمیه ٩/٢٠٠)

مسجد میں خوشبو لگانا

مسجد کی تعظیم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اسے خوشبوؤں سے معطر کیا جائے۔ کیونکہ مساجد کو پاک صاف اور خوشبودار رکھنا شرعاً پسندیدہ اور مطلوب ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ گھروں میں مسجد بناؤ اور ان کو پاک اور معطر رکھا جائے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت امر رسول الله صلی الله علیه وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواه ابوداؤد والترمذی.

(مشکوٰة باب المساجد ص ٦٩)

ایک حدیث میں ہے:

"اتخذوا علی أبوابها المطاهر وجمروا ها فی الجمع." (ابن ماجه:۵۵)

یعنی مسجد کے دروازے کے پاس طہارت خانہ بناؤ اور جمعہ کے دن مسجدوں میں خوشبو کی دھونی دو۔

اور سلف صالحین کی بھی یہی سنت تھی کہ مساجد میں خوشبو لگاتے اور دھونی دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے حکم جاری فرمایا تھا کہ مدینہ کی مسجد میں ہر جمعہ کو دوپہر کے وقت دھونی دی جائے۔(زادالمعاد: ۱/۱۰۴)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہر جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دیتے تھے۔

افسوس کہ آج یہ سنت بالکل چھوٹ گئی ہے لوگ مسجد کے اندر طرح طرح کے مکروہ تکلفات تو کرتے ہیں، مگر اس سنت کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے آج یہ سنت بالکل مرچکی ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت کو پھر سے زندہ کریں چاہے عطر استعمال کریں چاہے عود کی دھونی دیں اگربتی بھی جلا سکتے ہیں البتہ اس کا اہتمام رہے کہ باہر جلا کر اندر لایا جائے تا کہ ماچس کی گندھک کی بو سے مسجد محفوظ رہے۔

مسجد میں بدبودار چیز داخل کرنے کی ممانعت

کسی قسم کی کوئی بدبودار چیز مثلاً لہسن، پیاز اور مولی وغیرہ کو مسجد میں لانا یا ان کو کھا کر فوراً مسجد میں آنا ناجائز ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الانس." (بخاری ومسلم)

یعنی "جو شخص بدبودار درخت (یعنی پیاز وغیرہ) میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے اس لئے کہ فرشتوں کو بھی ان تمام چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جن سے

انسانوں کو ایذا ہوتی ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب تک اس کی بدبو منہ سے نہ جائے اس وقت تک مسجد میں داخل نہ ہو اور یہی حکم ہے ہر بدبودار چیز کا جیسے حقہ، سگریٹ، نسوار، بیڑی اور لہسن وغیرہ جیسا کہ فقہ کی معتبر کتابوں میں مذکور ہے اور ''طریقہ محمدیہ'' میں مولی کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے۔

(آداب المساجد)

آج کل بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں سگریٹ پیتے پیتے مسجد تک پہنچ جاتے ہیں پھر اسی طرح نماز میں شریک ہو جاتے ہیں جس سے برابر میں کھڑے نمازیوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور فرشتوں کی ایذاء الگ ہے، اسی طرح بہت سے مزدوری پیشہ لوگ مزدوری کے کپڑے جن میں پسینہ وغیرہ کی بدبو ہوتی ہے انہیں کپڑوں میں نماز میں شریک ہو جاتے ہیں جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا بہت ہی ضروری ہے۔ یعنی اگر سگریٹ نسوار وغیرہ استعمال کیا، تو خوب اچھی طرح منہ صاف کرے پھر نماز کے لئے آئے، اسی طرح میلا کپڑے تبدیل کر کے صاف ستھرے لباس میں نماز کے لئے آنا چاہئے۔

سگریٹ اور نسوار جیب میں رکھنا

جیسا کہ بدبودار چیزوں کو مسجد میں لانے کی ممانعت کی تفصیل اوپر معلوم ہو چکی ہے سگریٹ ونسوار وغیرہ بھی بدبودار ہیں اس حالت نماز میں اس کو جیب میں رکھنا بھی جائز نہیں البتہ نماز صحیح ہو جائے گی۔ اس لئے ان چیزوں کو مسجد سے باہر ہی کہیں رکھ کر مسجد میں داخل ہونا چاہئے۔

مسجد میں چٹائی کی ٹوپی رکھنا

آج کل بعض مساجد میں چٹائی، پلاسٹک کی ٹوپی رکھنے کا دستور ہے جب کہ ایسی

ٹوپیاں مسجد میں رکھنا احترام مسجد کے خلاف ہے بالخصوص جب کہ ان کے تنکے نکل کر مسجد میں بکھرتے ہیں اوران پر میل کی تہہ نظر آتی ہے اور پسینے اور میل کی بو آتی ہے۔کیا کوئی شخص ایسی ٹوپیوں کو اپنے مکان کی زینت بنانے کو تیار ہے؟ اگر نہیں تو خدا کے گھر کے لئے اس کو کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

یہ بات بھی تو سوچنے کی ہے کہ چٹائی یا پلاسٹک کی ٹوپی پہن کر آپ کسی شادی بیاہ کی مجلس یا کسی افسر کے سامنے نہیں جاسکتے۔مسجد اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دربار ہے یہاں کیسے پہن کر آسکتے ہیں۔اس لئے چٹائی کی ٹوپیاں مسجد میں رکھنا جائز نہیں اور ان کو سر پر رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے جو لباس پہن کر انسان کسی مجلس میں جانے سے شرماتا ہے ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔اس پر دوام مکروہ تحریمہ کے قریب۔ اس لئے احتیاط لازم ہے۔ ہر نمازی کو چاہئے کہ اپنے صاف ستھری ٹوپی رکھے کیونکہ ننگا سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

مسجد یا مدرسہ کے قرآن وکتب کو دوسری جگہ منتقل کرنا

اگر واقف نے خاص مدرسہ یا مسجد کے لئے قرآن وکتاب وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔

والتفصيل في كتاب الوقف من الشامية. (احسن الفتاوی ۴۰۸/۶)

مسجد میں طلبہ کا تکرار ومطالعہ

اس میں ایک مسئلہ تو بجلی استعمال کرنے کا ہے چونکہ اہل چندہ کی طرف سے عموماً اجازت ہوتی ہے کہ اپنے چندہ کو طلبہ کی ضروریات میں خرچ کرے اس لئے اس کی اجازت ہوگی دوسرا مسئلہ جو اہم بھی ہے اور خطرناک بھی ہے وہ مسجد کے آداب واحترام کا لحاظ کرنا اس میں عموماً طلبہ سستی کرتے ہیں چونکہ بار بار مسجد میں حاضری ہوتی ہے۔اس لئے مسجد کی

عظمت ان کے دلوں سے نکل جاتی ہے اس لئے آداب واحترام کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا ہر طرح کی باتیں شور وشغب حتی کہ لڑائی جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے۔(العیاذ باللہ)

طلبہ اس کا خاص خیال رکھیں کہ کم از کم دن میں ایک مرتبہ ''تحیۃ المسجد'' پڑھ لے، اور جب بھی داخل ہوا عتکاف کی نیت کرلیں دو چند مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ وأتوب الیہ'' پڑھ لیں اور ہر قسم کے شور وشغب اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کریں۔اور اہل مدرسہ طلبہ سے ان باتوں کی پابندی کرائے۔

خاص راتوں میں چراغاں کرنا

خاص خاص راتوں میں مثلا رمضان میں ختم قرآن کی رات مین زیادہ بتیاں یا قندیل وغیرہ روشن کرنا پندرہ شعبان کی رات ستائیس رجب کی رات اسی طرح دیگر مشہور راتوں میں مساجد میں زائد روشنی کا انتظام کرنا بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں ریا نمود، اسراف فضول خرچی کے علاوہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے اور مجوس کی عبادت اور ہندوؤں کی دیوالی کے ساتھ مشابہت ہے اور حدیث میں کافروں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر سخت وعید آئی ہیں:

''من تشبه بقوم فهو منهم.'' (رواه أحمد والسخاوي في مقاصد الحسنة)

یعنی ''جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔''

دوسری بات اس میں، چراغاں کی وجہ سے چھوٹے بچے اور نا اہل لوگ جمع ہو کر شور کرتے ہیں۔(حاشیه اشباه مختصرا آداب المساجد ۳۷)

لہذا ہر طرح کے چراغاں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت

بہت سے مسلمان نماز پڑھنے کے بعد اس قدر جلدی مسجد سے نکلنے کی کوشش کرتے

ہیں کہ ان کو پیچھے نماز پڑھنے والوں کا خیال ہی نہیں ہوتا۔نمازیوں کے سامنے سے گزر جاتے ہیں جس سے نماز پڑھنے والوں کو تشویش لاحق ہوتی ہے اس طرح نمازی کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو يعلم المار بين يدى المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خيرا له من ان يمر بين يديه قال ابو النصر: لا ادرى قال: اربعين يوما او شهرا او سنة متفق عليه (مشكوٰة)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس گزرنے کی عند اللہ کیا سزا ہے؟ تو اسے گزرنے کے مقابلے میں چالیس۔۔۔۔تک کھڑا رہنا آسان ہو۔

حدیث کے راوی ابوالنصر کا بیان ہے کہ مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ چالیس روز کہا یا چالیس مہینے یا چالیس سال لیکن مسند بزار میں اسی روایت کے اندر چالیس سال کا لفظ صاف موجود ہے۔(رواہ الصحاح الستہ)

دوسری روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے کوئی ایسی چیز رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو جو (گزرنے والے) لوگوں اور (نمازی) کے درمیان آڑ ہے تو اب اگر کوئی شخص اس کے سامنے (اس چیز اور نمازی کے درمیان) سے گزرتا ہو تو نمازی کو چاہئے کہ اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر اسے ہٹادے اور اگر وہ نہ مانے تو اس کا مقابلہ کرے (یعنی سختی سے روکے) کہ وہ (گزرنے والا) یقیناً شیطان ہے۔(بخاری ومسلم)

سوچنے کی بات ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اتنا بڑا گناہ ہونے کے باوجود نمازیوں کو اس کا احساس نہیں اپنی نماز سے فارغ ہوتے ہی یوں مسجد سے نکلتے ہیں گویا

آگ کے انگارے پر کھڑا ہے یا دہکتی ہوئی آگ کی لپیٹ میں ہے۔ افسوس ہماری ایسی حالت پر صد افسوس۔ ایک دومنٹ کی خاطر اتنا گناہ سر لیتے ہیں۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حد

اگر اتنی چھوٹی مسجد یا کمرہ یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کا کل رقبہ چالیس ہاتھ (۸.۳٦ مربع میٹر) یا اس سے بڑی مسجد یا بڑے کمرہ میں یا بڑے صحن میں نماز پڑھ رہا ہے تو سجدہ کی جگہ پر نظر جمانے سے آگے جہاں تک بالتبع نظر پہنچتی ہو وہاں تک گزرنا جائز نہیں اس سے ہٹ کر گزرنا جائز ہے، بندہ نے اسکا اندازہ لگایا تو سجدہ کی جگہ سے ایک صف کے قریب ہوا۔ لہٰذا نمازی کے قیام کی جگہ سے دو صف کی مقدار تقریباً آٹھ فٹ ۴۴.۲ میٹر چھوڑ کر گزرنا جائز ہے۔ (احسن الفتاوی ۴۰۹/۳)

مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

اس مسئلہ میں مسجد حرام کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ دوسری بڑی مساجد کی طرح اس میں بھی نمازی کے مقام سے دو صفتوں کی جگہ چھوڑ کر گزرنا جائز ہے اس حد کے اندر سے گزرنا جائز نہیں مگر طواف کرنے والے سجدہ کی جگہ چھوڑ کر گزر سکتے ہیں۔ (احسن الفتاوی ۴۱۱/۳)

صف کا خلا پر کرنے کیلئے نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے

اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہے تو پچھلی صف والوں پر واجب ہے کہ از خود آگے بڑھ کر اس خلا کو پر کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو بعد میں آنے والے شخص صف کے سامنے سے گزر کر یہاں کھڑا ہو اگر صف کے سامنے سے گزرنے کی جگہ نہ ہو تو صف چیر کر یہاں آئے اور خلا پر کرے۔

وقال ابن عابدين: قال في القنية في اخر الصف في المسجد بينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل أن يمر بين يديه ليصل الصفوف

لأنه أسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه دل عليه ما ذكر في الفردوس برواية ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من نظر الى فرجة في صف فليسدها بنفسه فان لم يفعل فمر مار فليتخطى على رقبته فانه لا حرمة الى (قوله) واذا كان له ذالك فله أن يمر بين يديه بالأولىٰ فافهم. (ردالمحتار ۱/ ۵۹۵)

نمازی کے سامنے بیٹھا ہوا شخص اٹھ کر جا سکتا ہے

اگر کوئی شخص کسی مصلی کے سامنے بیٹھا ہوا ہے تو وہ اٹھ کر جا سکتا ہے۔ یعنی یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے حکم میں داخل نہیں ہے اس لئے گناہ گار نہیں ہوگا۔

قال في ردالمحتار تحت عنوان (تتمه) عن القنية اراد المرور بين يدى المصلى فان كان معه شيئ يضعه بين يديه ثم يمر وياخذه ولو مر اثنان يقوم احدهما امامه، ويمر الاخر ويفعله الأخر هكذا ويمران.

(ردالمحتار ۱/۵۹۵)

نمازی کا عکس شیشے میں نظر آنے کا حکم

بعض مساجد میں سامنے والی دیوار پر قرآن کریم کے لئے شیشے والی الماری بناتے ہیں جس میں نمازی کا عکس نظر آتا ہے اگر نماز میں اس کی طرف توجہ جاتی ہو اور یکسوئی میں مخل ہو تو ایسا شیشہ لگانا مکروہ ہے۔ ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ جیسا کہ مصلی کا سایہ بحالت نماز سامنے پڑنا موجب کراہت نہیں۔ (احسن الفتاوی ۳/ ۴۱۳)

بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا شیشہ نہ لگایا جائے۔ جس سے نمازیوں کو تشویش ہو۔

مسجد میں جگہ روکنے کے لئے رومال وغیرہ رکھ دینا

اگر کوئی شخص مسجد میں آ کر کسی جگہ کچھ دیر بیٹھ گیا پھر کوئی فوری ضرورت پیش آئی جس کو پورا کرتے ہی لوٹ کر آئے گا مثلاً تھوکنا، ناک صاف کرنا، وضو کرنا وغیرہ اور جاتے وقت اپنی جگہ کپڑا رکھ کر چلا گیا تو اسمیں مضائقہ نہیں اور دوسرے شخص کو اس کی جگہ بیٹھنا بھی مناسب نہیں اور اگر کوئی شروع ہی سے کپڑا رکھ دے اور اپنے کاروبار میں مشغول رہے اور نماز کے وقت پر آ کر اپنی جگہ پر قبضہ جمالے یہ غیر مستحسن ہے۔ (یہی حکم مؤذن کے لئے مصلیٰ بچھانے کا ہے) ایسی حالت میں دوسرے شخص کو تنگی کی وجہ سے جگہ میسر نہ آئے تو اس کے کپڑے کو ہٹا کر بیٹھنا درست ہے۔ مگر ہاتھ سے نہ ہٹائے ورنہ ضمان میں داخل ہو جائے گا اگر تنگی نہ ہو بلکہ وسعت ہو تو دوسری جگہ بیٹھ جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ بحوالہ ردالمحتار و مراقی الفلاح)

مسجد کے سامنے باجا وغیرہ

گانا بجانا وغیرہ عام حالات میں بھی گناہ عظیم ہے خاص طور پر یہ کام جب مسجد کے سامنے ہو تو اس کی شناعت وقباحت اور بھی بڑھ جاتی ہے، کیونکہ کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہو یا اس سے مسجد کی بے حرمتی ہو شرعاً منع ہے۔ تو گانا بجانا بطریق اولیٰ حرام ہوگا۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر.

قال فی الدر المحتار وغیره ای بالنغمة کذا فی نیل الاوطار.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا سننا گناہ ہے اور اس کے پاس بیٹھنا فسق ہے، اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے پھر آگے درمختار وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا

ہے کہ گانا سے تلذذ سے مراد ہے اس کے نغمے سے لذت حاصل کرنا۔

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مسخ قوم من امتی فی اخر الزمان قردۃ والخنازیر قالوا یارسول اللہ المسلمون ہم؟ (قال نعم یشھدون ان لا الہ الااللہ وانی رسول اللہ ویصومون قالوا فمابالھم یارسول اللہ؟ قال اتخذوا المعازف والغینات والدفوف وشربوا ھذہ الاشربۃ فباتوا علی شر ھم ولھوھم فاصبحوا وقد مسخوا. (رواہ مسدد وابن حبان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ مسلمان ہی ہوں گے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ اس بات کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، (یعنی مسلمان ہونگے) اور روزہ بھی رکھتے ہوں گے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ پھر ان کا قصور کیا ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والی عورتوں اور ڈھول باجے بجانے میں مشغول ہوں گے، اور شراب پیا کریں گے، وہ رات اسی طرح شراب پینے اور دوسرے کھیل کود میں گزاریں گے، جب صبح کو اٹھیں گے تو ان کے چہرے مسخ ہو چکے ہوں گے۔

مسجد میں کنگھی کرنا

بعض لوگ وضو وغیرہ کے بعد داڑھی کے بالوں کو درست کرنے کے لئے مسجد میں ہی کنگھی کر لیتے ہیں شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بال مسجد میں نہ گرے اگر کوئی بال ٹوٹ جائے تو اس کو جیب میں رکھ لے۔

(ماخوذ از فتاویٰ محمودیه ۱/۴۸۱)

غیر آباد مسجد کا سامان

جو مسجد غیر آباد ہو چکی ہے کہ وہاں نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہیں رہی تو شرعاً لازم ہے کہ اس جگہ کو محفوظ کر دیا جائے مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے۔ اگر سامان دوسری مسجد میں کار آمد نہ ہو تو ارباب حل وعقد کی رائے سے اس کو فروخت کر کے قیمت دوسری مسجد میں صرف کر دیجائے۔

(فتاویٰ محمودیه بحواله شامی)

مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا؟

جو جگہ مسجد کے لئے مختص کر کے وقف کر دی گئی ہے اور وہاں امام ومؤذن مقرر ہو گیا اور باضابطہ جماعت کے ساتھ نماز ہونے لگی ہے وہ مسجد شرعی بن گئی، چاہے کچا چبوترہ ہی کیوں نہ ہو؟ اب اس کو توڑنا اس کی بے حرمتی کرنا اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

التسليم في المسجد ان يصلي الجماعة باذنه ويشترط مع ذلك ان يكون الصلوة باذان واقامة جهرا لا بسرا ولو جعل رجل رجلا واحد موذنا واماما فاذن واقام وصلي وحده صار مسجدا بالاتفاق.

(ملخص از فتاویٰ عالمگیریه ۲/۱۰۳)

مسجد میں جماعت ثانیہ

بعض لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں پھر ان کو مسجد یں دوسری جماعت کرانے کا شوق ہوتا ہے حالانکہ جماعت ثانیہ جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ: ''مسجد محلّہ میں امام ابوحنیفہ کے مذہب میں دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔''

قوله ويكره أي تحريما شامي.

پس اس میں شرکت کرنا درست نہیں اور متقدی مستحق ثواب نہیں۔

جماعت ثانیہ کی عادت موجب تقلیل جماعت اولیٰ ہے۔ یہ بھی ایک وجہ فقہاء نے ممانعت جماعت ثانیہ کی تحریر فرمائی ہے اور فعل مکروہ میں شرکت واعانت ظاہر ہے کہ موجب ثواب نہیں ہوسکتا۔ (مزید وضاحت جماعت کے احکام میں ہے)

(عزیز الفتاویٰ ص ۱۹۰)

حرام مال سے مسجد تعمیر کرنا

حرام مال مثلاً سود ورشوت کی رقم زنا کی اجرت، چوری ڈاکہ کا مال وغیرہ کو تعمیر مسجد میں خرچ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر کسی نے یہ رقم مسجد میں لگادی تو اس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

لحديث أن الله طيب لا يقبل الا الطيب أو كما قال.

باقی حرام مال سے تعمیر کردہ مسجد میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اس میں تفصیل ہے اگر زمین بھی حرام مال سے خریدی گئی ہے اور تعمیر بھی حرام مال سے ہوئی تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ شرعاً یہ مسجد بن گئی ہے اس کی بے حرمتی بھی جائز نہیں اس لئے اس کو بند کر کے محفوظ کردیا جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے نعوذ باللہ کوئی شخص ناپاک سیاہی سے قرآن مجید لکھ لے۔ یا مغصوبہ اوراق پر قرآن مجید لکھے۔ اس میں نہ تلاوت جائز ہے اور نہ اس کی بے ادبی جائز ہے بلکہ دفن کردیا جائے۔

اگر زمین حلال ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے صرف تعمیر حرام مال سے ہوئی تب بھی اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے مسجد کو توڑ کر حلال مال سے تعمیر کروائی جائے۔

(ملخص از احسن الفتاوی ٤٣٢/٦ ،آداب المساجد ص ٥٢)

مسجد میں ذکر جہری کی مجلس

اگر کوئی شخص مشائخ حقہ میں سے کسی سے بیعت ہو اور انہوں نے ذکر جہری کی تعلیم دی ہو تو تعلیم کے مطابق اپنا اپنا الگ ذکر جہری کر سکتے ہیں، لیکن مسجد میں ذکر جہری سے نمازیوں کو تشویش لاحق ہوتی ہو تو ایسی صورت میں مسجد میں زور زور سے ذکر کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی رحیمیه ۲۳۸/۱۰)

حضرت مفتی شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں اس میں اقوال بہت مختلف ہیں فیصلہ وہ ہے جو علامہ شامی نے حاشیہ حموی سے امام سعدانی کا قول نقل کیا ہے۔

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائمة او مصل او قاری. الخ

(٦٩١/١)

یعنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذکر جہری کی مجلس قائم کرنا مسجد وغیر مسجد دونوں جگہ جائز ہے۔ (بشرطیکہ شریعت کے خلاف اور کوئی بات نہ ہو) ہاں ذاکرین کے ذکر جہری سے سونے والوں کو یا نمازیوں اور تلاوت کرنے والوں کو تکلیف پہنچے تو ایسے وقت میں تکلیف دہ طریقہ سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ (ماخوذ آداب المساجد)

اسی طرح اگر مسجد میں ذکر جہری سے بدعتوں اور نئی نئی چیزیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر ذاکرین بھائی مسجد میں ذکر کرنے پر اصرار نہ کریں ان کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں اس طرح ذکر کریں کہ سونے والوں اور نماز پڑھنے والوں وغیرہم کو تکلیف نہ پہنچے۔

(فتاوی رحیمیه)

فضائل اعمال کی تعلیم کہاں کی جائے؟

نماز ذکر وتلاوت میں خلل آئے اس طرح تعلیم کرنا منع ہے مگر تعلیمی سلسلہ بھی بہت اہم اور مفید ہے اس لئے دونوں سلسلے جاری رہ سکیں۔

ایسی صورت اختیار کی جائے مسجد بڑی ہو تو اس کے کسی گوشہ میں یا برآمدہ یا صحن میں تعلیم ہو اگر چھوٹی ہے تو کچھ انتظار کرے تا کہ نمازی حضرات نماز سے فارغ ہو جائے۔ ایسی صورت اختیار کرنا درست نہیں جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو۔

(ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ ٦/١٠٠)

مسجد کی دیوار پر آیات قرآنی لکھنا ممنوع ہے

مسجد کے اندرونی اور بیرونی حصہ میں قرآن شریف کی آیت اور قابل تعظیم اشیاء لکھنا ممنوع ہے بے ادبی کے احتمال کی وجہ سے فقہاء اجازت نہیں دیتے۔

"**ليس بمستحسن كتابة القرآن على المحارب والجدران لما يخاف من سقط الكتابة وأن توطا.** (طحاوي على الدر المختار ١٠/٤٤٠، فتاویٰ رحیمیہ ١٠/٢٤٣)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا

بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں آکر بھی دنیوی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں بلکہ بہت سوں کو دیکھا گیا ہے جن کو مسجد میں ذرا زیادہ رہنا ہوتا ہے ان کے دل سے مسجد کا ادب واحترام بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ مسجد میں کھانا، پینا، سونا، آپس میں ہنسی مذاق کرنا حتیٰ کہ ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔ بعض دفعہ اس قدر شور مچاتے ہیں کہ یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر مسجد ہے یا کوئی تفریح گاہ۔ (العیاذ باللہ)

حالانکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مسجد میں دنیا کی

باتیں شروع کرتا ہے تو فرشتے پہلے کہتے ہیں: ''اسکت یا ولی اللہ''. (اے اللہ کے ولی چپ رہ) پھر اگر وہ چپ نہیں ہوتا اور باتوں میں لگا رہتا ہے تو کہتے ہیں: ''اسکت یا بغیض اللہ'' (اے اللہ کا دشمن چپ ہو جا) پھر اگر اس سے بھی آگے بڑھتا ہے تو کہتے ہیں، اسکت لعنۃ اللہ علیک (تجھ پر خدا کی لعنت چپ رہ)

(کذا فی المداخل لابن الحاج آداب المساجد)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ. (رواہ البیھقي في شعب الایمان)

دوسری روایت میں ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجد میں آ کر جگہ جگہ حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں گے وہاں دنیا اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے تم ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مسجد میں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ شعب الإیمان)

ان احادیث کی روشنی میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو دنیا کی باتیں مسجد سے باہر جائز اور مباح ہیں مسجد میں وہ بھی ناجائز ہے اور جو باتیں مسجد کے باہر بھی ناجائز ہوں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔

فتح القدیر میں ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اور ''خزانۃ الفقہ'' میں لکھا ہے جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے عمل خبط کر دیتے ہیں۔ (الاشباہ)

مسلمانوں کے لئے غور کا مقام ہے کہ مسجد میں دنیوی باتوں میں مشغول ہو کر ثواب کے بجائے عذاب لیکر لوٹے کتنے بڑے خسارے کی بات ہے؟ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

مسجد میں بیٹھنے والوں کے لئے ایک خاص عمل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنة فارکعوا قیل یا رسول اللہ وما ریاض الجنة قال المساجد قیل وما الرتع یا رسول اللہ قال سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ، اللہ اکبر۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو اس کے پھل کھاؤ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ تو ارشاد فرمایا مساجد ہیں پھر پوچھا گیا پھل کھانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کلمات کو پڑھنا ہے:

"سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ أکبر."

(مشکوٰۃ ص ۷۰ بحوالہ ترمذی)

طلوع وغروب تک ذکر میں مشغول رہنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایسی جماعت کے ساتھ میرا بیٹھنا جو نماز فجر سے طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں میرے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک ایسے لوگوں کے ساتھ میرا بیٹھنا جو ذکر الٰہی میں مشغول ہوں میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔" (ابوداؤد)

مسجد میں بلند آواز تلاوت کرنا

اگر مسجد میں لوگ نمازوں میں مشغول ہوں تو ایسی بلند آواز سے تلاوت کرنا جو لوگوں کی نماز میں مخل ہو جائز نہیں ہے اس لئے تلاوت آہستہ کرے جس سے نمازیوں کو تشویش

لاحق نہ ہو۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ وفی الفتح عن الخلاصۃ رجل لکتب الفقہ ویجنبہ رجل یقراء القرآن فلا یمکنہ استماع القرآن فالاثم علی القاری

(ردالمحتار ۵۰۹/۱)

مروج صلوۃ وسلام

بعض مسجدوں میں نماز جمعہ اور دیگر اوقات میں بھی کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنے کا رواج ہے۔ اور عقیدہ اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ جبکہ اس کا ثبوت نہ تو خلفاء راشدین سے نہ جماعت صحابہ سے اور نہ تابعین وتبع تابعین اور نہ بزرگان سلف صالحین سے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ اظہار محبت اور عقیدت کا ایک طریقہ ہے حالانکہ اظہار محبت وعقیدت تو اتباع اوراطاعت سے ہوتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے۔ (آل عمران)

ولنعم ما قیل:

تعصی الرسول وانت تظھر حبہ
ھذ العمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صاد قالا طعتہ
إن المحب لمن یحب مطیع.

یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور ان سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہو، قسم خدا کی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ اگر سچی محبت ہوتی تو ضرور ان کا اتباع

کرتے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کی اطاعت کیا کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ طریقہ اظہار محبت وعقیدت کا نہیں بلکہ ریا و نمود اور خواہش پرستی ہے کئی بدعتوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور قابل ترک ہے۔

مسجد کی زمین میں میت کو دفن کرنا

آج کل ایک رواج یہ ہو گیا کہ مسجد کی موقوفہ زمین میں بانی مسجد یا امام یا کسی بزرگ کے لیے مقبرہ بنایا جاتا ہے۔ جبکہ متولی یا منتظمہ کمیٹی کو شرعاً یہ حق نہیں ہے کہ موقوفہ زمین میں کسی کے لیے قبر بنانے کی اجازت دے۔ وہ جگہ صرف مصالح مسجد کے لئے خاص ہوگی اس کے علاوہ کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے۔

صرح به عامة الفقه والفتاویٰ من الشامية والعالمگیریه (ماخوذ از امداد المفتیین ص ۷۸۸)

عورتوں کا مسجد یا عیدگاہ میں حاضر ہونا

اس پرفتن دور میں عوتوں کو مسجد وعیدگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں بے شک فقہاء کرام اس کا انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عورتیں پنجگانہ نمازیں اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں لیکن وہ خیر القرون کا زمانہ تھا فتنوں سے محفوظ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے وحی کا نزول ہوتا تھا نئے نئے احکام آتے تھے نئے مسلمان تھے نماز روزہ وغیرہ کے احکام سیکھنے کی ضرورت تھی اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں بھی عوتوں کے لئے جماعت میں شریک ہونے کا تاکیدی حکم نہیں تھا۔ بلکہ ان کے لئے گھروں میں نماز پڑھنے ہی کو افضل قرار دیا گیا تھا۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ کی روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر مساجد النساء قعر بیوتھن.

(رواہ احمد والطبرانی)

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی سب سے بہترین مسجد ان کے گھر کی گہرائی ہے۔ (یعنی سب سے زیادہ بند اور تاریک کوٹھری)

ابن عمر کی روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو مگر ان کا گھر ان کے لئے (مسجد سے) بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ ۹۶)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اتنے میں قبیلہ مزینہ کی ایک عورت زیب وزینت کا لباس پہنے ہوئے مٹکتی (اتراتی) ہوئی مسجد میں آئی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہننے اور مسجد میں مٹکنے سے روکدو، کیونکہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں کی گئی۔ یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے زیب وزینت کا لباس پہنا اور مسجد میں مٹکنا شروع کر دیا۔ (ابن ماجہ باب فتنۃ النساء ۲۹۷)

اس سے صراحتہ یہ بات ثابت ہوئی کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی جو اجازت اور رخصت تھی وہ ان قیود اور شرائط کے ساتھ تھی اور فتنہ رونما ہونے سے پہلے تھی چنانچہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی اور بے احتیاطی ظاہر ہونے لگی اور فتنہ کا اندیشہ ہوا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اجلہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حکم جاری فرمایا کہ اب عورتیں مسجد مس نہ آیا کریں تمام صحابہ نے اس حکم کو پسند فرمایا کسی نے مخالفت نہیں کی گویا صحابہ کرام نے متفقہ فیصلہ دیا کہ فتنہ کے اندیشہ ہونے کے بعد عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس فتنہ کو محسوس کیا اور

انہوں نے فرمایا:

لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بني اسرائيل.

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے فتنہ کی یہ حالت دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے ضرور روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ (بخاری ص۱۲۰، ج۱ مسلم ص۱۸۳، ج۱)

خلاصہ یہ کہ آج کل فتوی اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا خواہ دن کی ہو یا رات کی جمعہ کی ہو یا عیدین کی اسی طرح عورت جوان ہو یا بوڑھی سب کے لئے ممنوع ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ، احسن الفتاویٰ، امداد المفتیین)

مسجد کو گزرگاہ بنانا

اگر مسجد کے دو دروازے ہوں تو ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر جانا اور مسجد کو گزرگاہ (راستہ) بنانا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کسی عذر سے کبھی اتفاقاً مسجد سے گزر گیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کی عادت ڈالنا ناجائز ہے جو شخص گزرنے کا عادی ہو گیا وہ وہ گنہگار اور فاسق ہے۔ (الاشباہ والنظائر و آداب المساجد)

مسجد کی چھت کا حکم

مسجد کی چھت بھی تمام احکام میں مسجد ہی کے حکم میں ہے اس لئے زمین میں مسجد ہے اس کا بالائی حصہ آسمان تک اسی طرح نیچے تحت الثریٰ تک اسی حکم میں رکھا جائے گا۔ البتہ اگر بوقت بناء مسجد اس کا بالائی حصہ یا تحتانی حصہ تہ خانہ یا دوکان کے لئے مسجد سے مستثنیٰ کرلیا گیا ہو وہ مسجد کے حکم میں نہ ہوگا، یہ استثناء اس وقت جائز ہوگا جب کہ اس کی آمدنی مسجد پر وقف ہو۔ (آداب المساجد)

یعنی جس طرح مسجد قابل احترام ہے اس میں شور وشغب اور کوئی ایسا کام جو احترام مسجد کے خلاف ہو مثلاً حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کا داخل ہونا اسی طرح بچوں اور پاگلوں کو داخل کرنا وغیرہ ناجائز ہے بعینہ یہی حکم چھت کا بھی ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو مسجد کے اندر ناجائز ہے وہی مسجد کی چھت پر بھی ناجائز ہے۔

مسجد کی چھت پر جماعت کرانا

مسجد کی چھت پر جماعت کرانا مکروہ ہے خواہ گرمی کی وجہ سے ہو یا کسی اور عذر سے البتہ اگر تنگ ہو تو زائد نمازی چھت پر جاسکتے ہیں۔

قال فی الهندية: الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذ اشتد الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکره الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب. (عالمگیریه: ۳۲۲/۵، احسن الفتاوی ص ۲ ج ۴۶۲)

مسجد میں چارپائی بچھانا

فقہاء کی تصریح کے مطابق غیر مسافر ومعتکف کے لئے مسجد میں سونا مکروہ ہے بحالت ضرورت شدیدہ یہ تدبیر اختیار کرسکتا ہے کہ پہلے بنیت اعتکاف داخل ہو کر کچھ عبادات کرے اس کے بعد سوئے۔

دراصل ادب یا بے ادبی کا مدار عرف پر ہے ہمارے عرف میں مسجد میں چارپائی بچھانا معیوب سمجھا جاتا ہے نیز اس سے عوام کے قلوب میں مسجد کی وقعت نکل جائے گی وہ چارپائی پر قیاس کر کے دوسرے ناجائز امور بھی مسجد میں شروع کر دیں گے۔ لہٰذا مسجد میں چارپائی بچھانا جائز نہیں۔ جیسے پہلے جوتے پہن کر مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا مگر ہمارے عرف میں اسے مسجد کی بے ادبی سمجھا جاتا ہے اگر کوئی پاک جوتا بھی پہن کر مسجد

میں آجائے تو عوام اس پر ہنگامہ برپا کردیں گے اس لئے جوتا پہن کر مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله واكل ونوم) اذا اراد ذلك ينبغي ان ينوي الاعتكاف فيدخل ويذكر الله تعالىٰ بقدر مانوى ويصلي ثم يفعل ماشاء فتاوى هنديه.

(ردالمحتار ۶۱۹/۱)(ماخوذ از احسن الفتاویٰ)

مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرنا

گمشدہ چیز کی تلاش مسجد میں جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے کیونکہ اس میں شور اور ہنگامہ ناگزیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لاردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا.

جو کسی شخص کو سنے کہ وہ مسجد میں گمشدہ چیز کی تلاش کرتا ہے تو چاہئے کہ کہے اللہ تعالیٰ اس کو تجھ پر نہ لوٹائے کیونکہ مسجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہے۔ (مسلم باب النہی عن نشد الضالۃ ص ۲۱۰ ج ۱)

اس حدیث میں صرف گمشدہ چیز کی تلاش سے روکا ہی نہیں گیا بلکہ اس میں اس پر زجر و توبیخ بھی موجود ہے اور ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان کردی گئی ہے اس زمانہ میں خصوصیت سے اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور اس حدیث کا مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن نشین ہونا چاہئے ہاں اگر اس وقت کوئی حرج سمجھ میں نہیں آتا کہ جب چیز مسجد ہی میں گم ہوجائے تو آداب مسجد کا لحاظ کرتے ہوئے تلاش کی جائے، باقی جو چیز مسجد سے باہر کہیں اور کھوگئی اس کی جستجو ان مساجد کے ذریعہ کسی طرح مناسب نہیں۔ اور مجمع النہر میں ہے: جس جگہ لقطہ ملا

ہواس جگہ اعلان کرے اوراسی طرح لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ جیسے مسجد کا دروازہ اور بازار مالک تک خبر اوراس کی چیز پہنچانے کا یہ قریبی ذریعہ ہے۔

(مجمع النهر ص ۱۳ ج ۲ کتاب اللقطه)(ملخص از فتاوی رحیمیه)

بہتر یہ ہے کہ مسجد کے باہر گمشدہ چیز پہنچانے اور لینے کے لئے کوئی جگہ متعین کر دی جائے اس تدبیر سے مسجد یں ہر وقت اعلان اور شور وشغب سے محفوظ رہیں گی۔

مسجد کے لئے مسجد میں چندہ کرنا

بہتر اور مناسب صورت یہی ہے کہ مسجد سے باہر چندہ کیا جائے یا مسجد میں کسی بورڈ پر چندہ کی اپیل لکھ دی جائے البتہ اگر اس طرح چندہ کرنے سے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوتی ہو اور مسجد میں جمعہ کے دن چندہ کرنے سے مسجد کا زیادہ فائدہ ہوتو اس شرط کے ساتھ برائے مسجد مسجد میں چندہ کرنے کی گنجائش ہے کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہوان کی گردن نہ پھاندے نمازی کے سامنے سے نہ گزرے مسجد میں شور وشغب نہ ہو مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ ہو اور لوگوں کے سامنے کسی کو شرم اور غیرت میں ڈال کر زبردستی چندہ وصول نہ کیا جائے ان شرائط کی رعایت ضروری ہے اگر ان کی رعایت نہ ہو سکے تو مسجد میں چندہ نہ کیا جائے۔

وفی الشامية: والمختار ان السائل ان كان لا يمر بين يدی المصلی ولا يتخطى الرقاب ولا يسال الحافا بل لامر لابد فلا باس بالسوال والاعطاء ا هـ ومثله فی البزازية ولا يجوز الاعطاء اذا لم يكونوا علی تلك الصفة المذكورة شامی باب الجمعة .(فتاوی رحيميه ص۲۳۹ ج۹)

مسجد میں ہوا خارج کرنا

مسجد میں ہوا خارج کرنا ناجائز ہے کہ فرشتوں کو ہر اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے۔ (الاشباہ) چونکہ معتکف اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے اس لئے حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں اس کو ہوا خارج کرنے کے لئے باہر نکلنا چاہئے۔

(آداب المساجد)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص کثرت ریاح کا مریض ہو اس کو یا تو بار بار مسجد سے نکلنا ہوگا یا کراہت کا ارتکاب کثرت سے کرنا ہوگا۔

لہٰذا احوط یہی ہے کہ ایسا شخص اعتکاف نہ کرے بلکہ اللہ پاک سے دعاء کرتا رہے اس کو آرزو اور تمنا کا اجر ملے گا۔

واختلف في الذي يفسو في المساجد لم ير بعضهم بأسا وبعضهم قالوا لايفسو ويخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح كذا في التمرتاشي۔

(عالمگیریہ ۵/۳۲۱)

مزید تفصیل اعتکاف کے بیان میں ہے۔

مسجد کے روپیہ کو تجارت میں لگانا

مسجد کی آمدنی اگر ضروریات مسجد سے زائد ہو تو مسجد کے نفع کے لئے اس کو تجارت میں لگانا جائز ہے۔ (امداد المفتین: ۷۸۰)

احسن الفتاویٰ ۶/۴۲۳ میں ہے کہ اگر نفع کی توقع غالب ہو تو جائز ہے۔

مسجد میں خرید وفروخت

مسجد میں خرید وفروخت اور جملہ معاملات نکاح کے علاوہ ناجائز ہیں، البتہ معتکف کے لئے بقدر حاجت جائز ہے بشرطیکہ سامان فروخت مسجد میں داخل نہ کرے۔

قال وفی شرح التنویر و کرہ ای تحریما لانہا محل اطلاقھم احضار المبیع فیه کما کرہ فیه مبایعة غیر المعتکف مطلقا للنهي.

وفی الشامیة (قوله مطلقا) ای سواء احتاج الیه لنفسه او عیاله او کان للتجارة احضرہ او لا کمایعلم مماقبله ومن الزیلعي والبحر.

(ردالمحتار ۲/۱۸٤)

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البیع والاشتراء فیه وان یتحلق الناس یوم الجمعة قبل الصلوة فی المسجد رواہ أبو داؤد والترمذی. (مشکوٰہ ۱/۷۰)

مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے

قال النبي صلی الله علیه وسلم: اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ في المساجد. (مشکوة بحواله ترمذي)

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح کی مجلس مسجد کے اندر منعقد کیا کرو۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح مسجد کے اندر کرنا مستحب ہے اسی طرح جمعہ کے دن کرنا بھی مستحب ہے کیونکہ نکاح کی مجلس مسجد میں منعقد کرنے میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ (مظاہر حق جدید)

البتہ یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ مسجد کے ادب واحترام ملحوظ رہے شور وشغب سے احتراز کیا جائے اور چھوٹے بچے جو آداب مساجد سے ناواقف ہیں ان کو مسجد میں نہ لایا جائے اسی طرح کوئی گناہ کا کام نہ کیا جائے خصوصا بعض ناداں تصویر کشی کی کوشش کرتے

ہیں جو عام حالات میں بھی گناہ کبیرہ ہے پھر مسجد جیسی مقدس جگہ میں یہ اس کی قباحت وشناعت اور بھی بڑھ جاتی ہے، اسی طرح پھولوں کا ہار وغیرہ مسجد کے اندر نہ پہنایا جائے کیونکہ اس سے پتا وغیرہ گرنے کی وجہ سے تلویث مسجد کا خطرہ ہے۔ نوٹوں کے ہار پہنانا شرعا جائز نہیں اس سے مطلقاً اجتناب کیا جائے۔

مسجد میں افطار کرنا

آج کل جس طرح مساجد کے اندر افطار کرنے کا دستور ہے اس میں مسجد کی تلویث اور بے حرمتی ہوتی ہے لہٰذا یہ جائز نہیں مسجد کی منتظمہ پر ضروری ہے کہ اذان کے بعد اتنا وقفہ دے کہ محلہ کے نمازی گھروں میں اطمینان سے افطاری کر کے مسجد میں پہنچ سکیں۔

(احسن الفتاوی ٦/٤٥٧)

ہاں البتہ مسافروں کے لئے مسجد سے باہر بقدر ضرورت انتظام کرے تا کہ سہولت رہے۔ نیز معتکف حضرات کے لئے بھی دسترخوان کا مناسب انتظام کیا جائے تا کہ افطاری کے سامان سے مسجد خراب نہ ہو۔

مسجد کا مکان بینک یا کسی بھی حرام کام کرنے والے کو کرایہ دینا

بینک یا کسی بھی خلاف شرع امور انجام دینے کے لئے مسجد کا مکان کرایہ پر دینا تعاون علی الاثم کے مترادف ہے اور قرآن کریم میں تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے ارشاد خداوندی ہے: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾

گناہ اور زیادتی کے کاموں میں معاونت مت کرو۔ لہٰذا شرعا ان کو مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ٦/١٠٨)

مسجد کی رقم کا سود

اول تو مسجد کا روپیہ بینک میں جمع کرانا جبکہ حفاظت کا دوسرا ذریعہ موجود ہو خلاف

احتیاط ہے اور اگر غلطی سے یا غفلت سے یا قانونی مجبوری کی وجہ سے رقم بینک میں رکھی ہو اور اس پر سود ملا ہو تو وہ مسجد کے بیت الخلاء غسل خانہ کی مرمت یا صفائی کی چیزوں میں خرچ کی جائے اگر اس میں ضرورت نہ ہو تو غرباء کو دیدیا جائے رفاہ عام کے کاموں میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مسجد پر یہ رقم خرچ نہ کی جائے کہ یہ تقدس مسجد کے خلاف ہے۔

(فتاوی رحیمیه بحواله کفایة المفتی)

مسجد میں غیر مسلم کا چندہ لینا

اگر غیر مسلم اپنے اعتقاد سے اسے قربت سمجھتا ہو تو اس کا چندہ لینے کی گنجائش ہے مگر اس زمانہ میں غیر مسلم کی رقم مسجد میں استعمال کرنے سے بچنا چاہئے غیر مسلم کا مسجد پر احسان چڑھے گا اور کسی وقت ان کے مذہبی کاموں میں چندہ دینا اور شرکت کرنا پڑے گی لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (فتاوی رحیمیه ،امدادالمفتین)

قوله وان يكون قربة في ذاتي فتعين ان هذا شرط في وقف المسلم فقط بخلاف الذمي لما في البحر وغيره ان شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء وعلى مسجد القدس.

(شامية ٣٤١/٤، كتاب الوقف)

مسجد میں نماز جنازہ

حنفی مذہب کے مطابق بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر البتہ نماز کے لئے کوئی دوسری جگہ نہ ہو تو عذر کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھنے میں کراہت نہیں۔ البتہ میت کو باہر رکھ کر پڑھی جائے۔

قال في العلائية وكرهت تحريما وقيل تنزيها في مسجد جماعة هوى الميت فيه الى (ان قال) والمختار الكراهة مطلقا وفي الشامية انما

تکرہ فی المسجد بلا عذر فان کان فلا (ردالمحتار ج۱) (احسن الفتاویٰ ۱۸۳/٤)

حرمین شریفین میں نماز جنازہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ ان کا مسلک ہے۔

اذان کے بعد مسجد سے نہ نکلنے کا حکم

وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كنتم في المسجد فنودي بالصلوٰة فلا يخرج أحدكم حتى يصلي. " (رواه أحمد)

یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب تم مسجد میں موجود ہو اور نماز کے لئے اذان ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔ (احمد)

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے پھر وہ بغیر کسی ضرورت کے مسجد سے چلا جائے (اور جماعت میں شریک ہونے کے لئے) واپس آنے کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ابن ماجہ)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی دوسری مسجد کا امام ہو یا مؤذن ہو تو اذان کے بعد اپنی مسجد جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دوسری مسجد کا نہ امام ہے اور نہ مؤذن ہے اور مسجد سے نکلنے کے بعد واپس آنے کا قصد وارادہ بھی نہیں تو اسے اذان سن کر مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ کیونکہ اذان کے بعد جماعت کی عظیم سعادت سے محرومی بڑی بدبختی ہے چنانچہ مذکورہ بالا حدیث میں ایسے شخص کو منافق کی طرح قرار دیا ہے لہٰذا اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلے الا یہ کہ کوئی شدید مجبوری پیش آ جائے مثلاً سفر وغیرہ تو اکیلا نماز پڑھ کر نکل سکتا ہے۔

مساجد کے آباد کرنے والے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا رأيتم الرجل يتعاهد

المسجد فاشهدوا له بالایمان فان اللہ تعالیٰ یقول انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر.

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دیدو اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے، جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا۔

(ترمذی، ابن ماجه، دارمی)

مطلب یہ ہے کہ تم اگر کسی شخص کو دیکھو جو اللہ تعالیٰ کے گھر کی خبر گری کرتا ہے یعنی اس کی حفاظت اور مرمت کرتا ہے اس میں جھاڑو وغیرہ دے کر اس کی صفائی وستھرائی رکھتا ہے اس میں نماز پڑھتا ہے اور عبادت کرتا ہے اور اس میں قرآن کریم کے درس وتدریس کے ذریعہ دینی علوم کی اشاعت کرتا ہے تو تم اس کے حق میں گواہی دو کہ وہ مرد مومن خدا اور رسول صلی اللہ عایہ وسلم کا اطاعت شعار وفرمانبردار بندہ ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن کے اول حصہ میں یا آخری حصہ میں مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمان نوازی کا سامان تیار کرتا ہے خواہ وہ صبح کو جائے یا شام کو۔

(بخاری ومسلم)

باب الجماعة

جماعت کا بیان

جماعت کی فضیلت اور تاکید:

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو اچھے خاصے حجم کا ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ ان کے دیکھنے سے یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماعت نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ حالتِ مرض میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود چلنے کی طاقت نہ تھی، دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ جماعت چھوڑنے والے پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بلاشبہ شریعتِ محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی ہے کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی تاکید کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے۔

ہم یہاں پہلے وہ آیت لکھ دیتے ہیں جس سے بعض مفسرین اور فقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد چند حدیثیں بیان کرتے ہیں: (بہشتی زیور ۱۱/۷۶۱)

آیت: ﴿وارکعوا مع الراکعین﴾

ترجمہ: نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر۔ (یعنی جماعت سے) اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا صریح حکم ہے مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع یعنی عاجزی کے بھی لکھے ہیں لہٰذا فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

فضیلت جماعت سے متعلقہ احادیث مبارکہ:

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة المنفرد بسبع وعشرین درجة. (متفق علیه مشکوٰۃ ۹۵)

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ہے۔'' (بخاری، مسلم)

عن ابی بن کعب فی حدیث طویل (قال رسول الله صلی الله علیه وسلم) وان صلوة الرجل مع الرجل ازکی من صلوة وحده وصلوته مع الرجلین ازکی من صلوته مع الرجل وما کثر فهو احب الی الله.

رواہ ابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ ۱ ۹۶)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر اور جتنی زیادہ جماعت ہو اتنی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔'' (ابو داؤد، نسائی)

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس کو آدھی رات کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔''

آثار صحابہ:

۱۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر چلا گیا تو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔(مسلم شریف)

مذاہب فقہاء کرام:

۱۔ اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ محقق ابن ہمام، حلبی اور صاحب بحرالرائق وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

۲۔ بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے، مگر واجب کے حکم میں ہے اور درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کوئی فرق نہیں۔

۳۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے کے باوجود بھی نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔

۴۔ فقہ کی بعض کتابوں مثلاً: قنیہ وغیرہ میں ہے کہ بلاعذر جماعت چھوڑنے والے کو سزا دینا امام وقت پر واجب ہے اور اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں (یعنی اس کو اس فعل قبیح سے نہ روکیں اور اس کو حسب استطاعت نصیحت نہ کریں، بشرطیکہ اس شخص سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو۔) تو وہ بھی گناہگار ہوں گے۔(بہشتی زیور ۱۱/۶۴۷)

فیسن او تجب علی الرجال البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج. (درمختار ۱/۵۷۶)

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں:

۱۔ مرد ہونا، عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔

۳۔ آزاد ہونا، غلام پر جماعت واجب نہیں۔

۴- عاقل ہونا، بے ہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵- تمام اعذار سے خالی ہونا، اعذار کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کرلے تو بہتر ہے۔

(قوله من غير حرج) قيد به لكونها سنة موكدة او واجبة فبالحرج يرتفع الاثم ويرخص في تركها ولكن يفوته الافضل والظاهر ان المراد به العذر المانع كالمرض والشيخوخة والفلج. (ردالمحتار ۱/ ۵۷۹)

امامت صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مسلمان ہونا، کافر اور مشرک کی امامت صحیح نہیں۔

۲- عاقل ہونا نشئی، بے ہوش اور دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

۳- بالغ ہونا۔ نابالغ کی امامت صحیح نہیں۔

۴- مرد ہونا۔ عورت کی امامت جائز نہیں۔

۵- فرض قراءت کے بقدر یاد ہونا۔

۶- نماز سے مانع کوئی عذر نہ ہو، مثلاً: نکسیر وغیرہ نہ چل رہی ہو، تو تلانہ ہو، نیز نماز کی کوئی شرط، مثلاً: طہارت، ستر وغیرہ نہ چھوٹ رہی ہو۔

وشروط الامامة للرجال الصحاه ستتة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراء ة والسلامة من الاعذار كالرعاف والفافاة والتمته وفقد شرئط كطهارة وستر عورة. (نورالايضا، شاميه)

اقتداء صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتدا کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھ رہا ہوں۔

۲- امام اور مقتدی دونوں کی جگہ ایک ہو، چاہے حقیقۃً ایک ہو جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً ایک ہو جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں مسلسل صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام اور ان مقتدیوں کے درمیان جو پل کے اس پار ہیں ہو دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً ایک نہیں، مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لئے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة او نهر تجری فیه السفن او خلاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع الصفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلاثة و کذا اثنان عند الثانی لا واحد اتفاقا. (ردالمحتار ۱/۶۱۱)

۳- مقتدی کو امام سے آگے نہ کھڑا ہونا چاہیے مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جب کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں چاہے پیر کے بڑے ہونے کے سبب یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے بڑھنا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔

وتقدم الامام بعقبة عن عقب المقتدی شروط لصحة اقتدائه حتی لو کان عقب المقتدی غیر متقدم علی عقب الامام لکن قدمه اطول فتکون اصابعه قدام اصابع امامه تجوز کما لو کان المقتدی اطول من امامه فیسجد امامه. (ردالمحتار ۱/۵۷۵)

۴- مقتدی کو امام کے افعال مثلاً: رکوع، قومہ، سجدہ اور قعدہ وغیرہ کا علم ہو،

چاہے امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مکبر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے افعال کا علم نہ ہو، چاہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا کسی اور وجہ سے تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی اور اگر کوئی پردہ یا دیوار وغیرہ حائل ہو مگر امام کے افعال معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔

۵۔ مقتدی کا تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کے ساتھ شریک رہنا، چاہے امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

جماعت کے احکام:

(۱) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی یہ نمازیں جماعت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(۲) اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت سے ختم ہو چکا ہو۔

(۳) اسی طرح نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز)

(۴) اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں وتر کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے یعنی جب پابندی کی جائے اور اگر پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھار دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔

(۵) نمازِ خسوف (چاند گرہن) اور تمام نوافل اذان واقامت کے ساتھ یا کسی

اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے تو جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر اذان و اقامت کے بغیر اور بلائے بغیر دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضایقہ نہیں لیکن اس کی پابندی نہ کریں۔ (بہشتی گوہر)

ومنها انها واجبة للصلوة الخمس الا الجمعة فانها شرط فيها وتجب لصلوة العيدين على القول بوجوبهما وتسن على القول بسنيتها وفى الكسوف والتراويح سنة. (بحر ۱/۳۴۵)

دوسری جماعت کا حکم:

مندرجہ ذیل شرائط پائے جانے کی صورت میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

۱۔ محلے کی مسجد ہو اور عام راہ گذر پر نہ ہو، محلے کی مسجد کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی متعین ہوں۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور ان کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔

۴۔ دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔ مثلاً: محراب میں پڑھی جائے یہ شرط صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیئت بدل دینے کے باوجود کراہت رہتی ہے۔ پس اگر دوسری جماعت مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، مثلاً:

مسجد عام رہگذر پر ہو محلے کی نہ ہو، تو اس میں دوسری بلکہ تیسری و چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے، نہ ہی ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے یا بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ:

اگر چہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینی کاموں میں خصوصاً جماعت کے بارے میں جو سستی اور کاہلی ہو رہی ہے اس کا نقاضا بھی یہی ہے کہ ہیئت تبدیل ہو جانے کے باوجود دوسری جماعت کرانے پر کراہیت کا فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ دوسری جماعت مل جانے کی امید پر جان بوجھ کر پہلی جماعت چھوڑ دیا کریں گے۔

(بهشتي زيور ۱۱/۷۷۳)

ويكره (تحريما) تكرار الجماعة باذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق او مسجد لاامام له ولا موذن الا اذا صلى بهما فيه او لا غير اهله او اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا والمراد بمسجد المحلة ماله جماعة امام معلومون. (ردالمحتار ۱/۵۷۷)

شافعی امام کے پیچھے نماز کا طریقہ:

نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کا ساتھ دینا واجب ہے، البتہ سنتوں میں واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع میں سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدیوں پر ہاتھ کا اٹھانا ضروری نہیں، اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا شافعیہ کے نزدیک سنت ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں پر ضروری نہیں، البتہ وتر میں چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے مطابق رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہئے۔

نابینا کی امامت کا حکم:

نابینا کی اقتداء مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر یہ نابینا علم وعمل تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے دوسروں سے افضل ہو تو اس کو امام بنانے میں کوئی کراہت نہیں بلکہ اس کو امام بنانا افضل ہے۔

"قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ." (شامیة: ۱ باب الإمامة)

داڑھی کٹانے والے کی امامت

داڑھی ایک قبضہ سے کم کرنا حرام ہے۔ اور اعلانیہ گناہ کا ارتکاب ہے اس لئے کٹانے یا منڈانے والا فاسق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسا شخص جبراً امام بن گیا یا مسجد کی منتظمہ نے بنادیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کرے، اگر میسر نہ ہو تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ فاسق کے پیچھے ہی نماز پڑھ لے، اس کا عذاب وبال مسجد کے منتظمین پر ہوگا۔

”صلی خلف فاسق اومبتدع نال فضل الجماعة.“ (درمختار)

”وفی الشامية افادان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد لكن لاينال كما ينال خلف تقی ورع.“ (شامية: ۱)

وقال النبی ﷺ صلوا خلف كل برو فاجر. (احسن الفتاوی ۲۶/۳)

جہری قرأت کی مقدار:

امام کے لئے جہری نمازوں میں قرأت جہری کی مقدار یہ ہے کہ اتنی آواز سے قرأت پڑھے کہ پہلی صف کے نمازی قرأت سن لے تمام نمازیوں کو سنانا لازم نہیں۔

وفي فصل القرأة من الشامية قال في الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير ان الامام اذا قرأ في صلوة المخافتة بحيث سمع رجل او رجلان، لايكون جهرا والجهر ان يسمع الكل ا ھ ای كل الصف الاول ا ھ الی قوله وادنی الجهر اسماع غيره فمن ليس بقربه كاهل الصف الاول واعلاه لاحد له فافهم واغتنم هذا تحرير هذا المقام فقد اضطرب فيه كثير من الافهام (ردالمحتار ۴۹۹/۱)

مقتدی کے بیٹھنے سے قبل امام نے سلام پھیر دیا:

ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ اس حالت میں شریک ہوا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر دیا، اس کی اقتداء صحیح ہوگئی۔

قال في شرح التونير وتنقضی قدوة بالاول قبل عليكم علی المشهور عندنا وعليه الشافعية (ردالمحتار ۴۳۶/۱)

بلاضرورت غیر مسجد میں جماعت کرنا:

بدون عذر غیر مسجد میں اقامت جماعت بدعت ہے، اس لئے مسجد کی جماعت میں

شرکت کی جائے۔

ہاں کوئی ایسا معقول عذر ہو جو مسجد میں حاضر ہونے سے مانع ہو تو تنہا پڑھنے کے بجائے جہاں ممکن ہو جماعت سے پڑھ لے۔

عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال لقد رأينا وما يتخلف عن الصلوة الا منافق قد علم نفاقه او مريض ان كان المريض ليمشي بين رجلين حتى ياتي الصلوة وقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدى وان من سنن الهدى الصلوة في المسجد الذي يوذن فيه الحديث. (رواه مسلم)

رکوع یا سجود میں امام سے سبقت کرنا:

مقتدی کے لئے کسی رکن میں امام سے سبقت کرنا مکروہ ہے، اب اگر بے خیالی میں مقتدی رکوع یا سجدے وغیرہ میں امام سے آگے بڑھ گیا تو حکم یہ ہے کہ اگر امام نے مقتدی کو اس رکن میں پالیا تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی، اور اگر لوٹ کر امام کو قیام میں پاسکتا ہو تو قیام کی طرف عود کرنا واجب ہے،

قال في الشامية : الخامس ان ياتي بهما قبله ويدركه الامام فيهما وهو جائز لكنه يكره. (ردالمحتار ۱/۲۵٦)

(وقوله وكذا عكسه) وهو ان يرفع المامو م رأسه من الركوع والسجود قبل ان يتم الامام التسبيحات (قوله فيعود) اى المقتدى لوجوب متابعته لامامه في اكمال الركوع وكراهة مسابقته له فلو لم يعد ارتكب كراهة التحريم. (ردالمحتار ۱/٤٦٣)

مقتدی کے تشہد پورا ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

اگر امام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا تو مقتدی پر تشہد پورا کرنا واجب ہے۔ اگر صرف درود رہ گیا تو درود چھوڑ کر سلام میں امام کا اتباع کرنا واجب ہے تشہد کو نامکمل چھوڑ کر سلام پھیر دینا مکروہ تحریمی ہے۔

قال في شرح التنوير: واعلم انه مما يبتنى على لزوم المتابعة في الاركان انه لو رفع راسه من الركوع او السجود قبل ان يتم المأموم التسبيحات الثلاث وجب متابعته وكذا عكسه فيعود، ولا يصير ذلك ركوعين بخلاف سلامه او قيامه لثالثه قبل اتمام الموتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه ولولم يتم جاز الى قوله اى صح مع كراهة التحريم كما افاده إلخ. (ردالمحتار ۱/۴٦۳)

شافعی اور اہل حدیث کی امامت:

اگر یہ یقین ہو کہ امام نماز کے ارکان وشرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے، اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہ ہوگی، اور جس کا حال معلوم نہ ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے، آج کل کے غیر مقلدین صرف یہ نہیں کہ رعایت مذاہب کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اس کو غلط سمجھتے ہیں اور عمدا اس کے خلاف کا اہتمام کرتے ہیں، اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں اس لئے ان کی اقتداء سے حتی الامکان احتراز لازم ہے، مگر بوقت ضرورت ان کے پیچھے نماز پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے۔

"قال في العلائية عن البحران تيقن المراعاة لم يكره اوعدما لم يصح وان شك كره." (ردالمحتار: ۱/۵۲٦)

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ یہ امام صحیح العقیدہ ہو، اگر اس کا عقیدہ فاسد ہے، مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سب سلف (یعنی ائمہ کو گالی گلوچ) کرتا ہے تو اس کی امامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۲۸۲)

عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت ممنوع ہے:

عورتوں کے لئے پانچوں وقتیہ نمازوں میں نیز عیدین اور جمعہ وغیرہ کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

قال العلامة الحصكي رحمه الله : ويكره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعيدين ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان. (ردالمحتار ۱/۵۲۹)

اس کی مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

بدعتی کی امامت کا حکم:

آج کل کے فرقۂ مبتدعہ کے عقائد حدِ شرک تک پہونچے ہوئے ہیں، اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی بدعتی شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو بلکہ موحد ہو، صرف تیجہ، چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلا ہو، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

" قال في الشامية فهو (الفاسق) كالمبتدع تكره امامته بكل حال." (ردالمحتار: ۱/۵۲۳)

"وقال العلامة الحلبي رحمه الله تعالى بعد ماحرمين ان كراهة تقديم الفاسق كراهة تحريم ويكره تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع والمراد

بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف مايعتقد، اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذا لم يكن مايعتقده يؤدى الى الكفر عند اهل السنة اما لو كان مؤديًا الى الكفر لا يجوز اصلاً الخ." (غنية: ۴۸۰)

کوئی صحیح العقیدہ امام مل جائے تو بدعتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے ورنہ اسی کے پیچھے پڑھ لے جماعت نہ چھوڑے، بدعتی کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اگرچہ مکروہِ تحریمی ہے مگر واجب الاعادہ نہیں، یہ ایسے بدعتی کا حکم ہے جو مشرک نہ ہو، شرکیہ عقائد رکھنے والے کا حکم اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔

امام سے پہلے سلام پھیرنا:

اگر کسی مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے تاہم نماز ہوگئی۔ البتہ ایسی سخت مجبوری سے سلام پھیرا جو نماز میں باعث تشویش بن رہی ہو تو نماز کا توڑنا واجب نہیں۔

لانه ترك واجب متابعة الامام لواجب اخر وهو اصلاح الصلوة والتحرز عن كراهة اداء الصلوة مع المشوش. (احسن الفتاویٰ ۲۹۳/۳)

مسبوق کے بیٹھتے ہی امام قعدۂ اولیٰ سے اٹھ گیا:

اگر کسی شخص کے بیٹھتے ہی امام قعدۂ اولیٰ سے اٹھ گیا اور یہ شخص التحیات نہ پڑھ سکا تو مسبوق پر لازم ہے کہ تشہد پورا کر کے اٹھے، بدون تشہد پڑھے امام کا اتباع مکروہ تحریمی ہے، آخری قعدہ میں شریک ہونے کا بھی حکم یہی ہے۔ کہ تشہد پورا ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو تشہد پورا کر کے کھڑا ہو۔

"قال فى الدر بخلاف سلامه اوقيامه لثالثة قبل اتمام المؤتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز وفى الشامية (قوله فانه لا

یتابعه الخ) ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثه مع الامام كما صرح به فی الظهيرية وشمل باطلاقه مالوا قتدی به فی اثناء التشهد الاول اوالاخير فحين قعد قام امامه اوسلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم ولم اره صريحا ثم رأيته فی الذخيرة ناقلًا عن ابی الليث المختار عندی انه يتم التشهد وان لم يفعل اجزأه اهـ ولله الحمد (قوله ولو لم يتم جاز) ای صح مع كراهة التحريم كما افاده ح.''(ردالمحتار: ۱/۴۲۳)

صف کا خلا پر کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنا:

نماز کی اصلاح کے لئے نمازیوں کے سامنے سے گذرنا جائز ہے، لہذا اگر کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے جاتے وقت سامنے سے گذر جائے اور واپسی تک اگر وہ جگہ خالی ہے تو سامنے سے گذر کر اس جگہ کو پر کرے، بلکہ سامنے سے جانے کی جگہ نہ ہو تو صف کو چیر کر بھی جا سکتا ہے۔

''قال فی العلائية ولو كان فرجة فللداخل ان يمر علی رقبة من لم يسدها لانه اسقط حرمة نفسه وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ قال فی القنية قام فی آخر الصف فی المسجد بينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل ان يمربين يديه ليصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه دل عليه ماذكر فی الفردوس برواية ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی ﷺ انه قال من نظر الی فرجة صف فليسدّها بنفسه فان لم يفعل فمر مار فليتخط علی رقبته فانه لا حرمة له (الی قوله) واذا كان له ذلك فله ان يمربين يديه بالاولی فافهم.''

(ردالمحتار: ۱/۵۹۵)

کسی فرد کے لئے جماعت میں تاخیر جائز نہیں:

نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے تاخیر کی جا سکتی ہے۔

"قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ في اذان البزازية لو انتظر الاقامة ليدرك الناس الجماعة يجوز ولو احد بعد الاجتماع لا الااذا كان داعرًا شريرًا اهـ." (ردالمحتار: ١/٤٦٢)

جماعت میں شامل ہونے نہ ہونے کے مسائل:

مسئلہ ا: اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

واذا فاتته لايجب عليه الطلب في المساجد بلا خلاف بين اصحابنا بل ان اتى مسجدا للجماعة اخر فحسن وذكر القدوري يجمع باهله ويصلي بهم يعني وينال ثواب الجماعة قال شمس الائمة الاولى في زماننا تتبعها. (بحر ١/٣٤٦)

مسئلہ ۲: جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی، اگر رکوع نہ ملے تو پھر وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳: بعض ناواقف لوگ جب مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے آتے ہی جھک جاتے ہیں

اوراسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا تو وہ تکبیرِ تحریمہ صحیح نہیں ہوئی اور جب وہ صحیح نہیں ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟

اذا وصل حدالركوع قبل ان يخرج الامام من حد الركوع فقد ادرك معه الركعة.(طحاوى ٢٩٤)

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ تلاوت کی تعداد:

مسئلہ ۱: قرآن شریف میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں صفحات کے کنارہ پر سجدہ لکھا ہوا ہوتا ہے اس جگہ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

فی القرآن اربعة عشر سجدة. (قدوری)

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ ۲: سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے۔ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ "سبحان ربی الاعلیٰ" کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ بس سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

ومن اراد السجود كبر ولم يرفع يديه وسجد ثم كبر ورفع راسه ولاتشهد عليه ولا سلام(القدوری باب سجدة التلاوة)

آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے کا حکم:

مسئلہ ۳: سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، چاہے سننے والا قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھا ہوا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھے تا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

والسجود واجب فی هذه المواضع علی التالی والسامع سواء قصد سماع القرآن او لم يقصد فاذا تلا الامام آية السجدة.

(مختصر القدروی باب سجدة التلاوة)

سجدۂ تلاوت کی شرائط:

مسئلہ۴: جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو ہونا، جگہ پاک ہونا، بدن اور کپڑے پاک ہونا، قبلہ کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ۵: جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔ بعض لوگ قرآن مجید ہی پر سجدہ کر لیتے ہیں، اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

مسئلہ۶: تلاوت کرتے یا سنتے وقت اگر کسی کا وضو نہ ہو تو پھر کسی اور وقت وضو کر کے سجدہ کرے۔ فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کر لے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ۷: اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں آیت سجدہ سنی کہ اس وقت اس پر نہانا واجب ہو چکا تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

قال في التنوير يجب على من كان اهلا لوجوب الصلوة اداء وقضاء فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا وتجب بتلاوتهم خلا المجنون المطبق في العلائية في شرح قوله اداء او قضاء كالاعصم اذا تلا والجنب والسكران والنائم الخ.

(ردالمحتار ۱/۷۲۰)

آیت سجدہ کے ترجمہ سے سجدہ واجب ہے

اگر کوئی سجدہ کی آیت نہ پڑھے بلکہ صرف اس کا ترجمہ کرے تو لفظی ترجمہ کرنے

والے پر سجدہ واجب ہے اور سننے والے کو اگر معلوم ہو کہ یہ ترجمہ قرآن ہے اور اس کا مطلب بھی سمجھ جائے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہوگا، ورنہ نہیں، یہ حکم جب ہے کہ لفظ بلفظ ترجمہ کیا ہو اگر ترجمہ کے بجائے تفسیر کی تو بولنے اور سننے والے کسی پر بھی سجدہ نہیں۔

قال فی العلائیة والسماع شرط فی غیر التالی ولو بالفارسیة اذا اخبر وفی الشامیة (قوله اذا اخبر) ای بانها آیة سجدة سواء فهمها او لا، وهذا عندالامام وعندهما ان علم السامع انه یقرء القرآن لزمته والا فلا بحرالفیض وبه یفتی وفی النهر عن السراج ان الامام رجع الی قولهما وعلیه الاعتماد ١هـ. (ردالمحتار ۱/۷۱۷)

باب النوافل

سنن مؤکدہ کی فضیلت:

وعن أم حبيبة رضى الله تعالىٰ عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى في يوم وليلة ثنتي عشر ركعة بني له بيت في الجنة أربعا قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعدالمغرب وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل الفجر صلاة الغداة.

(رواه الترمذي ۱/۸۱، ورواه مسلم أيضا من غير تفصيل الركعات)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دن رات میں فرض نماز کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کریں گے۔''

(رواه في الجامع الصغير بسند صحيح)

یہاں بارہ رکعتوں سے مراد سنن مؤکدہ ہیں، جو یہ ہیں: دو فجر کی، چھ ظہر کی، دو مغرب کی اور دو عشاء کے بعد کی۔

اوابین کی فضیلت:

حدیث میں ہے: ''جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی بری بات نہیں کی، اس کو بارہ سال کی نفل عبادت کے برابر ثواب دیا جائے گا۔'' (رواه في الجامع الصغير بسند ضعيف)

جہنم سے نجات کا پروانہ:

حدیث میں ہے: جس شخص نے دو رکعت نماز ایسی تنہائی میں پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ اور اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اس کے لیے دوزخ سے نجات کا

پروانہ لکھ دیا جائے گا۔" (رواه الإمام السيوطي بسند ضعيف)

مطلب یہ ہے کہ اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی جس کی برکت سے جہنم سے محفوظ رہے گا اس برکت کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل پڑھتے رہنا چاہئے۔

چاشت کی فضیلت:

ارشاد فرمایا: "جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے سونے کا محل تیار فرماتے ہیں۔" (الجامع الصغير)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "جس نے چار رکعت اشراق کی نماز اور ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ چار رکعت نفل نماز پڑھی، اس کے لیے جنت میں ایک مکان تیار کیا جائے گا۔" (رواه الطبراني باسناد حسن)

جنت میں گھر:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا في الجنة. (ترمذي ٦١)

ارشاد فرمایا: "جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت نفل نماز پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائیں گے۔"

(رواه الامام السيوطي باسناد ضعيف)

نماز عصر سے پہلے چار رکعت کی فضیلت:

حدیث میں ہے:

"من صلى قبل العصر اربعا ،حرمه الله على النار".

(رواه الطبراني عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه مرفوعا باسناد حسن)

"جس نے عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نفل نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام

کردے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ عصر سے قبل نفل کی پابندی کرنے سے نیک عمل کرنے کی اور برائی سے بچنے کی توفیق ہوگی، جس کی برکت سے جہنم سے نجات ملے گی، مگر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نفل نماز اتنی ہو جسے پابندی سے نبھا سکے اگر چہ تھوڑی ہی ہو۔ ہاں کبھی کسی عذر کی بنا پر ناغہ ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی دعا:

حدیث میں ہے:

"رحم الله امرء صلى قبل العصر أربعا."

(رواه الامام السيوطي باسناد صحيح)

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھے۔"

تہجد کی فضیلت:

حدیث میں ہے: "رات کی نماز یعنی تہجد کو اپنے اوپر لازم کرلو، اگر چہ ایک ہی رکعت ہو۔" (رواه الامام السيوطي بسندصحيح)

مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز ضرور پڑھ لیا کرو، اگر چہ مقدار میں کم ہی ہو کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے، "اگر چہ ایک رکعت ہو" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت پڑھ لے، کیونکہ ایک رکعت نماز پڑھنا درست نہیں ہے بلکہ کم از کم دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عليكم بقيام الليل فإنه داب الصالحين قبلكم وهو قربة لكم إلى ربكم ومكفرة ومنها عن الإثم.

(رواه الترمذي)

حدیث میں ہے: ''رات کے قیام یعنی تہجد کی نماز کو اپنے ذمہ لازم کرلو، کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا خاص طریقہ اور پہچان ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، صغیرہ گناہوں کو مٹاتی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ہے۔''

(رواہ السیوطی بسند صحیح)

ذرا غور کریں اس نماز کا کس قدر نفع اور ثواب ہے گزشتہ گناہوں کی معافی آئندہ گناہوں سے روکنے اور ساتھ ہی جسمانی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ ہے اور باطنی بیماریوں کی تو شفا ہے ہی، اس لئے کہ حدیث میں ہے: ''اللہ کا ذکر دلوں (کی بیماریوں) کے لیے شفا ہے'' اور نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، اس میں کوئی دشواری بھی نہیں۔ تہجد کے وقت خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے تہجد کی نماز اہتمام سے پڑھنا چاہیے۔

نماز اشراق کی فضیلت:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ تبارک وتعالیٰ أنہ قال ابن آدم ارکع لي أربع رکعات من أول النھار أکفک اٰخرہ. (رواہ الترمذي)

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم تو دن کے شروع میں میری رضا کے لیے چار رکعت نفل پڑھ، میں دن کے آخر تک تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔'' (رواہ الترمذی وغیرہ)

یہ اشراق کی فضیلت ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ آگے کتاب میں موجود ہے دیکھئے ثواب کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیوی کاموں کو بھی پورا فرماتے ہیں اور دین و دنیا کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ لوگ مصیبت کے وقت ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ مخلوق کی خوشامد کرتے ہیں۔ کاش وہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اور اس کے بتائے ہوئے وظیفے اور نماز پڑھیں تو دنیا بھی سدھر جائے، آخرت میں بھی ثواب سے مالا مال ہوں اور مخلوق کی خوشامد

کی ذلت سے بھی نجات ملے۔

ایک اللہ والے کا فرمان

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی پیشہ ہوتا ہے (جس سے وہ روزی حاصل کرتے ہیں) ہمارا پیشہ تقویٰ اور توکل ہے۔ تقوی اور پرہیز گاری اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں اور توکل کے معنی اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دینداری سے دنیا کی مصیبتیں اور مشکلیں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور دارین کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

نفل نمازوں میں اس نماز کی بہت زیادہ تاکید اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اے عباس اے چچا جان کیا میں آپ کو ایک عطیہ دوں؟ کیا میں آپ کو بخشش کروں، کیا میں آپ کو، بہت مفید چیز سے باخبر کروں، کیا میں آپ کو ایسی چیز دوں کہ جب آپ اس کو کریں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کے سب گناہ اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے خطاء کئے ہوئے یا جان بوجھ کر، چھوٹے بڑے، چھپ کر کئے ہوئے یا ظاہرا سب معاف فرمادے گا۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل نماز ''صلوۃ التسبیح'' اس طرح سے پڑھیں کہ جب الحمد شریف اور سورۃ پڑھ چکیں تو کھڑے کھڑے رکوع سے پہلے کلمہ (سوم) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پندرہ مرتبہ کہیں، پھر رکوع کریں تو رکوع میں ان کلمات کو دس دفعہ کہیں پھر رکوع سے کھڑے ہوکر (قومہ میں) دس مرتبہ پھر سجدہ میں جاکر دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ، پھر دوسرا سجدہ کریں اور اس (دوسرے سجدہ) میں دس مرتبہ، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھیں دس مرتبہ پڑھو اسی طرح چار رکعتیں پڑھ لو یہ ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ ہوئے۔ (اور چاروں رکعتوں میں ملاکر ۳۰۰ ہوئے)

یہ ترکیب بتا کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ہوسکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو اگر یہ نہ ہوسکے تو جمعہ میں (یعنی ہفتہ بھر میں) ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مہینہ میں ایک بار پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہوسکے تو سال بھر میں ایک بار پڑھ لیا کرو، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(ابن ماجه ابو داؤد ترمذی و بیهقی في الدعوات الكبير)

صلوٰۃ التسبیح کے مسائل:

ان تسبیحات کو زبان سے ہرگز نہ گنے، کیونکہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

انگلیاں جس جگہ رکھی ہوں وہی رکھے رکھے دباتے رہیں۔

اگر کسی جگہ پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرلے۔ البتہ بھولی ہوئی تسبیحات کی قضا رکوع سے کھڑے ہوکر اور دونوں سجدوں کے درمیان نہ کرے، اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جب بیٹھے، تو اس میں بھی بھولی ہوئی تسبیحات کی قضا نہ کرے۔ ان کے علاوہ جو ارکان ہیں ان میں قضا کرلے۔

اگر کسی وجہ سے سجدۂ سہو پیش آجائے تو اس میں یہ تسبیحات نہ پڑھے البتہ کسی جگہ بھولے سے تسبیحات پڑھنا بھول گئے ہوں، جس سے ۷۵ کی تعداد میں کمی ہو رہی ہو اور اب تک قضاء نہ کی ہو تو اس کو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

صلوٰۃ التسبیح کا جو طریقہ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ ایک طریقہ اور بھی ہے ثناء کے بعد پندرہ دفعہ تسبیح پڑھے، اور قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس دفعہ پڑھے، باقی نماز اسی طرح ہے۔ البتہ اب سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے:

بعض خواتین صلوٰۃ التسبیح کو جماعت سے ادا کرتی ہیں۔ بعض مردوں کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ یہ نفل نماز ہے نفل نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے اکیلے اکیلے ہی پڑھا کریں جماعت سے نہ پڑھیں۔

پھر خواتین کا الگ سے جماعت کرانا تو ویسے بھی مکروہ تحریمی ہے اس لئے خوب احتیاط کریں۔

ولا يصلى الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل التداعي الخ. (در مختار :صـ٦٦٣، خير الفتاوىٰ:٢/٤٨٣)

عورتوں کے لئے نماز تہجد کا ذکر:

عن أم سلمة رضی الله تعالىٰ عنها قالت استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فزعا يقول سبحان الله ماذا أنزل الليلة من الخزائن وماذا أنزل من الفتن من يوقظ صواحب الحجرات يريد ازواجه لكئى يصلين رب كاسية في الدنيا عارية في الأخرة رواه البخاري. (مشکوٰۃ ١/١٠٩)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سرور کونین ﷺ گھبرا کر یہ کہتے ہوئے بیدار ہوگئے کہ سبحان اللہ آج کی رات کس قدر خزانے اتارے گئے ہیں اور کس قدر فتنے نازل کئے گئے ہیں۔ ہے کوئی جوان حجرے والیوں کو اٹھادے، آپ ﷺ کی مراد ازواج مطہرات سے تھی کہ وہ (اٹھ کر) نمازیں پڑھیں (تا کہ رحمت خداوندی حاصل کرسکیں اور عذاب اور فتنوں سے بچ سکیں کیونکہ) اکثر عورتیں دنیا میں تو کپڑے پہننے والی ہیں لیکن آخرت میں ننگی ہونگی۔ (بخاری شریف)

مطلب یہ ہے کہ جو مال اور خزانے امت محمدیہ ﷺ کے لئے مقدر ہو چکے سب آپ ﷺ کو معلوم ہوگئے تھے اسی طرح اس امت میں جتنے فتنے مقدر ہو چکے تھے وہ بھی اس رات میں آنحضرت ﷺ کو پہلے سے معلوم ہوگئے۔

حدیث کے آخری جز میں جو فرمایا کہ ''اکثر عورتیں دنیا میں تو کپڑے پہننے والی آخرت میں ننگی ہوں گی۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر عورتیں دنیا میں تو طرح طرح کے اور عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنیں گی اور ان پر فخر ومباحات کریں گی۔ (جیسا کہ آج کل عورتوں کی عادت ہے کپڑے پر کپڑے بناتی ہیں اور ہر نئے فیشن کی تقلید کرتی ہیں) حالانکہ ان کی

حالت یہ ہوگی کہ احکام خداوندی کو نہ ماننے کی وجہ سے وہ آخرت میں نیک اور اچھے اعمال سے خالی ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس میں خوب کوشش کرنی چاہئے۔

اس حدیث سے ان عورتوں کو خاص طور پر عبرت حاصل کرنی چاہئے، جو آج کے فیشن زدہ دور میں کپڑوں کے معاملہ میں انتہائی بے راہ وی اور غیر شرعی طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں ایسے ایسے کپڑے استعمال کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اور آخرت کے عذاب کے موجب ہیں۔ (مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ)

استخارہ کی نماز

اگر کسی ایسے کام کا ارادہ ہو جو مباح ہو لیکن اس کی کامیابی و ناکامی کے بارے میں تردد ہو مثلاً سفر کا ارادہ ہے، تجارت شروع کرنے کا خیال ہو یا نکاح کرنا چاہتے ہوں، یا اسی قسم کے دوسرے مباح کام کا ارادہ ہو تو سنت یہ ہے کہ اس سے پہلے استخارہ کرلیا جائے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت استخارہ کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ.

''اے اللہ! تیرے علم کے وسیلہ سے تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں۔ اور تیری قدرت کے واسطہ سے نیک عمل کرنے کی تجھ سے قدرت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں، کیونکہ تو ہی (ہر چیز پر) قادر ہے، میں تیری مرضی کے بغیر کسی چیز پر قادر نہیں ہوں تو (سب چیزوں کو) جانتا ہے میں کچھ نہیں جانتا۔ کہ یہ کام یعنی مقصد میرے لئے دین میں میری دنیا میں میری زندگی اور میری آخرت میں بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر فرما۔ اور اسے میرے لئے آسان بنادے پھر اس میں میرے واسطے برکت نازل فرما اور اگر تو اس امر (یعنی میرے مقصد اور میری مراد) کو میرے دین میری زندگی اور میری آخرت میں برا جانتا ہے تو مجھے اس سے اور اسے مجھ سے پھیر دے اور میرے لئے جہاں بھلائی ہو وہ مقدر فرما اس کے ساتھ مجھے راضی کردے۔''

اس کے بعد جس طرف دل کا رجحان ہوجائے اس پر عمل کرلے اس کے لئے کسی خواب کا آنا ضروری نہیں ہے اگر رجحان حاصل نہ ہو ایک سے زائد مرتبہ یعنی سات دن تک کرنے کی بھی روایت آئی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر رجحان حاصل نہ ہو تو ظاہری حالات کو دیکھ کر عمل کرلیا جائے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی ایک طرف رجحان ہوجانے کے باوجود بھی ظاہری حالات کو دیکھ کر رجحان کے خلاف بھی عمل کیا جاسکتا ہے دلی رجحان پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

کیونکہ استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک دعاء ہے اس سے مقصود اللہ تعالیٰ سے خیر پر مدد طلب کرنا ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے جو کچھ کروں اس کے اندر خیر ہو جو کام میرے لئے خیر نہ ہو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے روک دیجئے۔

(ماخوذ از بودر النوادر للتهانوي: ٢/ ٤٦٤)

مختصر استخارہ:

ایک روایت میں یہ مختصر استخارہ بھی منقول ہے اگر کسی کو جلدی ہو اور کوئی وقتی وہنگامی کام ہو تو اسے چاہئے کہ صرف یہ دعا پڑھے:

"اللهم خرلي واخترلي ولا تكلني الى اختياري."

"اے اللہ! میرے حق میں تیرے نزدیک جو بہتر ہے اور مناسب ہے اسے میرے حق میں مقدر فرما مجھے میرے اختیار کا پابند نہ بنا۔" (مظاهر حق جديد: ١/ ٨٦١)

باب التراویح
بیس رکعات تراویح

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر.

(اخرجہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ والبغوی فی معجمہ والطبرانی فی الکبیر لہ والبیہقی فی سننہ) (التعلیق الحسن ٢/ ٥٦)

مسائل تراویح

مسئلہ: تراویح جماعت سے پڑھنا سنت ہے اگر کوئی گھر میں تنہا پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔

والجماعة فیها سنة علی الکفایة. (ردالمحتار ٦٦/١)

مسئلہ ٢: تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے۔ سستی کی وجہ سے اس سنت کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کسی جگہ حافظ قرآن نہ ملے یا ملے مگر سنانے پر اجرت اور معاوضہ طلب کرے تو چھوٹی سورتوں سے نماز تراویح ادا کریں مگر اجرت دے کر قرآن نہ سنیں کیونکہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(احسن الفتاویٰ ٥١٤/٣)

ایک امام کا دو جگہ تراویح پڑھانا

مسئلہ ٣: اگر ایک حافظ ایک مسجد میں بیس رکعت پڑھ چکا ہو تو اس کو اسی رات دوسری مسجد میں تراویح پڑھانا جائز نہیں۔

نقل ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: عن الخلاصة إمام یصلي التراویح في

مسجدين كل مسجد علي وجه الكمال لا يجوز لأنه لا يتكرر.

(البحر الرائق ٢/٦٨)

مسئلہ: جو شخص عشاء کی جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد میں پہنچے وہ پہلے فرض ادا کرے، پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔

مسئلہ: جس شخص کی چار رکعت تراویح رہ گئی ہوں تو جب امام وتر کی جماعت کرائے تو اس کو بھی جماعت میں شامل ہونا چاہئے یعنی باقی ماندہ تراویح بعد میں مکمل کرے۔

قال في الدر ووقتها بعد صلوة العشاء الى الفجر قبل الوتر وبعده في الاصح فلو قافه بعضها وقام الامام الى الوتر اوتر معه ثم صلى مافاته وفي الشامية اى علي وجه الافضلية. (ردالمحتار ١/٦٥٩)

تراویح میں قرآن کو جلدی پڑھنا

تراویح میں قرآن کو اس طرح جلدی پڑھنا کہ حرف کٹ جائیں بڑا گناہ ہے۔ اس صورت میں امام کو ثواب ملے گا نہ مقتدی کو۔

ڈاڑھی کٹانے والے کی اقتداء تراویح میں جائز نہیں

ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے بلکہ شریعت کی علانیہ بغاوت ہونے کی وجہ سے دوسرے کبائر سے بھی شدید گناہ ہے۔

قال في شرح التنوير اما الاخذ منها وهي دون ذلك القبضة كما يفعله بعض المغاربه ومخنثة الرجال فلم يبحه احد. (ردالمحتار ٢/١٢٣)

لہٰذا جو شخص ڈاڑھی کٹوا کر ایک مٹھی سے کم کرے وہ فاسق ہے، اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے متبع شریعت حافظ نہ ملے تو بھی فاسق کو تراویح کا امام بنانا جائز نہیں، بلکہ چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لے۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ ٣/٥١٨)

تسبیح تراویح

ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر اسی قدر وقت درود شریف، استغفار اور تسبیح پڑھنے میں صرف کیا جائے تسبیح مندرجہ ذیل کا تین مرتبہ پڑھ لینا پسندیدہ امر ہے۔

سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لا ينام ولايموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح لا اله الله نستغفرالله ونسئلك الجنة ونعوذبك من النار.

(نماز حنفی بحواله شامی، ۱/ ٦٦۱)

مروجہ شبینہ پڑھنے کا حکم

مروجہ شبینہ میں نوافل کی جماعت، نام ونمود، قرآن مجید کو جلدی پڑھنا وغیرہ بہت سی خرابیاں ہیں جن کی بنا پر مروجہ شبینہ جائز نہیں۔(احسن الفتاوی ۳/ ۵۲۱)

باب صلوٰۃ الاستسقاء

جب پانی کی ضرورت ہو بارش نہ ہو رہی ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے، استقاء (بارش کے لئے) دعاء کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ تمام مسلمان ملکر اپنے بچوں، بوڑھوں اور جانوروں سمیت پیدل خشوع وعاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں کسی بڑے میدان میں جمع ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ کریں، اہل حقوق کے حقوق ادا کریں۔

پھر بغیر اذان واقامت کے، دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں اور امام جہرا قرأت کرے، پھر عید کی نماز کی طرح دو خطبے پڑھے، پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا کرے حاضرین بھی ساتھ آمین کہیں متواتر تین دن تک ایسا کرے، تین دن سے زیادہ حدیث سے ثابت نہیں اگر پہلے روز بارش ہو جائے تب بھی تین دن پورے کر دیں۔ تینوں دن روزہ رکھنا اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

الاستسقاء دعاء واستغفار بلا جماعة مسنونة بل هي جائزة وقالا تفعل كالعيد وبلاحضور ذمي وإن صلوا فرادى جائز إلخ.

(ردالمحتار ۱/۸۸۲)

باب الکسوف

کسوف (سورج گرہن) کے وقت نماز

سورج کو اگر گرہن لگ جائے تو بغیر اذان و اقامت کے جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے، اس میں سورۂ بقرہ جیسی بڑی بڑی سورتیں پڑھنا اور رکوع و سجود کو طویل کرنا بھی مسنون ہے، قرات آہستہ پڑھے جہراً پڑھنا بھی صحیح ہے، نماز کے بعد امام اور مقتدی دونوں کو دعا میں مشغول رہنا چاہئے۔

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال کسفت الشمس علی عھد رسول اللہ ﷺ یوم مات ابراھیم فقال رسول اللہ ﷺ ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رأیتم فصلوا وادعوا اللہ. (رواہ البخاری)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خاص اس دن جس دن آپ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا سورج کو گرہن لگا تو بعض لوگوں نے کہا کہ سورج کو یہ گرہن ابراہیم کے انتقال فرما جانے کی وجہ سے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند کو گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں لگتا (بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کی نشانیوں میں سے ہے) پس جب تم ایسا دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں نماز پڑھو اور اس سے خوب دعا کرو۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت مختصر ہے دوسری روایت میں آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت بھی منقول ہے۔
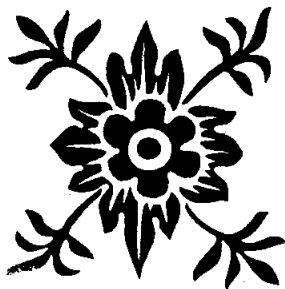
کتاب الزکوٰۃ

توحید ورسالت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن زکوٰۃ ہے، قرآن مجید میں ستر سے زائد مقامات میں اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان دونوں کا مقام قریب قریب ہے، اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر دین اسلام سے خارج ہے۔

زکوٰۃ کے تین پہلو

نیکی اور فائدہ کے لحاظ سے زکوٰۃ میں تین پہلو ہیں:

(۱) اپنے کمایا ہوا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ کے بندوں پر خرچ کرتا ہے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مالی نذرانہ پیش کر کے عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے یا یہ مال درحقیقت آپ کا عطیہ تھا جو میں نے آپ کو راضی کرنے کے لئے خرچ کیا۔

(۲) زکوٰۃ کے ذریعہ غریب محتاج بندوں کی خدمت واعانت ہوتی ہے اس طرح ان کی خوب دعائیں حاصل ہوتی ہیں۔

(۳) زکوٰۃ کا معنی پاکی کے ہیں، تو جس طرح میلا کپڑا دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، میلا جسم نہانے سے پاک صاف ہوجاتا ہے اسی طرح زکوٰۃ نکالنے سے وہ مال پاک وصاف ہوجاتا ہے اور خود زکوٰۃ دینے والے کو بھی پاکی حاصل ہوتی ہے، اس کے اندر سے مال کی محبت، حرص، بخل وغیرہ اندرونی بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا ﴾

(سورۂ توبہ: ۹/ ۱۰۳)

''اے نبی! آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے، جس سے ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو۔''

نماز کی طرح زکوٰۃ کا حکم بھی اگلی شریعت میں موجود تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ہے:

﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ (مریم:۵۵)

''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔''

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اتاه الله مالا فلم يود زكوته مثل له يوم القيامة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم ياخذ بلهزمتيه (يعنی شد قيه ثم يقول انا مالك انا كنزك ثم تلا هذه الاية ولايحسبن الذين يبخلون الاية رواه البخاری.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے) وہ سانپ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل کے گلے میں طوق (یعنی ہنسلی) کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ (یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا) اور اس کی دونوں بانچھیں پکڑ لے گا اور کاٹے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی تصدیق میں سورہ آل عمران کی یہ آیت پڑھی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ (ال عمران: ۱۸۰)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں مال ودولت میں جو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو دیا ہے (اور اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے) کہ وہ مال ودولت ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ انجام کے لحاظ سے وہ ان کے لئے بدتر اور شر ہے۔ قیامت کے دن ان کے گلوں میں وہ دولت جس میں انہوں نے بخل کیا (اور جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی) طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔'' (بخاری شریف)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول ماخالطت الصدقة مالا قط الا اهلكته.

(رواہ الشافعی والبخاری فی تاریخه والحمیدی فی مسنده)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ زکوٰۃ کا مال جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو ضرور اس کو تباہ کردے گا۔ (مسند شافعی، تاریخ کبیر بخاری مسند حمیدی)

قولہ تعالیٰ:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (التوبة: ۳۴،۳۵)

ترجمہ: جو لوگ سونا چاندی (وغیرہ مال ودولت) بطور ذخیرہ کے جمع کرتے ہیں اور جوڑتے رہتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو اے پیغمبر (ﷺ) آپ ان (پرستان دولت کو آخرت کے) دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے (یہ عذاب انہیں اس دن ہوگا) جس دن کے ان کے جمع کردہ دولت کو آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کے ماتھے پر ان کے پہلو پر اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے

(تمہاری وہ دولت) جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا تھا، اور ذخیرہ کیا تھا چکھو تم اپنی دولت اندوزی (کا مزہ) عذاب۔

نصاب زکوٰۃ

اگرکسی کے پاس سونا ۲/۱ ۷ تولہ = ۹ ۴۷ء ۸۷ گرام یا چاندی ساڑھے باون تولہ ۳۵ ۶۱۲ء گرام یا مال تجارت یا نقدی یا ان چاروں اشیاء ان میں سے بعض کا مجموعہ سونے یا چاندی کے وزن مذکورہ کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ بشرطیکہ یہ مال حاجت اصلیہ اور قرض سے فارغ ہو۔

تنبیہ: مال تجارت سے وہ چیز مراد ہے جو تجارت کی نیت سے خریدی گئی ہو اور یہی نیت باقی ہو۔

اگر خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ تھی یا بعد میں تجارت کی نیت نہ رہی، یا خریدنے کی بجائے کسی دوسرے ذریعہ سے کوئی چیز ملی، اگرچہ لیتے وقت تجارت کی نیت نہ ہو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ نہیں۔

نصاب کے بارے میں غلط فہمی

۲۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ۔ اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس صرف سونا ہو۔ چاندی، مال تجارت اور نقدی میں سے کچھ بھی نہ ہو۔ اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس صرف چاندی ہو، سونا، مال تجارت اور نقدی بالکل نہ ہو۔

اگر سونا یا چاندی کیساتھ کوئی دوسرا مال زکوٰۃ بھی ہے تو سب کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر سب کی مالیت ۹ ۴۷ء ۸۷ گرام سونے یا ۳۵ ۶۱۲ء گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔ (احسن الفتاوی ٤/ ٢٥٤)

زکوٰۃ کے حساب کے لئے تاریخ متعین کرنا

۳۔ اکثر لوگ صرف رمضان میں زکوٰۃ نکالتے ہیں اور اسی میں اپنی زکوٰۃ کا حساب کرتے ہیں رمضان المبارک میں زکوٰۃ نکالنے کی فضیلت تو ہے لیکن اپنے مال کا حساب بھی رمضان ہی میں کیا جائے۔ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں، اس لئے اپنی زکوٰۃ کے حساب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ قمری ماہ کی جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوئے تھے ہمیشہ وہی تاریخ آپ کی زکوٰۃ کے حساب کے لئے متعین رہیگی۔ اس تاریخ میں آپ کے پاس سونا، چاندی، مال تجارت اور نقدی جو کچھ بھی ہو خواہ ایک روز قبل ہی ملا ہو سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوگا ادا جب چاہیں کریں۔ اگر درمیان سال میں بقدر نصاب مال نہیں رہا مگر متعین تاریخ میں نصاب پورا ہو گیا تو بھی زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر درمیان میں مال بالکل نہیں رہا تو اب پھر جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوں گے وہ متعین ہوگی۔ اگر صاحب نصاب بننے کی قمری تاریخ یاد نہ ہو تو غور وفکر کے بعد جس تاریخ کا ظن غالب ہو وہ متعین ہوگی اگر کسی تاریخ کا بھی ظن غالب نہ ہو تو خود کوئی قمری تاریخ متعین کرلیں۔ اس میں انگریزی سال سے حساب کرنا درست نہیں۔ (احسن الفتاوی ٤/١٥٥)

وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من استفاد مالا فلا زکوٰۃ فیه حتی یحول علیه الحول.

(رواه الترمذي)

زکوٰۃ کی مقدار روپے کے حساب سے

سونا چاندی، مال تجارت کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کر کے جب مجموعی مالیت معلوم ہوگئی۔ تو اب زکوٰۃ کی مقدار یہ ہے کہ

چالیس روپے پر = ایک روپیہ۔

سوروپے پر = ڈھائی روپے

ہزار پر = ۲۵ روپے

لاکھ پر = ڈھائی ہزار

چالیس لاکھ پر = ایک لاکھ

ایک کروڑ پر = ڈھائی لاکھ۔

سونا چاندی پر زکوۃ

سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوۃ واجب ہے۔ زیور، برتن، ٹھپہ، اصلی زری سونے چاندی کے بٹن، ان سب پر زکوۃ فرض ہے۔، اگرچہ ٹھپہ، گوٹہ اور زری کپڑے میں لگے ہوئے ہوں۔

تنبیہ: بعض لوگوں کو خیال ہوتا ہے، سونے، چاندی کے استعمالی زیورات وغیرہ پر زکوۃ فرض نہیں حالانکہ شرعاً زیورات استعمالی ہو یا غیر استعمالی سب پر زکوۃ فرض ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امرأة اتت النبي ﷺ بابنة لها في يدا هـا مسكتان غليظتان من ذهب فقال اتعطين زكوة هذا قالت لا قال :ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة من النار فخلعتهما فالقتهما الى النبي ﷺ وقالت هما لله ولرسوله.

(رواه ابوداؤد وغيره في السنن)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون اپنی لڑکی کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اسکی لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے بھاری کنگن تھے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم ان کنگنوں کی زکوۃ دیتی ہو، اس نے

عرض کیا کہ میں اس کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے لئے یہ بات خوشی کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کنگنوں کی (زکوٰۃ نہ دینے) وجہ سے قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے؟ اللہ تعالیٰ کی اس بندی نے دونوں کنگن ہاتھ سے اتار کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیئے، اور عرض کیا اب یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں۔ (سنن ابی داؤد جامع ترمذی)

مل کارخانہ پر زکوٰۃ کی تفصیل

کارخانے اور مل کی عمارت اور مشین وغیرہ پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن اس میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح جو خام مال کارخانے میں سامان تیار کرنے کے لئے رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (درمختار، شامی)

عن سمرة بن جندب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (رواه أبو داؤد)

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ

ملوں اور کمپنیوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ شیئرز کی قیمت بقدر نصاب ہو یا اس کے علاوہ دیگر مال سے شیئرز ہولڈر مالک نصاب بن جاتا ہے۔ البتہ کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت میں چونکہ مشینری اور مکان اور فرنیچر کی لاگت بھی شامل ہوتی ہے جو درحقیقت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اس لئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کرکے جس قدر رقم اس کی مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگی ہوئی ہے اس کو اپنے حصہ کے مطابق شیئرز کی قیمت میں سے کم کرکے باقی کی زکوٰۃ دے تو یہ بھی جائز ہے۔ سال کے ختم پر جب زکوٰۃ دینے لگے اس وقت جو شیئرز کی قیمت ہوگی وہی لگے گی۔

وفي عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب او ورق مقوم باحدهما.

(ردالمحتار ۲/۲۹۸)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم ملازم کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور اس پر ماہانہ یا سالانہ جو اضافہ کیا جاتا ہے یہ سب ملازم کی خدمت کا وہ معاوضہ ہے جو ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آیا، لہٰذا وہ محکمہ کے ذمہ ملازم کا قرض ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرض کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بعض پر نہیں ہوتی۔ وصول ہونے کے بعد ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱) ملازم اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحب نصاب ہوگیا تو وصول ہونے کے وقت سے ایک قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اس وقت تک یہ شخص صاحب نصاب رہے، اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ ہوکر اتنا کم رہ گیا کہ صاحب نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ یا ضائع ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدر نصاب بچا رہا تو جتنا باقی بچ گیا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو خرچ ہوگیا اس کی واجب نہ ہوگی۔

۲) اگر یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب تھا تو فنڈ کی رقم چاہے مقدار نصاب سے کم ملے یا زیادہ اس کا سال علیحدہ شمار نہ ہوگا، بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہوگا، یعنی پہلے سے موجودہ نصاب کی زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ آئے گی تو فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہوجائے گی چاہے اس نئی رقم پر ایک دن ہی گزرا ہو۔

زکوٰۃ کی یہ تفصیل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر مبنی تھی، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق قرض کی ہر قسم پر زکوٰۃ فرض ہے، لہٰذا اگر کوئی احتیاط پر عمل کرتے

ہوئے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کردے تو بہتر ہے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب سے یہ ملازم صاحب نصاب ہوا اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر حساب کرلیا جائے کہ اب اس کے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے، جتنی رقم جمع ہے اس کی زکوٰۃ ادا کردے، اسی طرح ہر سال کرتا رہے۔

مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے جب کہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی دوسرے شخص یا کمپنی کی طرف منتقل نہ کروائی ہو، اگر اس نے یہ رقم کسی شخص، بینک، بیمہ کمپنی یا کسی اور تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ کی طرف منتقل کروادی ہو تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو، کیونکہ اس طرح وہ شخص یا کمپنی اس ملازم کی وکیل ہوگی اور وکیل کا قبضہ شرعاً موکل کے قبضہ کے حکم میں ہے، لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی کی طرف منتقل ہوئی اس وقت سے اس پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہوگی اور ہر سال کی زکوٰۃ مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق لازم ہوگی۔ تجارتی کمپنی کو نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر دینے کی صورت میں جب سے اس پر نفع ملنا شروع ہوگا اس وقت سے نفع پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بیمہ کمپنی کو یا کسی سودی کاروبار کرنے والی کمپنی کو دینے کی صورت میں نفع حرام ہے۔

وفي العلائية قال: واعلم أن الديون عندالإمام ثلاثة قوی ومتوسط وضعيف، فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول، لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة إلخ وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ (قوله عندالإمام) وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها ويودى متى قبض شيئا قليلا أو كثيرا. (ردالمحتار ۲/۳۰۵)

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ

اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے اور یہی نیت باقی رہے تو پلاٹ کی

قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، دوسرے اموال تجارت کے ساتھ ملا کر اس کی زکوۃ بھی ادا کی جائے اور اگر دوسرے اموال نہ ہوں تو بھی پلاٹ کی قیمت نصاب کے بقدر ہونے کی صورت میں زکوۃ واجب ہے۔ (احسن الفتاوی: ۴/ ۳۰۵)

مسئلہ: خریدے گئے پلاٹ اور مکان پر خریدتے وقت اس میں تین قسم کی نیتیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو یہ نیت ہوتی ہے کہ یہاں مکان بنا کر اس میں رہائش اختیار کریں گے۔ اگر اس نیت سے پلاٹ خریدا ہے تو ایسے پلاٹ پر زکوۃ نہیں۔

مسئلہ ۲: اسی طرح اگر خریدتے وقت نہ تو فروخت کرنے کی نیت تھی اور نہ خود رہنے کی نیت تھی اس صورت میں بھی اس پر زکوۃ نہیں۔

مسئلہ ۳: جو مکان یا پلاٹ اس نیت سے خریدا جائے کہ اس کو بعد میں فروخت کر دیں گے تو ایسے مکان اور پلاٹوں کی حیثیت تجاری مال کی ہوگی۔ اس صورت میں ان کی کل قیمت پر ہر سال جتنی قیمت ہوگی زکوۃ فرض ہوگی۔

وعروض تجارة قيمته نصاب. (ردالمحتار ۲/ ۲۹۸)

فکسڈ ڈپازٹ پر زکوۃ

مسئلہ: بینک میں رقم جمع کرانے کا ایک طریقہ فکسڈ ڈپازٹ ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ رقم کو بینک میں ایک مخصوص مدت تین، پانچ یا سات سال کے لیے اس شرط پر رکھتے ہیں کہ مدت مقررہ سے پہلے یہ رقم ناقابل واپسی ہوتی ہے، اس مدت کی تکمیل پر یہ رقم ایک مقررہ شرح سود کے ساتھ واپس مل جاتی ہے، اس پر جو سود ملتا ہے وہ تو ناجائز اور حرام ہونے کی وجہ سے بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے، اصل جمع شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی وصولی کے ساتھ ہی واجب ہوگی، وصول ہونے سے پہلے ادائیگی واجب نہیں، جائز ہے، لہٰذا اگر وصولی سے پہلے کسی نے زکوۃ ادا کر دی تو بھی ادا ہو جائے گی۔

(ماخوذ از جدید فقہی مسائل: ۲۳۱)

بینک میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ

بینک میں جمع کردہ رقوم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے، فکسڈ ڈپازٹ کے علاوہ دیگر اکاؤنٹس جن میں ہر وقت رقم نکلوانے کا اختیار رہتا ہے ان میں وصولی کا انتظار نہ کرے۔

(ماخوذ از احسن الفتاوی: ۴/۳۱۱)

اما اذا كانت الالف من دين قوى كبدل عروض تجارة فإن ابتداء الحول هو حول الأصل لا من حين البيع. (ردالمحتار ۲/۳۰۶)

حج کے لئے جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

مالدار ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہونے کی تاریخیں مختلف ہوتی ہیں، مقررہ تاریخ میں جو مال ملک میں موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اب اگر کسی نے حج کے لئے رقم جمع کروائی اور اس کا سال پورا ہو رہا ہے، یکم رمضان کو، تو آمد و رفت کا کرایہ اور معلم وغیرہ کی فیس کے لئے جو رقم دی گئی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں اس سے زائد جو رقم کرنسی کی صورت میں اس کو واپس ملے گی اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ دوسری رقوم کے ساتھ اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرے۔(ماخوذ از احسن الفتاوی ۴/۲۶۴)

حج یا مکان کے لئے رکھی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

اگر کسی شخص نے اتنی رقم جو نصاب تک پہنچتی ہے اس لئے جمع کر کے رکھی ہوئی ہے کہ میں اس سے حج کروں گا یا اس سے مکان خریدوں گا یا بناؤں گا یا اس سے بیٹی کی شادی کروں گا وغیرہ وغیرہ تو اگر اس رقم پر سال گزر گیا، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جب تک یہ رقم رکھی رہے گی خرچ نہیں ہو جائے گی اس وقت تک مالک کو ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، حج

کا ارادہ کرنا، مکان کا خریدنا، بنانا، بیٹی کی شادی وغیرہ یہ سب کام زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے عذر تصور نہیں ہوں گے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ٦)

قال في الشامية اذا امسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فانه يزكي ذلك الباقي وان كان قصده الانفاق منه ايضا في المستقبل لعدم استحقاقه صرفه الى حوائجه الاصلية وقت حولان الحول. (ردالمحتار ۲/ ۷)

کرایہ کے لئے خریدے ہوئے مکان اور ڈیکوریشن کے سامان پر زکوٰۃ

ایک شخص کے پاس اپنے رہنے کے علاوہ بہت سے مکان ہیں اور ان مکانوں کو کرایہ پر چلانے کے لئے خریدا ہے اور مقصود یہ بھی ہے تا کہ اس کا روپیہ بھی محفوظ رہے تو ایسے مکانات کی قیمت پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی خواہ وہ کتنی ہی قیمت کے ہوں۔ البتہ ان کے کرایہ سے حاصل شدہ رقم نصاب کے بقدر اس سے زیادہ جمع ہو اور سال بھی گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی۔ لیکن اگر اس نیت سے خریدا ہے کہ جب قیمت بڑھ جائے گی فروخت کر کے نفع کمائیں گے اس وقت تک کرایہ پر چلتا رہے تو پھر قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل :۳)

اسی طرح اگر کوئی شخص برتن، شامیانے، فرنیچر، سائکلیں وغیرہ یا کوئی اور سامان کرایہ پر دینے کے لئے خریدتا ہے اور کرایہ پر چلاتا ہے تو ان چیزوں پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ البتہ کرایہ کی وصول شدہ رقم اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس روپے پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر دوسرے مال کا نصاب موجود ہے تو کرایہ کی رقم کو اسی مال میں شامل کر دیا جائے گا اس پر پھر مستقل سال گزرنا ضروری نہیں ہوگا۔

ولو اشتری الرجل دارا او عبدا لتجارة ثم اجره یخرج من أن یکون للتجارة لانه لما اجره فقد قصد المنفعة ولو اشتری قدورا من صفر یمسکها او یواجرها لاتجب الزکوٰة. (فتاویٰ قاضیخان ۱/ ۱۷)

مقروض پر زکوٰۃ کا حکم

اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ جس کے پاس کچھ سونا اور کچھ مال بھی ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوسکتی ہے لیکن مقروض بھی، تو ایسا شخص اپنی تمام چیزوں کو یعنی سونا چاندی، نقدی، تجارتی مال وغیرہ جو کچھ اس کی ملک میں ہے اس کو جمع کرے پھر دیکھیں کہ قرض منہا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم بچتی ہے یا نہیں اگر اتنی رقم بچتی ہو تو اس پر اس زائد بچی ہوئی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (چاہے زکوٰۃ ادا کرے یا نہ کرے) اگر بقدر نصاب رقم نہیں بچتی تو اس مقروض پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل اذا بلغ نصابا.

(شرح البدایة ۲/ ۱۶۸)

لڑکیوں کے نام کئے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ

بعض لوگ بچیوں کے جہیز کے نام پر زیورات خرید لیتے ہیں، اس پر زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ اگر بچیوں کو مالک نہیں بنایا تو باپ کے ذمہ لازم ہے کہ دیگر اموال کے ساتھ ان زیورات کی زکوٰۃ بھی ادا کرے، اگر بچیوں کو مالک بنا دیا تو بلوغ سے پہلے اس مال پر زکوٰۃ فرض نہیں بلوغ کے بعد جو بچی صاحب نصاب ہوگی اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

وشرط افتراضها عقل وبلوغ. (ردالمحتار ۲/ ۲۵۸)

مسئلہ: جہیز کے نام پر برتن، کپڑے اور دیگر استعمال کی چیزیں خرید کر رکھی جاتی ہیں ان پر کسی کے ذمہ زکوٰۃ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳)

لڑکیوں پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت میں ادائیگی کی دوصورتیں ہیں یا تو باپ ان کی طرف سے ادا کرے، یا لڑکیاں اپنی طرف سے ادا کریں، اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو تو زیورات کا کچھ حصہ فروخت کر کے ادا کر دی جائے۔

قرض پر دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

قرض دینا اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پورا کرنا ہے اور یہ بہت اجر وثواب کا کام ہے، اور قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ قرض دینے والے کے ذمہ لازم ہے لینے والے کے ذمہ نہیں، کیونکہ اس کی مالیت رقم قرض دینے والے کی ملک میں داخل ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کچھ رقم قرض دے رکھی ہے، یا فروخت شدہ مال کی قیمت خریدار کے ذمہ باقی ہے، تو اس رقم کی زکوٰۃ مالک پر ہر سال واجب ہوگی، البتہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ نکالدے یا پھر جب یہ قرض وصول ہو جائے (جتنے سال میں بھی وصول ہو) تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ اکٹھی نکالدے۔

قرض کی تین قسمیں

اصطلاح شریعت میں قرض صرف اس مال کو کہا جاتا ہے جو بجنسہ واپسی کی شرط پر دیا گیا ہو، مگر عرف عام میں ہر واجب الذمہ رقم کو قرض کہہ دیا جاتا ہے جو اصطلاح شریعت میں دین کہلاتا ہے، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر قسم کے دین پر زکوٰۃ فرض ہے، مگر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ دین کی تین قسمیں فرماتے ہیں:

(۱) **دین قوی:** س سے مراد وہ رقم ہے جو کسی کو نقد دی گئی ہو یا مال تجارت کے عوض میں واجب ہوئی ہو، یا ایسے مواشی کا عوض ہو جن پر زکوٰۃ فرض ہے، ایسے دین پر زکوٰۃ فرض ہے مگر زکوٰۃ کی ادائیگی جب فرض ہوگی کہ چالیس درہم (ایک درہم ۳،۰۶۲ گرام چاندی) کے برابر وصول ہو جائے، وقت وجوب دین سے سال پورا ہونے پر چالیس درہم

میں ایک درہم زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۲) دین متوسط: وہ دین جو مال کے عوض میں کسی پر واجب ہوا ہو، مگر یہ مال تجارت کا نہ ہو، اس پر وجوب زکوٰۃ سے متعلق امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ دین قوی کی طرح اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، مگر وجوب اداء کے لئے چالیس درہم کی بجائے دوسو درہم کی قید ہے، بقدر دوسو درہم وصول ہونے پر ان کی گزشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، دوسری روایت میں یہ ہے کہ دین متوط پر زکوۃ فرض نہیں، بلکہ دوسو درہم وصول ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی، گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں، یہ روایت راجح ہے۔

(۳) دین ضعیف: وہ دین جو مال کے عوض میں نہ ہو، جیسے دین مہر، اس پر وصول سے قبل زکوٰۃ فرض نہیں، بعینہ وہی حکم ہے جو دین متوسط کی ورایت ثانیہ میں گزرا۔

واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوي إلخ. (ردالمحتار ۲/۵۳)

چندہ کی رقم پر زکوٰۃ

اگر کسی ادارہ نے بیوہ یتیم وغیرہ مستحقین پر خرچ کرنے کی نیت سے چندہ کر کے زکوٰۃ کی رقم اکٹھی کی، وہ رقم نصاب سے زیادہ ہے، سال کے دوران کچھ رقم آتی رہی اور حسب ضابطہ کچھ خرچ ہوتی رہی، سال کے آخر میں بقدر نصاب یا اس سے زیادہ کی بچت رہی تو اس زکوٰۃ کی بچی ہوئی رقم پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ یہ کل رقم ہی زکوٰۃ کی ہے، اور یہ کسی فرد واحد کی ملک میں داخل بھی نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۹ بتغییر یسیر)

مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب پر زکوٰۃ

مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب کی زمین مکان اور متعلقہ سامان پر زکوٰۃ نہیں، مرغیاں اور چوزے خریدتے وقت اگر خود انہی کو بیچنے کی نیت ہو تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ ہے، اور اگر ان کی بجائے ان کے انڈے اور بچے بیچنے کی نیت ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها او يوا جرها لاتجب الزكوٰة

(قاضی خان ۱/۱۱۷)

تالاب میں مچھلیاں یا ان کے بچے خرید کر ڈالے ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں، مرغی خانہ اور تالاب کی آمدنی پر بہر صورت زکوٰۃ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۳۰۰)

مصارف زکوٰۃ اور اس کی تفصیل

(۱) زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شریعت مطہرہ نے یہ اصول مقرر فرمایا ہے کہ زکوٰۃ صرف انہی اشخاص کو دیجاسکتی ہے جو مستحق ہوں، اور مستحق زکوٰۃ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو۔

ولا الى غني يملك قدر نصاب فارغ من اى مال كان.

(ردالمحتار ۲/۳۴۷)

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط لازم یہ ہے کہ کسی مستحق شخص کو بلا کسی عوض کے محض للہ فی اللہ مالک بنا کر دیدی جائے، لہٰذا جن صورتوں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة کمامر.

(ردالمحتار ٢/ ٣٤٤)

مصرف تلاش کرنے میں کوتاہی

اس سلسلے میں بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ زکوۃ نکالتے تو ہیں لیکن اس کی پروا نہیں کرتے کہ صحیح مصرف میں لگ رہی ہے یا نہیں کہیں ایسا تو نہیں لاپرواہی میں غیر مستحق کو زکوۃ دیدی اور سمجھتے رہے اپنے ذمہ فارغ ہوگیا، حالانکہ غیر مستحق کو دینے کی وجہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوا، کیونکہ جس طرح مالدار پر زکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے مستحق تلاش کرنا بھی ضروری ہے بلاتحقیق کسی بھی شخص کو زکوۃ کی رقم پکڑادی تو اس سے نہ زکوۃ ادا ہوگی نہ ذمہ فارغ ہوگا۔ اس لئے خوب تحقیق کر کے دینا لازم ہے۔

غریب رشتہ دار کو زکوۃ کی رقم دینے کی فضیلت

اگر اپنے عزیز واقارب میں غریب لوگ مستحق زکوۃ ہوں تو ان کو زکوۃ وصدقات دینا زیادہ بہتر اور دہرا ثواب رکھتا ہے۔

اول ثواب صدقہ کا، دوم صلہ رحمی کا۔ اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ انہیں یہ بتلا کر زکوۃ دے کہ صدقہ یا زکوۃ دے رہا ہوں بلکہ کسی تحفہ یا ہدیہ کے عنوان سے بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ لینے والے شریف آدمی کو اپنی خفت محسوس نہ ہو۔

عن سلیمان بن عامر قال رسول اللہ ﷺ الصدقة علی المسکین صدقة وعلی ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة.

(رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجه)

سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی اجنبی مسکین کو اللہ کے لئے کچھ دینا صرف صدقہ ہے، اور اپنے کسی عزیز وقریب

(ضرورت مند) کو اللہ کے لئے دینے میں دو پہلو ہیں، اور دو طرح کا ثواب ہے۔ ایک یہ کہ صدقہ ہے دوسرے یہ کہ صلہ رحمی ہے (یعنی حق قرابت کی ادائیگی جو بجائے خود بڑی نیکی ہے) (مسند احمد ترمذی)

فلو سماها هبة او قرضا تجزيه في الأصح. (شرح التنوير: ١/١٦)

ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

ذیل میں ہم ان رشتہ داروں کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔

(۱) اپنے حقیقی، علاتی، اخیافی اور رضائی بھائی بہنوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ اسی طرح ان کی اولادوں کو بھی دینا درست ہے۔

فائدہ: ''حقیقی بھائی بہن'' ان کو کہتے ہیں جن کے ماں باپ ایک ہوں۔

''علاتی بھائی بہن'' ان کو کہتے ہیں کہ دونوں کے باپ ایک ہوں اور ماں الگ الگ ہوں۔

''اخیافی بھائی بہن'' ان کو کہتے ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں۔

''رضاعی بھائی بہن'' ان کو کہتے ہیں جنہوں نے مدت رضاعت کے اندر ایک عورت سے دودھ پیا ہو۔

(۲) اپنے چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ اسی طرح ان کی اولاد کو بھی دینا درست ہے۔

(۳) اپنے ماموں، ممانی، خالہ، خالو کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ اسی طرح ان کی اولاد کو بھی دینا درست ہے۔

(۴) اپنے سوتیلے ماں باپ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح ان کی اولاد

کو بھی دینا درست ہے۔

(۵) اپنے خسر اور ساس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح ان کی اولاد کو بھی دینا درست ہے۔

(٦) رضاعی ماں باپ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اسی طرح ان کی اولاد کو بھی دینا درست ہے۔

(۷) رضاعی بیٹا اور بیٹی کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح ان کی اولاد کو بھی دینا درست ہے۔

(۸) شوہر اپنی بیوی کی ایسی اولاد کو بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے جو اس کے پہلے شوہر سے ہوں۔

(۹) اسی طرح بیوی اپنی شوہر کی ایسی اولاد کو بھی زکوٰۃ دے سکتی ہے جو اس کی پہلی بیوی سے ہو۔ (بشرطیکہ مستحق زکوٰۃ ہوں)

(۱۰) اپنے داماد اور بہو کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ (بشرطیکہ مستحق زکوٰۃ ہوں)

وقيد بالولادة لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولىٰ لانه صلة وصدقة. (ردالمحتار ۱۰٦/۲)

(بحواله فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند: ٦)

ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

(۱) اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، پڑدادا، پڑدادی الخ ان لوگوں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

(۲) نانا، نانی، پڑنانا، پڑنانی کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

(۳) اپنے حقیقی بیٹے اور ان کی اولاد یعنی پوتے، پوتیاں، پڑپوتے، پڑپوتیوں

الخ کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

ولا يدفع المزكي زكوة ماله إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وولد ولده وإن سفل ولا إلى امرأته ولا تدفع المرأة إلى زوجها.

(شرح البداية ١٨٨/١)

(۴) اپنی حقیقی بیٹی اوران کی اولاد یعنی نواسے، نواسیاں، پڑنواسے، پڑنواسیوں الخ کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

(۵) شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

قال في التنوير: ولا من بينهما ولاد او زوجية وفي الشرح ولو مبانة.

(ردالمحتار ج٢ ص ٦٩)

شادی شدہ عورت کو زکوٰۃ دینا

(٦) عورت جس کا مہر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے اور یہ امید ہو کہ جب یہ عورت مہر طلب کرے گی تو اس کا شوہر بلا تامل دے دے گا تو ایسی عورت کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔ (لیکن اگر اس کا شوہر اتنا غریب ہے کہ مہر ادا نہیں کرسکتا یا مالدار تو ہے لیکن نہیں دیتا اور خود اس عورت کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود نہیں تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست ہے)

ولو دفعها لاخته ولها على زوجها مهر وهو ملي مقر ولو طلبت لا يمتنع عن الاداء لاتجوز وإلا جاز. (شرح التنوير: ١١٣/٢)

سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(۷) سید کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔ البتہ اگر بیوی غیر سید ہے اور وہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں وہ زکوٰۃ کی مالک ہونے کے بعد چاہے تو اپنے شوہر اور بچوں پر بھی خرچ کرسکتی ہے۔ (بحوالہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٣)

(۸) ایک سید کا دوسرے سید کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(۹) اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ سب حضور ﷺ کے خاندان سے ہیں۔ اگر یہ غریب ہیں تو ان کی مدد واعانت ہدایا اور عطیات سے کرنی چاہئے۔

ولا تدفع الى بني هاشم وهم ال علي وال عباس وال جعفر وال عقيل وال حارث ومواليهم (شرح البداية ۲/۱۸۸)

کافر کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(۱۰) کسی کافر ومشرک کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے کیونکہ یہ خالص مسلمانوں کا حق ہے۔ (اگر کسی نے غیر مسلم کو زکوٰۃ دی ہو تو وہ دوبارہ ادا کریں، البتہ نفلی صدقہ دے سکتے ہیں)

(۱۱) ملازمین مدرسہ کے استاذ اور مسجد کے امام وغیرہ کو بھی زکوٰۃ کے روپیہ سے تنخواہ دینا ناجائز ہے۔ غریب ہوں تو بطور امداد دینا جائز ہے۔

بیوہ اور یتیم کو زکوٰۃ دینے کا حکم

مسئلہ: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی خاتون بیوہ ہے تو اس کو زکوٰۃ ضرور دینی چاہئے، حالانکہ یہاں بھی شرط یہ ہے کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو۔ صاحب نصاب نہ ہو، اگر بیوہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کی مدد کرنا بڑی اچھی بات ہے، لیکن اگر کوئی بیوہ خاتون مستحق نہیں تو محض بیوہ ہونے کی وجہ سے وہ مصرف زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ایسی خاتون پر تو خود زکوٰۃ کی

ادائیگی فرض ہوتی ہے لہٰذا خوب تحقیق کے بعد زکوٰۃ دی جائے۔ بہت سی بیواؤں کے بارے میں پتہ چلتا رہتا ہے کہ ان کے پاس بہت کچھ مال ہے جس کی وجہ سے وہ خود صاحب نصاب ہیں، بہرحال صرف بیوہ ہونا استحقاق کی ضمانت نہیں ہے۔

ولا یجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصابا ای مال کان دنانیر او دراهم او سوائم او عروضا للتجارة او لغیر التجارة فاضلا عن حاجته في جميع السنة. (فتاویٰ هندیه ۱/۱۳۱)

مسئلہ۲: اسی طرح یتیم کو زکوٰۃ دینا اس کی مدد کرنا بھی بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یہاں بھی دیکھا جائے کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہے کہ نہیں۔ لیکن اگر وہ صاحب نصاب ہے تو پھر یتیم ہونے کی وجہ سے اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ لہٰذا ان احکامات کو مدنظر رکھ کر زکوٰۃ دینی چاہئے۔

مسئلہ۳: مسجد، مدرسہ، خانقاہ، شفاخانہ، کنواں، پل یا کسی اور رفاہی ادارہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگر اس میں خرچ کر دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ اس مال میں زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر نہیں دیا گیا۔ جبکہ اداء زکوٰۃ کے لئے مستحق شخص کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔

ولا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینه.

(شرح التنویر ۲/۱۰۰)

حیلہ تملیک

بعض لوگ جو مدارس یا مساجد کے مصارف عامہ میں زکوٰۃ صرف کرنے کے لئے ایک حیلہ کیا کرتے ہیں کہ اول کسی مسکین کو سمجھا دیا کہ ہم تم کو سو روپے دیں گے۔ پھر تم مسجد یا مدرسہ میں دے دینا۔ اور پھر اس کو زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں اور وہ مسجد اور مدرسہ میں دے

دیتا ہے اور اس کو "حیلہ تملیک" کہا جاتا ہے چونکہ یقینی بات ہے اس میں دینے والا حقیقۃً اس مسکین کو مالک نہیں بناتا محض صورت تملیک کی ہے اور نہ ہی دینے والا مسکین بہ طیب خاطر مسجد و مدرسہ کو دیتا ہے، لہٰذا اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے۔

حیلہ تملیک کی صحیح صورت

اگر کہیں ایسے مواقع پر زکوٰۃ سے امداد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کی ایک تدبیر جو کہ بالکل قواعد کے مطابق ہے یہ ہے کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جائے کہ تم دس روپے مثلاً کسی سے قرض لے کر فلاں سید کو دے دو یا فلاں مسجد و مدرسہ میں دے دو ہم تمہاری اعانت ادائے قرض میں کرادیں گے۔ جب وہ مسکین وہاں دے دے تو تم اس مسکین کو دس روپے زکوٰۃ میں دے دو۔ (ماخوذ از اصلاح المسلمین)

زکوٰۃ کی نیت کا حکم

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت ادائے زکوٰۃ بھی ضروری ہے جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ وغیرہ کسی مستحق کو دیں اس وقت دل میں یہ نیت ضرور کرلیں کہ میں زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اگر کسی نے یوں کیا کہ زکوٰۃ کی رقم حساب کر کے الگ کر کے رکھی کہ مستحق آجائیں گے تو دیتا جاؤں گا تو یہ نیت بھی کافی ہوجائے گی پھر چاہے دیتے وقت نیت نہ کرے۔

ولا يجوز اداء الزكوة الا بنية مقارنة للاداء او مقارنة لعزل مقدار الواجب .(شرح البداية ۱/ ۱۷۰)

اداء زکوٰۃ کے بعد نیت کا حکم

اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ کا مال دیتے وقت ادائے زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو جب تک وہ مال اس غریب کے پاس موجود ہے اس وقت تک بھی نیت کرلینا درست ہے۔ اب نیت کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ البتہ فقیر کے پاس اس مال کے خرچ ہوجانے کے

بعد نیت کی تو اس نیت کا اعتبار نہیں اب دوبارہ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اى للاداء ولو كانت مفارقة حكما كما لو دفع بلانية والمال قائم في يدالفقراء. (ردالمحتار ۲/۱۶)

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

اگر کسی غریب آدمی پر آپ کے مثلاً دس روپے قرض ہیں اور آپ کے مال کی زکوٰۃ بھی دس روپے یا اس سے زائد ہے تو اگر آپ نے اپنا قرض اس کو زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ اگر اس کو دس روپے زکوۃ کی نیت سے دے دیں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب یہی روپے اگر اپنے قرض میں اس سے وصول کر لیں تو درست ہے۔

واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم ياخذها عن دينه. (ردالمحتار ۲/۱۸)

غریب لڑکی کی شادی میں زکوٰۃ کی رقم دینا

مسئلہ: لڑکی کے والدین جو کہ مستحق زکوٰۃ ہیں، زکوٰہ کا روپیہ ان کو دیا جا سکتا ہے۔ وہ لڑکی کی شادی میں خرچ کر دیں، اور خود لڑکی کو برتن اور زیور وغیرہ خرید کر دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحب نصاب نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ٦)

زکوٰۃ کی رقم ان کاموں میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے

۱۔ زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتب اور قرآن مجید چھپوا کر یا خرید کر مستحق طلبہ اور اہل علم کو مالک بنا کر دینا۔

۲۔ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کا ماہانہ وظیفہ مقرر کرنا۔

۳۔ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے غریب اساتذہ کی معاونت کرنا۔ (تنخواہ کے علاوہ)

۴۔ زکوٰۃ کی رقم سے کسی ضرورت مند اور حاجت مند کا ماہانہ مقرر کرنا۔

۵- زکوٰۃ کی رقم سے مجاہدین کی جہاد کی ضروریات پوری کرنا۔

٦- زکوٰۃ کی رقم سے غریب والدین کی لڑکی (جو کہ صاحب نصاب نہ ہو) کی شادی میں معاونت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ دینا

جتنی مقدار میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ چاہے تو سال کے آخر میں یکمشت ادا کر دی جائے یہ بھی درست ہے اور چاہے تو ہر ماہ کچھ رقم تھوڑی تھوڑی کر کے پیشگی سال بھر زکوٰۃ کی نیت سے نکالتا رہے تا کہ سال کے اختتام پر بوجھ نہ پڑے۔ یہ بھی درست طریقہ ہے۔ بہر حال مقدار زکوٰۃ جو واجب ہے اس کا ادا ہونا ضروری ہے چاہے کسی بھی طریقے سے ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳)

ویصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم ولو واحد.

(شرح البدایہ ۲/۹۹)

اشیاء کی شکل میں زکوٰۃ دینا

کوئی شخص رقم دینے کے بجائے زکوٰۃ کے روپے سے غلہ، کپڑا یا دیگر استعمالی چیزوں کو خرید کر کسی مستحق کو دیتا ہے تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ حالات کو دیکھ کر چاہے رقم دے دی جائے یا استعمالی چیزیں خرید کا ہدیہ تحفہ کے نام سے دی جائے، دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بشرطیکہ مالک بنا کر دی جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم :٦، احسن الفتاویٰ ٤/۲۹۱)

زکوٰۃ کو ہدیہ، تحفہ وغیرہ کہہ کر دینا

مستحق زکوٰۃ کو جسے آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو دیتے وقت اسے یہ بتانا قطعاً ضروری

نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے بلکہ اسے کسی بھی عنوان سے دے دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مثلاً یہ کہہ کر دینا کہ یہ تحفہ ہے۔ ہدیہ ہے یا عیدی ہے یا تمہارا یہ انعام ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو اس قسم کے عنوان سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح عید، بقر عید، تہوار و خوشی کے موقع پر اپنے خادموں اور نوکروں کو زکوٰۃ کی نیت سے کچھ دینے کا بھی یہی حکم ہے۔

خصوصاً اپنے رشتہ داروں اور متعلقین کو زکوٰۃ دیتے وقت اسی قسم کے عنوان کو اختیار کر کے دیا جانا چاہئے تا کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور انہیں خفت و شرمندگی محسوس نہ ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج۳)

ومن اعطیٰ مسکینا دراھم سماھا ھبة ونوی الزکاة فانھا تجزیه وھو الأصح. (فتاویٰ ھندیه ۱/۱۱۰)

زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا کیسا ہے؟

زکوٰۃ اپنے شہر کے فقراء ومساکین پر تقسیم کی جانی چاہئے، دوسرے شہر بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر دوسرے شہر کے مستحقین اپنے رشتہ دار ہوں یا اس شہر کے مستحقین سے زیادہ غریب محتاج ہوں یا دوسرے شہر بھیجنا وہاں کے مسلمانوں کے حق میں زیادہ نفع مند ہو تو اپنے شہر سے باہر بھیجنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، بلکہ اہل قرابت کا حق اپنے شہر کے مساکین سے زیادہ ہے۔

ویکرہ نقل الزکاة من بلد إلی بلد إلاأن ینقلھا الإنسان إلی قرابته أو إلی قوم ھم أحوج إلیھا من أھل بلدہ. (ھندیه ۱/۱۹۰)

ایک فقیر کو بقدر نصاب زکوٰۃ دینا مکروہ ہے

ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا کہ جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مکروہ ہے۔ لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

وكره اعطاء فقير نصابا الا اذا كان مديونا او صاحب عيال لو فرقه عليهم لا يخص كلا نصاب . (ردالمحتار ج۲ ص ٧٤)

دکاندار زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟

دکان کی عمارت اور فرنیچر وغیرہ کی تو زکوٰۃ نہیں ہے البتہ دکان میں جو مال فروخت کے لئے رکھا ہوا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پہلے پورے سامان کی قیمت لگائی جائے، اس کی قیمت لگا کر اگر کچھ قرض ذمہ میں ہے تو اس کو منہا کر دیں۔ پھر تمام سامان کی مجموعی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کر دیں۔ البتہ احتیاط اس میں ہے کہ عام ''ہول سیل قیمت'' سے حساب لگا کر اس پر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(اصلاحی خطبات لمفتي محمد تقي عثماني ج: ۹)

دکان اور مکان کے لئے پیشگی دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

کرایہ کے مکان اور دکان کے لئے بطور ضمانت جو رقم پیشگی کرایہ دار سے لی جاتی ہے وہ مالک مکان ودکان کے پاس امانت رہتی ہے اور قابل واپسی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی زکوٰۃ کرایہ دار کے ذمہ ہے۔ مالک مکان ودوکان پر نہیں۔

(بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج:۳)

زکوٰۃ دینے والا جس ملک میں ہو اسی ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا

زکوٰۃ دینے والا جس ملک میں ہو اسی ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص بیرون ملک سے زکوٰۃ کی پچاس ہزار کی رقم اپنے ملک بھیجتا ہے اور یہاں اس کی مالیت چالیس ہزار بنتی ہے تو اس صورت میں اس کی زکوٰۃ پچاس ہزار روپے ادا ہوگی کیونکہ جہاں وہ رہ رہا ہے اور جہاں سے رقم بھیجی ہے وہاں کی کرنسی کی مالیت کا اعتبار ہوگا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج:۳)

زکوٰۃ کی الگ نکالی ہوئی رقم کے استعمال کا حکم

کسی نے زکوٰۃ کی رقم نکال کر الگ رکھدی کہ جب کوئی ضرورت مند ملے گا تو دے دوں گا، اتفاق سے اسی دوران اسے کچھ رقم کی شدید ضرورت پڑگئی تو وہ زکوٰۃ کی اس نکالی ہوئی رقم کو استعمال کرسکتا ہے کیونکہ جب تک وہ رقم کسی کو بطور زکوٰۃ نہیں دے دیتا وہ رقم اس کی ملکیت ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳)

زکوٰۃ کی نیت سے نکالی ہوئی رقم چوری ہوجانے کا حکم

زکوٰۃ کے نام پر الگ نکالا ہوا روپیہ اگر کھوجائے یا چوری ہوجائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی پھر سے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ کیونکہ رقم جب تک کسی فقیر کو مالک بنا کر نہ دی جائے اس وقت مالک کی ملک برقرار ہے۔(بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج:٦)

امانت کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

اگر کسی نے کسی کے پاس رقم امانت رکھوائی ہے تو اس کی زکوٰۃ امانت رکھوانے والے کے ذمہ ہوگی نہ کہ جس کے پاس رکھوائی ہے کیونکہ یہ رقم امانت رکھوانے والے کی ملک ہے۔

(کفایت المفتی ج٤)

زکوٰۃ دینے میں غلطی ہوجائے تو اس کا حکم

اگر کسی شخص نے کسی کو غریب و مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو ذمی کافر ہے(ذمی کافر وہ ہے جو دارالاسلام کے شہری حقوق رکھتا ہو) یا مالدار ہے، یا سید ہے، یا رات کے اندھیرے میں کسی کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کی ماں، اس کا باپ یا کوئی ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوٰۃ دینا اس کے لئے درست نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ زکوٰۃ کی رقم اس کی ملک سے نکل کر محل ثواب میں پہنچ چکی ہے اور تعین مصرف میں جو غلطی کسی اندھیرے یا مغالطہ کی وجہ سے ہوگئی ہے وہ معاف

ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج٦)

دفع الزكاة لمن يظنه مصرفا ولو مستامنا أعاده لما مر وإن بان غناه أو كونه ذميا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأة أو هاشمي لايعيده.

(شرح التنویر ۸/۲ ۱۰۰شرح البدایہ ۱۸۹/۱)

اوراگرزکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جس کوزکوٰۃ دی ہے وہ غیرذمی کافر ہے(یعنی ایسا کافر جو دارالاسلام کے شہری حقوق نہ رکھتا ہو) تو پھرزکوٰۃ ادانہیں ہوئی دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔(احکام الزکوٰۃ)

اگرکسی کے بارے میں شک ہو کہ معلوم نہیں مستحق ہے یا نہیں جب تک تحقیق نہ ہوجائے اس وقت تک اس کوزکوٰۃ نہ دیں لیکن اگر بغیر تحقیق کے دے دی تو اب اگر غالب گمان یہ ہو کہ غریب تھا تو زکوٰۃ ادہوگئی اور غالب گمان یہ ہوا کہ مالدار تھا تو زکوٰۃ ادانہیں ہوگی دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔

سودی اکاؤنٹس اورزکوٰۃ

بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر بعض ذہنوں میں یہ خلجان رہتا ہے کہ یہ سودی اکاؤنٹس ہیں اور سود اورزکوٰۃ کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی حکومت میں سودی کاروبار کا وجود اس کے ماتھے پر کلینک کا شرمناک ٹیکہ ہے۔حکومت کا فرض ہے کہ وہ بعجلت ممکنہ مسلمانوں کوسودی نظام کی اس لعنت سے نجات دلائے۔

لیکن جہاں تک زکوٰۃ کی ادائیگی کا تعلق ہے اگرکسی شخص کی آمدنی حلال وحرام سے مخلوط ہواور وہ مجموعہ میں سے زکوٰۃ نکال دے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ حلال آمدنی کا ڈھائی فیصد شرعاً زکوٰۃ ہوگا اور حرام آمدنی کا ڈھائی فیصدزکوٰۃ نہیں

ہوگا بلکہ وہ صدقہ سمجھا جائے گا۔ جو حرام آمدنی سے جان چھڑانے کے لئے کرنا واجب ہے اصل شرعی حکم یہ ہے کہ سود لینا قطعاً حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص سود وصول کرلے تو وہ پورا کا پورا فقراء اور مساکین کو دے دینا واجب ہے۔ اب اگر حکومت نے اس میں سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ فنڈ میں دے دیا ہے (جبکہ زکوٰۃ فنڈ میں دیگر عطیات وصدقات بھی شامل ہیں) تو مالکان پر شرعاً واجب ہے کہ باقی ماندہ سود، فقراء اور مساکین کو دے دیں نہ یہ کہ اس کی بنا پر اصل مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کریں۔

مثلاً ایک شخص کے دس ہزار روپے بینک میں جمع تھے اور اس پر ایک ہزار روپے کا سود کا اضافہ ہوگیا تو حکومت نے پورے گیارہ ہزار روپے پر ڈھائی فیصد کے حساب سے دوسو پچھتر روپے وصول کرلی اب اس میں سے دوسو پچاس روپے تو اس شخص کے اصل دس ہزار روپے کی زکوٰۃ ہے اور پچیس روپے زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ سود کی جو رقم ساری کی ساری صدقہ دینا چاہئے تھی اس کا ایک حصہ ہے۔ اگر یہ بھی زکوٰۃ فنڈ میں چلا جائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس کا مصرف بھی فقراء ہی ہیں۔

(ماخوذ از حکام رمضان لمفتی محمد رفیع عثمانی و احسن الفتاوی ۴/۳۰۲)

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

ایک شخص نے دو تین سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، اب وہ دوسرے اور تیسرے سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سال کی زکوٰۃ منہا کرنے کے بعد جو رقم بچی دوسرے سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ پھر اس کے بعد جو رقم بچی تیسرے سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔

وفی البدائع اذا کان لرجل مائتا درهم او عشرون مثقال ذهب فلم یود زکوته سنتین یزکی السنة الاولیٰ ولیس علیه للسنة الثانیة شیئ

عنداصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالىٰ وعند زفر يود زكوة سنتين

(بدائع ج۲ ص ۷)

وکیل سے رقم ضائع ہوگئی

زید نے خالد کو زکوٰۃ کی رقم کسی مسکین کو ادا کرنے کے لئے دی، جو خالد کے پاس سے ضائع ہوگئی ایسی صورت میں زید کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب ہے وہ ادا نہیں ہوئی، اگر خالد نے حفاظت میں غفلت نہیں کی تو خالد رقم کا ضامن نہ ہوگا۔ ورنہ ضمان لازم ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ ج ٤ ص ۲۸۹)

پیشگی زکوٰۃ دینا

ایک صاحب نصاب شخص اگر سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ نکالدے یا ایک دو سال کی پیشگی زکوٰۃ ادا کردے، تو یہ جائز ہے البتہ سال پورا ہونے پر زکوٰۃ کا حساب کرے اگر ذمہ میں کچھ باقی بچتا ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرکے ذمہ سے فارغ کرے۔

عن علی رضی الله عنه ان العباس سال رسول الله ﷺ فی تعجیل صدقته قبل ان تحل فرخص له فی ذلك. (رواه ابو داؤد والترمذی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زکوٰۃ پیشگی نکالنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے اس کی اجازت دیدی۔ (سنن ابی داؤد و ترمذی)

باب صدقة الفطر

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر طھرا للصیام من اللغو، والرفث وطعمة للمساکین. (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نے روزوں کو فضول ولایعنی اور فحش باتوں کے اثرات سے پاک صاف کرنے کے لئے اور مسکینوں محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لئے صدقۃ الفطر واجب قرار دیا ہے۔

(سنن ابی داوٗد)

فائدہ: اس حدیث میں صدقہ فطر کی دو حکمتوں اور اس کے دو خاص فائدوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، ایک یہ کہ مسلمانوں کے جشن ومسرت کے اس دن میں صدقہ فطر کے ذریعہ محتاجوں مسکینوں کی بھی شکم سیری اور آسودگی کا انتظام ہو جائے گا اور دوسرے یہ کہ زبان کی بے احتیاطیوں اور بے باکیوں سے روزے پر جو برے اثرات پڑتے ہوں گے، یہ صدقہ فطر ان کا بھی کفارہ اور فدیہ ہو جائے گا۔

وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والأنثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بھا ان تودی قبل خروج الناس.

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام آزاد پر ہر مرد اور عورت پر ہر چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر لازم کیا ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو اور حکم دیا ہے کہ یہ صدقہ فطر نماز عید کے لئے جانے

سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

صدقۃ الفطر کا نصاب

سونے، چاندی، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جائے۔ ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض ۹۷ء ۸۷ گرام سونے یا ۶۱۲.۳۵ گرام چاندی کے برابر ہوئے تو صدقۃ الفطر واجب ہے۔ تین جوڑے کپڑوں سے زائد لباس اور ریڈیو اور ٹی وی جیسی خرافات انسانی حاجات میں داخل نہیں اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔ (احسن الفتاوی ۱/۳۷۳)

في أضحية الشامية وصاحب الثياب الأربعة لو ساوى الرابع نصابا غني وثلاثة فلا لأن أحدها للبذلة والآخر للمهنة والثالث للجمع والوفد والاعياد. (ردالمحتار ۵/۲۱۹)

مسئلہ: کسی کے پاس اپنی رہائش کا بڑا قیمتی مکان ہے اور پہننے کے قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سچا گوٹہ ٹھپہ نہیں نیز گھریلو سامان ہے جو استعمال میں آتا رہتا ہے مگر زیور اور روپے نہیں یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے اور کچھ سچا گوٹہ ٹھپہ زیور اور روپے بھی ہیں مگر سب کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقۃ الفطر واجب نہیں۔

ایک سے زائد مکان کا حکم

اگر کسی کے پاس دو مکان ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دیا ہوا ہے تو شرعاً یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے۔ اگر اسکی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے اور ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں، البتہ اگر اس پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور

اس پر صدقۃ الفطر واجب نہ ہوگا۔

ذكر في الفتاوىٰ فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه ولعياله أنه فقير. (ردالمحتار ۱۰۳/۲)

مسئلہ: کسی کے پاس زیور نہیں نہ مال تجارت نہ روپے ہے مگر کچھ اور سامان ضرورت سے زائد ہے جس کی مجموعی قیمت 52.5 تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن صدقۃ الفطر واجب ہے۔

(احکام رمضان بحوالہ مراقی الفلاح)

مقروض پر فطرہ واجب ہونے کی صورت

کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد مال واسباب میں لیکن وہ قرضدار بھی ہے تو قرض منہا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے؟ اگر نصاب زکوٰۃ کے برابر بچے تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے کم بچے تو واجب نہیں۔

وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابا.

(شرح البدایہ ۱۶۸)

فطرہ واجب ہونے کا وقت

مسئلہ: عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں اس کے مال میں سے فطرہ نہ دیا جائے گا۔

ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر فمن مات قبل ذلك لم يجب عليه الصدقة. (هنديه ۱۹۱/۱)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ عید الفطر کے لئے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کردے۔

اگر پہلے نہ دیا تو بعد میں ادا کر دیں۔

مسئلہ۳: اگر کسی نے صدقۃ الفطر، عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

صح ادائها إذا قدمه على يوم الفطر او اخره . (شرح التنوير ۲/۱۲۵)

مسئلہ۴: صدقۃ الفطر اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی نابالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب ہے۔ بالغ اولاد اور اپنی بیوی کی طرف سے دینا واجب نہیں۔ ہاں کوئی بالغ لڑکا مجنون ہو تو اس کی طرف سے بھی ادا کر دے۔

يخرج عن نفسه وعن أولاده الصغار. (هدايه ۱/۱۹۰)

فطرہ کی مقدار

مسئلہ۵: صدقہ فطر میں اگر گندم دیں یا خالص گندم کا آٹا دیں تو ایک شخص کی طرف سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک دیں بلکہ احتیاطا پورے دو کلو یا کچھ زیادہ دے دینا چاہئے کیونکہ زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور اگر خالص جو یا اس کا آٹا دینا ہو تو اس کا دو گنا (یعنی ایک صاع) واجب ہے۔

الفطرة نصف صاع من بر او دقيق او سويق او صاع من تمر او شعير. (هدايه ۱/۱۹۲)

مسئلہ۶: اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دینا ہو جیسے چنا، جوار وغیرہ تو اتنا دے کہ اس کی قیمت اتنے گیہوں یا اتنے جو کے برابر ہو جائے جتنے اوپر بیان ہوئے۔

مسئلہ۷: اگر گیہوں اور جو نہیں دیئے بلکہ اتنے گیہوں اور جو کی قیمت دے دے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ (بهشتی زیور)

فطرہ کی رقم تقسیم کر کے دینا

اگر ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیئے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دیئے دونوں باتیں جائز ہیں۔ (بھشتی زیور)

وجاز دفع كل شخص فطرته إلى مسكين او مساكين على المذهب كما جاز دفع صدقة إلى مسكين واحد بلا خلاف. (شرح التنوير ۱۲۵/۲)

مسئلہ ۸: اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔

(بھشتي زيور)

صدقہ فطر کے بارے میں کوتاہیاں

۱۔ بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر صدقہ فطر بھی واجب نہیں حالانکہ بہت سے لوگوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی مگر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔

۲۔ ایک کوتاہی صدقہ فطر کے متعلق بعض دیہات میں یہ ہے کہ اس کو جانتے ہی نہیں اس لئے اسکو ادا نہیں کرتے اہل علم اور واعظین کو چاہئے کہ جمعہ کے خطبے میں یا کسی موقع پر خود دیہات میں جا کر مسائل سے آگاہ کریں۔

۳۔ ایک کوتاہی اس کے متعلق یہ ہے کہ غیر مصرف میں صرف کرتے ہیں اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ جن مصارف میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ان میں صرف کرنے سے صدقہ فطر بھی ادا نہیں ہوتا۔

قلت حكم صدقة الفطر مثل الزكاة في المصارف في كل حال إلا في جواز الدفع الذمي وعدم سقوطها بهلاك المال. (كذا في الدر ۱۲۷/۱)

قربانی کے فضائل ومسائل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْ بِهَا نَفْسًا. (رواه الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ”ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہوکر) آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، پس اے اللہ کے بندو دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔“ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجة)

قربانی سنت ابراہیمی ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ، قَالُوْ فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. (رواه احمد و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا اور وہ کیا کرتے تھے، ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے)۔" ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "پھر ہمارے لیے یا رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی۔" انہوں نے عرض کیا: "تو کیا اُون کا بھی یا رسول اللہ ﷺ یہی حساب ہے؟ (اس سوال کا مطلب تھا کہ بھیڑ، دُنبہ، مینڈھا، اونٹ جیسے جانور جن کی کھال پر گائے، بیل، یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اُون ہوتا ہے یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں، تو کیا ان اُون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اُون یعنی اُون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجة)

رسول اللہ ﷺ کا قربانی کا اہتمام

عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینة عشر سنین یضحی.

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔ (جامع ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے لئے قربانی کرنا

عن حنش قال رأیت علیا یضحی بکبشین فقلت له ماھذا؟ فقال ان رسول اللہ ﷺ اوصانی ان أضحی عنه فانا اضحی عنه

(رواہ ابوداؤد وروی الترمذی نحوہ)

ترجمہ:......حنش بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ کیا ہے (یعنی آپ ایک کی بجائے دو مینڈھوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں، تو ایک قربانی میں آپ کی جانب سے کرتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد جامع ترمذی)

تشریح:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمانے کے بعد سے رسول اللہ ﷺ پابندی کے ساتھ ہر سال قربانی فرماتے رہے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ بعد کے لئے آپ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرما گئے تھے کہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کریں چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے برابر قربانی کرتے تھے۔

قربانی کا طریقہ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَھُمَا بِیَدِہٖ وَسَمّٰی وَکَبَّرَ قَالَ رَاَیْتُہٗ وَاضِعًا قَدَمَہٗ عَلٰی صِفَاحِھَا وَیَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہی و سفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دستِ مُبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ و اللہ اکبر" پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اور زبان سے "بسم اللہ و اللہ اکبر" کہتے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

قربانی کی دعاء

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ. (رواه احمد و ابو داؤد و ابن ماجة والدارمي)

وفی روایۃ لاحمد وابی داوٗد والترمذی "ذَبَحَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ."

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن یعنی عید قرباں کے دن رسول اللہ ﷺ نے سیاہی سفیدی مائل سینگوں والے دو خصّی مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب آپ نے ان کا رُخ صحیح یعنی قبلہ کی طرف کرلیا تو یہ دعا پڑھی: "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ........ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ."

(میں نے اپنا رُخ اس اللہ کی طرف کرلیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہر طرف سے یکسو ہوکر اور میں شرک والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز وعبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے ہے، تیرے بندے محمد ﷺ اور اس کی امت کی جانب سے "بسم اللہ و اللہ اکبر") یہ دعا پڑھ کر آپ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔

(مسند احمد، سنن ابی دائود، سنن ابن ماجه، سنن دارمی)

اور مسند احمد و سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں آخری حصہ اس طرح ہے کہ آپ نے "اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ" کہنے کے بعد اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور زبان سے کہا: "بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر" (اے اللہ! یہ میری جانب سے اور میرے ان امتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو۔)

تشریح: قربانی کے وقت رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرنا کہ: ''میری جانب سے اور میری اُمت کی جانب سے، یا میرے اُن اُمتیوں کی جانب سے جنہوں قربانی نہیں کی'' ظاہر ہے کہ یہ اُمّت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی انتہائی شفقت ورافت ہے لیکن ملحوظ رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے ساری اُمّت کی طرف سے یا قربانی نہ کرنے والے اُمتیوں کی طرف سے قربانی کردی اور سب کی طرف سے ادا ہوگئی، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اے اللہ! اس کے ثواب میں میرے ساتھ میرے اُمتیوں کو بھی شریک فرما! ثواب میں شرکت اور چیز ہے اور قربانی کا ادا ہو جانا دوسری چیز ہے۔

عیب دار جانور کی قربانی کی ممانعت

عن البراء بن عازب ان رسول اللہ ﷺ سئل ما ذا یتقی من الضحایا فاشار بیده فقال اربعا العرجاء البین ظلعها والعوراء البین عورها والمریضة البین مرضها والعجفاء التی لا تنقی.

(رواه مالك واحمد والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے؟ (یعنی وہ کیا عیوب اور خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا) آپ ﷺ نے ہاتھ سے

اشارہ فرمایا اور بتایا کہ چار (یعنی چار عیوب اور نقائص ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی عیب ونقص جانور میں پایا جائے تو قربانی کے قابل نہیں رہتا) ایک ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بہت کھلا ہوا ہو (کہ اس کی وجہ سے اس کو چلنا بھی مشکل ہو) دوسرے وہ جس کی ایک آنکھ خراب ہوگئی ہو، اور وہ خرابی بالکل نمایاں ہو۔ تیسرے وہ جو بہت بیمار ہو۔ چوتھے وہ جو ایسا کمزور اور لاغر ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو۔

(موطا امام مالك، مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجه، سنن دارمی)

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی

عن علی قال نهی رسول الله ﷺ ان نضحی باعضب القرن والاذن.

(رواه ابن ماجه)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا یا کان کٹا ہوا ہو۔

(سنن ابن ماجه)

تشریح:...... قربانی دراصل بندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نذر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اپنی استطاعت کی حد تک اچھے جانور کا انتخاب کیا جائے، یہ بات بہت غلط ہے کہ لولا، لنگڑا، اندھا، کانا، بیمار، مریل، سینگ ٹوٹا، کان کٹا جانور اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائے۔ قرآن مجید میں اصول کے طور پر فرمایا گیا ہے کہ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ (آل عمران:۹۲)

تم کو نیکی کا مقام اس وقت تک ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں مرغوب ومحبوب ہوں۔

فقہاء کے نزدیک کان کٹنے سے مراد جس جانور کا کان آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو، اور سینگ ٹوٹنے سے مراد جڑ سے اکھڑ گئے ہوں۔)

بہرحال قربانی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایات کی روح اور ان کا خاص مقصد یہی ہے۔

بڑے جانور میں کتنے حصے؟

عن جابر ان النبی ﷺ قال البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة. (رواہ مسلم وابوداؤد واللفظ له)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گائے یا بیل کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے اور اسی طرح اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَانَبْدَءُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْئٍ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید قرباں کے دن خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا: ’’آج کے دن کے خاص کاموں میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کے حضور میں نمازِ عید ادا کریں، پھر وہاں سے لوٹ کر ہم قربانی کریں جو اس طرح کرے گا وہ ہمارے طریقے کے مطابق ٹھیک کریگا (اور اس کی قربانی ٹھیک ادا ہوگی) اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر ڈالی اس کی قربانی بالکل نہیں ہوئی، بلکہ

اس نے اپنے گھر والوں کے گوشت کھانے کے لیے بکری ذبح کرلی ہے (اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔)'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نماز عید سے قبل قربانی جائز نہیں

عن جندب بن عبدالله قال شهدت الاضحیٰ یوم النحر مع رسول الله ﷺ فلم یعد ان صلی وفرغ من صلوته وسلم فاذا هو یری لحم اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلوته فقال من کان ذبح قبل ان یصلی او نصلی فلیذبح مکانها اخری. (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں عید قربان کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ جیسے ہی عید کی نماز سے فارغ ہوئے آپ کی نگاہ قربانیوں کے گوشت پر پڑی، یہ قربانیاں نماز سے فارغ ہونے کے قبل ہی ذبح کی جا چکی تھیں، تو آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کردی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں۔ (کیونکہ ان کی قربانی قبل از وقت ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی) (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت وحرمت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو اور سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضان مُبارک کو اور پھر رمضان کے تین عشروں میں سے عشرۂ اخیرہ کو خاص فضیلت بخشی ہے، اسی طرح ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کو بھی فضل ورحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے اور اسی لیے حج بھی انہی ایام میں رکھا گیا ہے۔ بہرحال یہ رحمتِ خداوندی کا خاص عشرہ ہے۔ ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور اس کی بڑی قیمت ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرَةِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو عملِ صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔''

(صحیح بخاری)

عشرہ ذی الحجہ میں بال وناخن کاٹنے کا حکم

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يُقَلِّمَنَّ ظُفْرًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کا ہو تو اس کو چاہیے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: دراصل یہ عشرہ حج کا ہے اور ان ایام کا خاص الخاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہو سکتا ہے اس لیے وہ عمر میں صرف ایک دفعہ اور وہ بھی اہلِ استطاعت پر فرض کیا گیا ہے اس کی خاص برکات وہی بندے حاصل کر سکتے ہیں جو وہاں حاضر ہو کر حج کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سارے اہلِ ایمان کو اس کا موقع دیا ہے کہ جب حج کے یہ ایام آئیں تو وہ اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی حج اور حجاج سے ایک نسبت پیدا کر لیں اور ان کے کچھ اعمال میں شریک ہو جائیں عید الاضحیٰ کی قربانی کا خاص راز یہی ہے۔

حجاج دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں، دنیا

بھر کے دوسرے مسلمان جو حج میں شریک نہیں ہو سکے ان کو حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں نذر کریں اور جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتا، اسی طرح یہ مسلمان جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال یا ناخن نہ ترشوائیں اور اس طریقے سے بھی حجاج سے ایک مناسبت اور مشابہت پیدا کریں۔

کس قدر مبارک ہدایت ہے جس پر چل کر مشرق و مغرب کے مسلمان حج کے انوار و برکات میں حصہ لے سکتے ہیں۔

وجوب قربانی کا نصاب

جس مسلمان عاقل، بالغ، مقیم آزاد کی ملک میں ۹۷ء۴۷ ۸ گرام سونا یا ۶۱۲ء۳۵ گرام چاندی، یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر نقدی یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد سامان یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : وشرائطها الاسلام والاقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر. (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۱۹)

قربانی کے ایام

بقرہ عید کی دسویں تاریخ سے لیکر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کا وقت ہے، اس دوران جس دن چاہے قربانی کرسکتا ہے لیکن قربانی کے لئے سب سے بہتر بقرعید کا دن ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے کے بعد قربانی جائز نہیں ہے۔

وقت الاضحية ثلاثةايام العاشر والحادي عشر والثاني عشر، اولها افضلها واخرها دونها ويجوز في نهاره ولياليها بعد طلوع الفجر من يوم

النحر الی غروب الشمس من الیوم الثانی عشر الا انه یکره الذبح فی اللیل. (فتاویٰ هندیه ۶/۱۹۸)

قربانی کے ایام گزر گئے تو بکری کی قیمت واجب ہے

اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی عید کے دنوں میں قربانی نہ کر سکا تو اس پر قربانی کے قابل متوسط درجہ کی بھیڑ یا بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

لو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة ناذر فاعل تصدق لمعینة ولو فقیرا. (ردالمحتار ۵/۲۰۳)

مقروض پر وجوب قربانی کی تفصیل

اگر کسی صاحب پر قرض ہو تو عید کے دنوں میں اپنی ملک کا حساب لگا کر قرض کو اس سے منہا کرے بقیہ رقم اگر نصاب کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اگر نصاب سے کم ہو تو واجب نہیں۔

لو کان علیه دین بحیث لو صرف الیه بعض نصابه لا نتقص نصابه لاتجب. (بدائع ۵/۶۴)

قربانی کی کھال کے احکام

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، مثلاً سوکھا کر جائے نماز کتابوں کی جلد، مشکیزہ، ڈول، دستر خوان، جراب وغیرہ کوئی چیز بنا کر استعمال کی جا سکتی ہے۔

اگر کوئی استعمال میں نہ لانا چاہے بلکہ صدقہ کرنا چاہے تو کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ اگر کسی نے کھال کو فروخت کر دیا تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اس میں بھی کسی فقیر کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ بغیر ملکیت کے دینا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ ويتصدق بجلد ها او يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او يبدله مما ينتفع به باقيا كما مر لابمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه. (ردالمحتار ۵/۲۰۹)
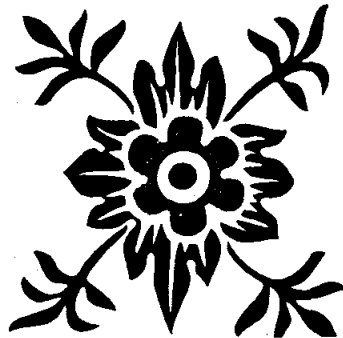
کِتَابُ الصَّوم

توحید ورسالت کی شہادت کے بعد نماز، زکوٰۃ روزہ اور حج اسلام کے چار بنیادی ارکان ہونا احادیث میں صراحۃ موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله واقام الصلوة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان والحج.

تو اس طرح روزہ اسلام کا تیسرا اہم بنیادی رکن ٹھہرا، روزہ کی فرضیت کا اہم مقصد کیا ہے اس کو قرآن کریم نے بڑے صاف لفظوں میں بیان فرمایا کہ روزہ کے ذریعہ روزہ دار میں تقویٰ پیدا ہو۔

قوله تعالیٰ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (البقرة: ۲/۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لئے دیا گیا ہے) تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اب روزے سے تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ انسان کے اندر ایک روحانی ملکوتی مادہ ہے، جس کو نورانی مادہ بھی کہا جاتا ہے جو ملائکہ میں بدرجہ اتم موجود ہے دوسرا مادہ حیوانی شہوانی مادہ ہے۔ تو انسان کی ترقی کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کا روحانی عنصر حیوانی عنصر پر غالب رہے، اور حیوانی عنصر کو اپنا تابع بنائے تو روزہ میں اس بات کی مشق کروائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کی غرض سے، حلال اور پاکیزہ غذا کو صبح سے شام تک ترک کردے، جب مہینہ بھر

اس کی مشق ہوگی کہ دن بھر اپنے کو کھانے پینے سے بچا کر رکھے گا اسی طرح اپنی حلال بیوی کے ساتھ ہمبستری سے پرہیز کرے گا تو رمضان کی راتوں میں اسی طرح رمضان کے بعد سال بھر حرام غذا سے اجتناب نیز حرام جگہ شہوت رانی سے اجتناب اس کے لئے آسان ہوگا۔

تقویٰ کا حاصل بھی یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے پرہیز کرے، تمام قسم کے اوامر کو بجالائے، منہیات سے اجتناب کرے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اور رمضان کے روزوں کے برکات سے نوازے اور مکمل تقویٰ وطہارت والی زندگی نصیب فرمائے اب روزے کے متعلق کچھ تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔

روزہ کی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه. (رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل وتراویح، تہجد پڑھیں گے ان کے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔(بخاری)

ماہ رمضان کی قدر

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت كان رسول الله ﷺ اذا دخل العشر الأواخر شد ميزره واحي ليله وايقظ اهله. (رواه البخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے (یعنی رات بھر عبادت اور ذکر واذکار میں مشغول رہتے) اور اپنے گھر والوں کو بھی جگا دیتے (تاکہ وہ بھی عبادت کریں۔)(بخاری)

روزہ چھوڑنے کا نقصان

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ من افطر يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وان صامه. (رواه احمد والترمذی وابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی سفر، بیماری وغیرہ میں شرعی رخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے گا وہ اگر اس کے بجائے عمر بھر بھی روزہ رکھے تو جو چیز فوت ہوگئی وہ پوری ادا نہیں ہوسکتی۔(مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ایک روزہ چھوڑنے کی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایک روزہ قضا رکھ لیا جائے لیکن تاہم رمضان میں روزہ رکھنے کی صورت میں جو اجر وثواب کا مستحق ہوتا اتنا اجر وثواب بعد میں پوری زندگی نفل روزہ رکھنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے رمضان المبارک میں اس کا خوب خیال رکھا جائے بلا کسی عذر شدید کے کوئی روزہ نہ چھوٹے، اگر کبھی ایسی غلطی کر لی تو بعد میں اس کی فوری تلافی کرے۔

گناہوں سے بچنے کا خوب اہتمام کرنا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ۔

(رواہ البخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ رکھتے ہوئے باطل اور لغو کام اور کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

دوسری جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

فائدہ:

علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے اور جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہوگیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا کچھ نہ ملا، دوسرے یہ کہ جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے۔ تیسرا قول یہ کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ مثلاً بدنظری، کھیل کود، فحش گوئی، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت کردی یا کوئی حماقت کرلی مثلاً ٹی وی کھول کر بیٹھ گیا یا دل بہلانے کے لئے تاش، شطرنج وغیرہ کھیل میں لگ گیا تو وہ سارا جاگنا بے کار ہوگیا۔ یا مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کردی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگا تو وہ بے کار ہے۔

روزہ کی نیت

عربی میں نیت اس طرح ہے:

"بصوم غد نویت من شهر رمضان"

"میں آئندہ کل روزہ رکھنے کی نیت کرتا ہوں۔"

زبان سے کہہ دے یا دل ہی میں ارادہ کرلے۔

روزہ کی نیت کب تک کیجا سکتی ہے

رمضان کے روزے کی نیت رات سے کرلینا بہتر ہے، سحری کھانے کا عمل بھی نیت میں داخل ہے، اگر کسی نے رات کو نیت نہیں کی، تو صبح نصف النہار شرعی تک نیت کرسکتا ہے، بشرطیکہ صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

صبح صادق سے غروب آفتاب تک کل وقت کے نصف کو نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے، صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، نصف النہار شرعی ونصف النہار عرفی (وقت زوال) کے درمیان اس کا نصف ہوتا ہے۔ مثلاً صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ڈیڑھ گھنٹہ ہوتو نصف النہار عرفی سے پون گھنٹہ پہلے نصف النہار شرعی ہوگا۔ اس وقت کی مقدار ہر موسم اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی مقدار گھنٹوں سے متعین نہیں کی جاسکتی، ضابطہ مذکور کے مطابق عمل کیا جائے۔

(احسن الفتاوی ٤/٤٣٦)

سحری کھانے کی فضیلت

روزہ دار کو آخر رات میں صبح صادق سے پہلے سحری کھانا مسنون ہے اور باعث برکت وثواب ہے۔ نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سنت ادا ہوجائے گی لیکن بالکل آخر شب میں کھانا افضل ہے۔

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ: تسحروا فان فی السحور برکة. (رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(بخاری ومسلم)

اذان فجر کے بعد کھانا پینا

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ رات کو دیر سے سوتے ہیں پھر آخری رات میں اٹھ کر جلدی جلدی سحری کھاتے ہیں بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان شروع ہو جاتی ہے، جلدی سے لقمہ چبا کر پانی پی لیا اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا روزہ ہو گیا یہ ان کی سخت غلطی ہے، کیونکہ عموماً اذان صبح صادق کے بعد ہی ہوتی ہے جبکہ صبح صادق سے پہلے روزہ بند کرنا ضروری ہے، اگر کسی بھی وجہ سے صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا تو اس سے روزہ نہیں ہوگا اگرچہ دن بھر بھوکا رہے بعد میں اس روزہ کی قضا لازم ہے۔

اس لئے خوب احتیاط کرنا لازم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دن بھر کی محنت بیکار چلی جائے۔

کان میں دوا ڈالنے کا حکم

روزہ کی حالت میں کان میں پانی جانا تو مفسد نہیں عمداً ڈالنے کے مفسد ہونے میں اختلاف ہے راجح قول کے مطابق فاسد نہ ہوگا۔ کان میں تیل اور دوا ڈالنا بالاتفاق مفسد ہے۔

وفی الشامیة: والحاصل الاتفاق علی الفطر بصب الدهن، وعلی عدمه بدخول الماء واختلاف التصحیح فی ادخاله. (ردالمحتار ۲)

روزہ کی حالت میں انجکشن کا حکم

روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں کوئی غذا یا

دوا پہنچ جائے انجکشن سے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعہ معدہ میں پہنچتی ہے لہذا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

قال فی شرح التنویر: او اکتحل او ادھن او احتجم وان جد طعمه فی حلقه وفی الشامه لانه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن والمضر انما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار ۲)

روزہ کی حالت میں خون نکلوانا

روزہ کی حالت میں انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ خون نکلوانے سے ایسے ضعف کا اندیشہ ہو کہ شام تک روزہ مکمل کرنے کی طاقت نہ رہے گی تو خون نکلوانا مکروہ ہے۔

روزہ میں دانت نکلوانا

رمضان میں کسی کے دانت میں درد ہو اور داڑھ نکلوانے کی ضرورت ہو تو کوشش کرے کہ رات کو نکلوائے اگر کسی کو شدید مجبوری پیش آئے تو روزہ کی حالت میں نکلوانا بھی جائز ہے، باقی دوا یا خون پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب ہو یا اسکے برابر ہو یا حلق میں اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ بعد میں قضاء لازم ہوگی۔

اوخرج الدم من بين انسانه ودخل حلقه يعنى ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم فسد والا لا الااذا وجد طعمه بزازيه.

(ردالمحتار ۲/۴۲۷)

آنکھ میں دوا ڈالنا

روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالے اور حلق میں اس کا اثر محسوس ہو تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

والمفطر انماهو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار ۲/۱۰٦)

نکسیر کا خون اندر جانا

روزہ کی حالت میں نکسیر کا خون حلق سے پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ فاسد ہو گیا، قضاء لازم ہے، کفارہ نہیں۔

روزہ میں قے کا حکم

قے سے روزہ فاسد ہونے کی صرف دو صورتیں ہیں:

(۱) قصداً منہ بھر کے قے کرنا۔ (یعنی اتنا قئی ہو کہ بغیر تکلیف کے منہ بند کرنا مشکل ہو جائے)

(۲) خود بخود منہ بھر کے قے ہو ایک چنے کی مقدار یا اس سے زائد عمداً واپس لوٹائیں ان دونوں صورتوں میں روزہ فاسد ہونے کی وجہ سے قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ وان ذرعہ القی ولا فطر فی الکل علی الاصح الا فی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملاء مع التذکر شرح الملتقی (ردالمحتار ۲/۱۲۱)

روزہ کی حالت میں مذی کا حکم

بوس وکنار کی وجہ سے جو پانی نکلتا ہے اس کو ''مذی'' کہا جاتا ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگر منی نکلے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر روزہ پر خطرہ ہو تو بوس وکنار جائز نہیں، مکروہ تحریمی ہے۔

قال العلائی رحمہ اللہ: وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد وان امن لاباس. (ردالمحتار ۲/۱۲۳)

ہاتھ سے منی نکالنا مفسد صوم ہے

ہاتھ سے منی نکالنا بہت سخت گناہ ہے، حدیث میں اس پر لعنت وارد ہوئی ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ''کتاب الکبائر'' میں حدیث نقل کی ہے کہ سات قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، ان کے بارے میں حکم ہوگا کہ دوسرے جہنمیوں کے ساتھ ان کو بھی جہنم میں داخل کرو۔

ان ملعون لوگوں میں سے ایک ہاتھ کے ساتھ نکاح کرنے والے۔

اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

وفی الشامیہ لایفسد لکن ھذا اذا لم ینزل اما اذا انزل فعلیہ القضاء کما سیصرح بہ وھو المختار. (ردالمحتار ۲/۱۰۹)

غروب سے پہلے اذان پر افطار کرلیا

اگر موذن نے غلطی سے غروب سے پہلے اذان کہہ دی یا سائرن بجایا اور کسی نے شبہ کی بناء پر افطار کرلیا تو وہ روزہ مکمل نہیں ہوا اس کے ذمہ قضاء لازم ہے۔

خلاصہ مفسدات صوم

۱۔ کان اور ناک میں اس طرح دوا ڈالنا کہ حلق تک پہنچ جائے۔

۲۔ قصداً منہ بھر کے قے کرنا یا منہ بھر کے قے آنے کے بعد کچھ حصہ قصداً لوٹا لینا۔

۳۔ کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی کا چلا جانا اس وقت روزہ بھی یاد ہو۔

۴۔ عورت کو چھونے وغیرہ سے انزال ہوجانا۔

۵۔ لوبان یا عود کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا، بیڑی، حقہ پینا اسی حکم

میں ہے۔

۶۔ بھول کر کھاپی لیا اور خیال کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ پھر قصداً کھا پی لیا۔

۷۔ رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھالی۔

۸۔ دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر آفتاب غروب ہوگیا ہے افطار کرلیا۔

۹۔ کوئی ایسی چیز نگل جانا جو عادۃً کھائی نہیں جاتی جیسے لکڑی، لوہا، کچا گیہوں کا دانہ وغیرہ۔

وہ چیزیں جن سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا مگر مکروہ ہوجاتا ہے

بلاضرورت کسی چیز کو چبانا، نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا ٹوتھ پیسٹ، منجن یا کوئیلہ سے دانت صاف کرنا۔

۲۔ صبح صادق سے پہلے جنبی ہوگیا پھر دن بھر حالت جنابت میں رہنا۔

۳۔ فصد کھلوانا یا کسی مریض کو اپنا خون دینا۔

۴۔ غیبت یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا ہر حال میں حرام ہے۔ روزہ میں اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔

۵۔ لڑنا، جھگڑنا، گالی گلوچ کرنا۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ مکروہ ہوتا ہے

۱۔ مسواک کرنا۔

۲۔ سر یا مونچھوں پر تیل لگانا۔

۳۔ انجکشن یا ٹیکہ لگانا یا لگوانا۔

۴۔ آنکھ میں دوا ڈالنا یا سرمہ لگانا۔

۵۔ خوشبو سونگھنا۔

۶۔ گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔

۷۔ بھول کر کھا پی لینا۔

۸۔ حلق میں بلا اختیار دھواں یا غبار یا مکھی وغیرہ کا چلا جانا۔

۱۰۔ خود بخود قے آ جانا۔

۱۱۔ سوتے ہوئے احتلام ہو جانا۔

۱۲۔ دانتوں میں خون آئے مگر حلق میں نہ جائے اس سے روزے میں کوئی خلل نہیں آتا۔

۱۳۔ اگر جنابت کی حالت میں غسل کئے بغیر روزہ کی نیت کر لی تو روزہ میں خلل نہیں آیا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

۱۔ بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا مرض بڑھنے کا شدید خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ رمضان کے بعد جب صحت ہو جائے اس کی قضا کرے۔

۲۔ عورت کو حمل کی وجہ سے روزہ میں بچہ یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کر دے۔

۳۔ جو عورت اپنے یا غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے اگر روزہ سے بچہ کو دودھ نہیں ملتا اور اس سے بچہ کو تکلیف بھی پہنچتی ہے تو روزہ نہ رکھے پھر قضا کرے۔

۴۔ شرعی مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے لیکن اگر کچھ تکلیف نہ ہو تو افضل یہی ہے کہ حالت سفر میں ہی روزہ رکھ لے۔

۵۔ بحالت روزہ سفر شروع کیا اب اس کے لئے روزہ کو پورا کرنا ضروری ہے

اگر مسافر حالت سفر میں تھا اور صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہیں اور ورزہ کی نیت بھی نہیں کی۔ پھر زوال سے پہلے وطن پہنچ گیا تو اس پر لازم ہے کہ روزہ رکھ لے۔

٦- کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے روزہ توڑنا جائز ہے پھر قضا کرلے۔

روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا

اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے بعد اس قدر شدید بیمار ہو جائے کہ روزہ نہ توڑنے کی صورت میں مرض کی شدت یا مرض طویل ہونے کا ظن غالب ہو تو افطار کرلینا جائز ہے بعد میں قضاء واجب ہے کفارنہیں اگر انجکشن سے علاج ہو سکے دواء پلاکر روزہ توڑنے کی ضرورت نہ ہو تو روزہ توڑنا جائز نہیں بلکہ انجکشن ہی سے علاج کرے۔

قال في الهندية المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضوء يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء اذا افطر. (عالمگیریه: ۱/۳۰۷)

حائضہ کا رمضان میں کھانا پینا

عورت اگر رمضان میں ایام کی وجہ سے روزہ نہ رکھے، یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آ گیا تو دن میں اس کے لئے کھانا پینا جائز ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہ کھائے۔ اگر دن میں کسی وقت حیض سے پاک ہوئی تو دن کا باقی حصہ روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : الحائض اذا طهرت في رمضان تمسك تشبها بالصائم لحرمة الشهر ثم تقضى الخ.

(ردالمحتار ۱/۲۳۳)

روزہ دار کی طرح رہنا

اگر کوئی عورت رمضان میں دن میں حیض یا نفاس سے پاک ہوئی، یا کوئی پاگل صحت یاب ہوگیا یا بیمار صحتمند ہوگیا یا مسافر مقیم ہوگیا، یا بچہ بالغ ہوگیا، یا کافر مسلمان ہوا، ان سب کے لئے دن کے بقیہ حصہ میں کھانا پینا جائز نہیں بلکہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

قال فی التنویر والاخیران یمسکان بقیة یومها وجوبا علی الاصح کمسافراقام وحائض ونفساء طهرتا ومجنون افاق ومریض صح وصبی بلغ وکافر أسلم. (ردالمحتار ۱۱۵/۲)

گیس پمپ ”انہیلر“ کا حکم

روزہ کی حالت میں انہیلر استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اس میں دوائی کے ذرات، (گرد وغبار کی مانند) ہوتے ہیں گرد وغبار وغیرہ کو روزہ کی حالت میں قصداً حلق میں داخل کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے لہٰذا انہیلر کے استعمال سے بھی روزہ فاسد ہوجائے گا۔(خیر الفتاوی ۹۸/٤)

روزہ کی حالت میں گلوکوز (ڈرپ) کا حکم

روزہ کی حالت میں ڈرپ لگوانا روزے کے لئے مفسد نہیں، کیونکہ اس سے دوا بذریعہ منفذ (سوراخ) معدہ تک نہیں پہنچتی، البتہ بلاضرورت صرف طاقت اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے روزہ کی حالت میں ڈرپ لگوانا مکروہ ہے۔

روزہ کی قضاء

کسی عذر سے روزہ قضا ہوگیا تو جب عذر ختم ہوجائے تو جلد ادا کرلینا چاہئے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں۔ قضا روزوں میں اختیار ہے کہ متواتر رکھے یا ناغہ کرکے رکھے۔

۳۔ مسافر، سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض تندرست ہونے کے بعد اتنا وقت

نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کرے تو قضا اس کے ذمہ لازم نہیں سفر سے لوٹنے یا بیماری سے تندرست ہو جانے کے بعد جتنے دن ملیں ان دنوں کی قضا لازم ہوگی۔

عن معاذة العدوية انها قالت لعائشة ما بال الحائض تقضى الصوم ولا تقضى الصلوة قالت عائشة كانت يصيبنا ذلك فنومر بقضاء الصوم ولا نومر بقضاء الصلوة. (رواه مسلم)

معاذہ عدویہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایام حیض میں جو روزے قضاء ہوتے ہیں ان کی تو قضاء کی جاتی ہیں اور جو نمازیں قضاء ہوتی ہیں ان کی قضاء نہیں پڑھی جاتی۔ ام المومنین نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب ہم اس (حیض) میں مبتلا ہوتے تھے تو ہم کو ان دنوں میں قضاء شدہ روزے رکھنے کا حکم دیا جاتا تھا اور قضاء نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ (صحیح مسلم)

باقی بیمار کو صحت کے بعد اتنا وقت ملا جس میں وہ روزے قضاء کر سکتا تھا یا مسافر کو سفر سے واپسی کے بعد اتنا وقت ملا جس میں وہ قضا شدہ روزے ادا کر سکتا تھا لیکن قضا نہیں رکھا اور بیماری عود کر آنے کی وجہ سے اب زندگی کی امید نہیں رہی تو ان دنوں کے روزوں کی وصیت واجب ہے۔

قال فى العلائية. فان ماتوا فيه اى في ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية لعدم ادراكهم عدة من ايام اخر ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر. (ردالمحتار ۱۲۷/۲)

کفارہ لازم ہونے کی صورتیں

(۱) وہ شخص جس پر روزہ فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں، رمضان کے اس روزہ جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو، جان بوجھ کر منہ کے ذریعہ پیٹ میں

کوئی ایسی چیز پہنچائے جوانسان کی دوا یا غذا میں استعمال ہوتی ہو یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا جسمانی نفع یا لذت مقصود ہو۔

(۲) یا کوئی شخص جماع کرے، یا کرائے، جماع میں آلہ تناسل کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں ان سب صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو جماع کے قابل ہو کفارہ کا لازم ہونا رمضان المبارک کے روزے توڑنے کے ساتھ خاص ہے غیر رمضان کے روزوں میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

او تـوارت الحشفة فی احد السبیلین انزل او لم ینزل(الی قوله) قضی وكفر. (ردالمحتار ۴۰۹/۲ ایم سعید)

کفارہ کی مقدار

رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ لگاتار دو مہینے روزہ رکھے، تھوڑے تھوڑے کر کے روزہ رکھنا کافی نہیں اگر کسی وجہ سے کفارہ کے روزوں کے درمیان ایک دو روزہ نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے، البتہ جو روزے حیض کی وجہ سے رہ گئے ہیں ان کے رہ جانے کی وجہ سے کفارے کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن پاک ہونے کے بعد فوراً روزے شروع کر دے اور ساٹھ روزے پورے کر دے۔

کفارہ میں کھانا کھلانا

اگر کسی میں کفارے کے روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے، البتہ خیال رکھے کہ ان کھانے والوں میں بالکل چھوٹے بچے نہ ہوں۔

قال فی التنویر كفر ككفارة المظاهر وفی الشامية ای مثلها فی،

الترتيب فيعتق اولا فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا لحديث الاعرابی المعروف فی الكتب السنة فلو افطر ولو لعذر استانف الا لعذر الحيض (ردالمحتار ۲/۱۱۹)

روزے کا فدیہ

جس کو اتنا بڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزے رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنی بیماری ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید بھی نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور غلہ کے بدلہ میں اس قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدی وجوبا ولو فی اول الشهر بلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرا او المريض اذا تحقق الياس من الصحه فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (شرح التنوير ۱/۱۹۱)

دائم المرض شیخ فانی کے حکم میں ہے

ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہے جس سے زندگی بھر صحتیابی کی امید نہیں اور اس کی وجہ سے رمضان میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو وہ شیخ فانی کے حکم میں ہے، فی الحال وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلا دے یا اس کی قیمت دیدے، البتہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے کسی وقت صحت دیدی اور وہ روزے رکھنے پر قادر ہو گیا تو اس کے ذمہ قضاء لازم ہوگا۔

ومثله مافی القهستانی عن الكرمانی المريض اذا تحقق الياس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ۱ھ (ردالمحتار ۲)

فدیہ رمضان سے قبل دینا جائز نہیں

رمضان کے روزوں کے فدیہ کی رقم رمضان آنے سے پہلے ایڈوانس میں دینا صحیح

نہیں، البتہ رمضان شروع ہونے کے بعد پورے رمضان کے روزوں کا فدیہ بھی دفعۃ بھی دے سکتے ہیں۔

البتہ صدقۃ الفطر رمضان داخل ہونے سے پہلے بھی دے سکتے ہیں بلکہ کئی سالوں کا فطرہ پیشگی دینا بھی جائز ہے۔ (احسن الفتاوی ٤/٤٣٦)

افطاری

آفتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطاری میں دیر کرنا مکروہ ہے۔ ہاں جب ابر وغیرہ کی وجہ سے اشتباہ ہو جائے تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے۔ اور نقشہ میں دیئے گئے وقت سے تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنا چاہئے صرف سائرن پر اعتماد کرنا درست نہیں۔ بعض دفعہ سائرن پہلے بھی بج جاتا ہے۔ اس طرح غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیا جاتا ہے اور پورے دن کی محنت بے کار ہو جاتی ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ قال تعالیٰ احب عبادی الی اعجلهم فطرا. (رواه الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے بندوں میں مجھے وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو روزے کے افطار میں جلدی کرے۔ (یعنی غروب آفتاب کے یقین ہو جانے کے بعد بالکل دیر نہ کرے)

افطار کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟

عن سلمان بن عامر قال قال رسول الله ﷺ اذا كان احدكم صائما فليفطر على التمر فان لم يجد التمر فعلى الماء فان الماء طهورا.

(رواه احمد وابوداؤد والترمذی)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے افطار کرے

اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو طہور بنایا ہے۔

افطار کے وقت کی دعا

اللّٰهم لك صمت وعلى رزقك افطرت. (ابوداؤد)

افطار کے بعد کی دعا

ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله. (رواه الترمذی)

باب الاعتکاف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ.

(رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ ﷺ کا یہ معمول رہا، آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا کہ معتکف کے لیے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے باہر نکلے، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس و کنار کرے اور اپنی ضرورتوں کے لیے بھی مسجد سے باہر نہ جائے سوائے ان حوائج کے جو بالکل ناگزیر ہیں (جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ) اور اعتکاف (روزہ کے ساتھ ہونا چاہیے) بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں، اور مسجد جامع میں ہونا چاہیے، اس کے سوا نہیں۔

تشریح: اس میں مسجد جامع سے مراد ایسی مسجد جس میں پانچوں وقت جماعت پابندی سے ہوتی ہو، حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ بھی شرط اور جماعت

والی مسجد بھی۔

اعتکاف کے مسائل

مسئلہ ۱: رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرنا سنت علی الکفایہ ہے یعنی اگر بڑے شہروں کے ہر محلہ میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے اور اگر کوئی ایک بھی محلہ میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

قال في الشامية: (قوله اى سنة على الكفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة اذا قام بهاالبعض سقط الطلب عن الباقين فلم ياثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ولو كان سنة عين لا ثموا بترك السنة المؤكدة اثما دون اثم ترك الواجب. (ردالمتحار ۲/۱٤۱)

مسئلہ ۲: جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں جائے اندازہ کر کے ایسے وقت میں نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے تو بھی اعتکاف میں خلل نہیں آتا۔

لكنه يخرج في وقت يمكنه ان ياتي الجامع فيصلي اربع ركعات قبل الاذان عند المنبر وبعد الجمعة يمكث بقدر مايصلي اربع ركعات او ستا على حسب اختلافهم فى سنة الجمعة كذا فى السراج الوهايه.

(عالمگیریه ۱/۲)

مسئلہ ۳: اگر بلاضرورت شرعی یا طبعی تھوڑی دیر بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا قصداً نکلا ہو یا بھول کر، ایسی صورت میں اسی دن کے اعتکاف کی قضا

کرے۔ چاہے رمضان میں کرے یا تو پھر رمضان کے بعد اعتکاف کی قضا کرے۔

وان خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول ابي حنيفة كذا في المحيط. (هنديه ۲۱۳/۱)

مسئلہ: اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہوتو ۲۰ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے ہی مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آئے تب اعتکاف سے باہر ہو۔

اعتکاف قضاء کرنے کا طریقہ

مسئلہ: اعتکاف کی قضاء میں روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ طریقہ یہ کہ اگر ایک دن کے اعتکاف کی قضا کرنا ہوتو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور رات کو سحری کھائے اور روزے رکھے اور دوسرے دن مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے باہر آئے۔

(ماخوذ از احسن الفتاوی ٤ /٥٠١)

وتی دخل في اعتكافه الليل والنهار فابتداؤه من الليل لان الاصل ان كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها كذا في الكافي. (عالمگیریه ۲۱٤/۱)

معتکف اذان کے لئے نکل سکتا ہے

اگر اذان خانہ کا دروازہ مسجد کے اندر ہے تو وہاں معتکف بہر حال ہر وقت جا سکتا ہے۔ اگر دروازہ مسجد سے خارج ہے تو صرف اذان دینے کی غرض سے جا سکتا ہے۔

قال في البحر وصعود المأذنة ان كان بابها في المسجد لا يفسد والا فكذلك في ظاهر الرواية اهـ (ردالمحتار ۱۸۱/۲)

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا

معتکف کے لئے کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے باہر نکلنا جائز نہیں، مسجد ہی میں کسی برتن میں دھولے، اگر وضو خانہ متصل ہو تو مسجد میں کھڑا ہو کر ٹونٹی سے دھو سکتا ہے۔

بیت الخلاء خالی ہونے کا انتظار کرنا

اگر معتکف رفع حاجت کے لئے مسجد سے باہر جائے اور بیت الخلاء خالی نہ ہو تو ایسی ضرورت کے وقت وہیں باہر انتظار کرنا جائز ہے۔

معتکف کا مسجد میں ٹہلنا

معتکف بقدر ضرورت مسجد میں ٹہل سکتا ہے۔ (احسن الفتاوی ٤/١/٥٠١)

قضائے حاجت کے لئے نکلا تو غسل نہیں کر سکتا

اگر معتکف استنجاء کے لئے نکلے اور فارغ ہو کر غسل کر کے مسجد میں آجائے تو اس طرح کرنا جائز نہیں اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ غسل خانہ اور بیت الخلاء ایک ہے تو استنجاء کے بعد جتنے وقت میں وضو ہو سکتا ہے اتنا وقت میں ہی وضو کے بجائے جسم پر پانی بہالے صابن وغیرہ استعمال نہ کرے تو اس کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از احسن الفتاوی ٤: ٥٠٥)

معتکف کے لئے غسل جمعہ کا حکم

معتکف جمعہ کے دن غسل جمعہ کے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کی دو رائے ہیں، چنانچہ حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ جمعہ کے روز غسل مستحب ہے اور وضوء و غسل خواہ فرض ہو یا نفل اس کے لئے مسجد سے نکلنے کا جواز مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہے۔

١ نقل في المتانة عن فتاوى الحجة ويجوز للمعتكف ان يخرج من المسجد في سبعة اشياء البول، والغائط، والوضوء والاغتسال، فرضا كان او نفلا (المتانه في مرمة الخزانة ٣٧٨)

٢ قال الشيخ الدهلوى رحمه الله تعالىٰ: اماغسل جمعة

رواتی صریحه دراں ازاصول نمی یابم جزاینکه درشرح امداد گفته است که بیروں می آید برائے غسل فرض باشد یا نفل. (اشعة اللمعات ۲/۱۲۸)

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ کہ ''**کان رسول الله ﷺ اذا اعتکف ادنی الی راسه فارجله وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان.**

اس میں استنجاء، وضو غسل جنابت داخل ہے، البتہ غسل جمعہ اور غسل تبرید داخل نہیں کیونکہ وہ کوئی ناگزیر ضرورت نہیں۔

البتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جو غسل جمعہ کو حاجات ضروریہ میں شمار کر کے اس کے لئے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے۔

لیکن فقہاء کے کلام میں اس کا کوئی ماخذ احقر کو نہ مل سکا، خود صاحب اشعۃ اللمعات نے بھی اس کے لئے کوئی فقہی دلیل یا فقہاء کا کوئی حوالہ ذکر نہیں فرمایا۔

(درس ترمذی ۲/۶۴۸)

وفی الحاشیۃ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تقریباً ہر سال مسجد نبی ﷺ میں اعتکاف فرمایا، اور ہر اعتکاف میں جمعہ بھی لازماً آتا تھا، لیکن کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ غسل جمعہ کے لئے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ معتکف غسل جمعہ کے لئے نہیں نکل سکتا ہے۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں تطبیق دی ہے کہ غسل جمعہ کے لئے مستقل نہ نکلے بلکہ جب استنجاء کے لئے نکلے تو غسل کر کے آجائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۱۴۴)

مستحبات اعتکاف

۱۔ نیک اور اچھی باتیں کرنا۔

۲- قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

۳- علوم دینیہ کا پڑھنا اور پڑھانا۔

۴- درود شریف کا ورد کرنا۔

۵- وعظ و نصیحت کرنا۔

٦- نماز پنجگانہ والی مسجد میں اعتکاف کرنا۔ (بهشتی زیور)

وفی الهندية قال ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتلاوسير النبی ﷺ والانبياء عليهم السلام واخبار الصالحين وكتابة امور الدين كذا فی فتح القدير (عالمگیریه ۱/۲۱۳)

معتکف کے لئے مسجد میں ریح صادر کرنے کا حکم

معتکف کو اگر ریح صادر کرنے کی ضرورت ہو تو وہ کیا کرے آیا مسجد ہی میں ریح صادر کرے یا مسجد سے باہر نکل کر صادر کرے اصح یہ ہے کہ مسجد سے باہر نکل کر صادر کرے۔

قال فی العالمگيريه سئل ابو حنيفة عن المعتكف اذا احتاج الی الفصد والحجامة هل يخرج؟ فقال لا، وفی الالی واختلف فی الذی يفسو فی المسجد فلم ير بعضهم باسا وبعضهم قالوا لا يفسو فيخرج اذا احتاج اليه. وهو الاصح .(كذا فی التمرتاشی ۲/۲۱۵)

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معتکف کا اس عمل کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں اخراج ریح کا اظہار ہے جو طبعاً عقلاً شرعاً قبیح ہے۔

فائدہ:

ریح سے تعفن زائل کرنے کے لئے ہومیو پیتھک دوا کاربوج بہت مفید ہے۔

لیلۃ القدر

چونکہ اس امت کی عمریں بنسبت پہلی امتوں کے چھوٹی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایک رات ایسی مقرر فرمادی ہے جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿لیلة القدر خیر من ألف شهر﴾

لیکن اس رات کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ اس کی تلاش میں کوشش کریں اور ثواب بے حساب پائیں۔ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے یعنی ۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹ ویں شب میں۔ ۲۷ اور ۲۹ ویں شب کا، شب قدر ہونا سب سے زیادہ محتمل ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تحروا ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر من رمضان . (رواه البخاري)

عن عائشة رضى الله عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد فى العشر الاواخر مالا يجتهد فى غيره. (رواه مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ کرتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

ان راتوں میں بہت محنت، توجہ اور اخلاص سے عبادت، توبہ واستغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہئے، اگر تمام رات جاگنے کی طاقت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے جاگے اور نفل

نمازوں، تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ عشاء اور فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنا رات بھر جاگنے کے حکم میں ہے ان راتوں کو صرف جلسوں، جلوسوں اور تقریروں میں صرف کر کے سو جانا بڑی محرومی ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں لیکن عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

باب النوافل

شوال کے چھ روزے:

عن أبی أیوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر.

(رواه مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اسی کے ساتھ شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو اس نے گویا تمام سال روزے رکھے۔

تشریح: یہ چھ روزے رمضان المبارک کے فرض روزوں کے بعد ایسے ہیں جیسے فرض نماز کے بعد نفل یہ روزے شوال کے مہینے میں جب بھی رکھ لئے جائیں یہ ثواب حاصل ہو جائے گا۔ البتہ طبرانی کی ایک ضعیف روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزے عید کے فورا بعد لگاتار ہونے چاہئیں۔

عرفہ کا روزہ:

عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: صيام يوم عرفة انی احتسب علی اللہ ان يكفر السنة التی بعده والسنة التی قبله. (رواه الترمذی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نو تاریخ) کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ روزہ کفارہ ہو جاتا ہے، ایک سال گزشتہ کا، ایک سال بقیہ کا۔ اور ایک روایت میں

یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ روزہ ایک سال اپنے سے پہلے اور ایک سال اپنے سے بعد کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ (یعنی ان گناہوں کے لئے) (مسلم ج ا ص ۳۶۷)۔

تشریح: یوم عرفہ (یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کو روزہ رکھنا بہت بڑی فضیلت کا کام ہے، اس میں سستی نہیں کرنی چاہئے، البتہ جو حج کے لئے میدان عرفہ میں حاضر ہو وہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس میں مشقت ہوگی۔

عشرہ ذی الحجہ کا روزہ:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مامن ايام احب الی الله ان يتعبد فيها من عشر ذی الحجة يعد له صيام كل يوم لصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ میں عبادت کرنا اور دنوں میں عبادت کے مقابلہ میں بہت زیادہ محبوب ہے اس عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ اور اس کی ہر رات کے نوافل شب قدر کے نوافل کے برابر ہیں۔ (جامع ترمذی)

عاشورہ کا روزہ:

یوم عاشورہ (یعنی محرم کی دسویں تاریخ) یہ بہت ہی مبارک دن ہے کیونکہ اسی دن بہت سے اہم اہم واقعات پیش آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعون کے مظالم سے نجات پانا۔ کشتیٔ نوح کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا چاہ کنعان سے نکلنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

پیدائش اور پھران کا آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ۔ اسی وجہ سے اس دن میں روزہ رکھنے کا بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشورہ کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: بحوالہ مسلم۔ ج ۲ ص ۳۴۶)

عاشورہ کے ساتھ ایک اور روزہ:

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یارسول انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان عاما المقبل ان شاء اللہ ضممت الیوم التاسع قال فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس دن کی تو یہود ونصاریٰ بہت تعظیم کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال ہم انشاء اللہ نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آئندہ سال کا (یوم عاشورہ) آنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم: ج ۲ ص ۳۴۹)

تشریح: ملت اسلامیہ کو سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ جو ایک گہرا تعلق ہے اس کی بناء پر عاشورہ کے تاریخی دن کو روزہ رکھنا پسند کیا گیا لیکن ساتھ ہی شریعت نے گردوپیش کے تحریف شدہ مذاہب کے اثرات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کا بھی اہتمام

کیا ہے، اس لئے یہود ونصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی کہ اس سے پہلے ایک دن یا بعد میں ایک دن مزید روزے رکھنے کی تعلیم دی۔

رجب کا روزہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ۲۷ رجب کو روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ساٹھ مہینے روزہ رکھنے کے برابر اجر وثواب دیتا ہے، وہی دن ہے جس کے اندر اللہ نے جبرائیل علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت دے کر اتارا۔ (احیاء العلوم)

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے، ہبوط جبرائیل سے مراد ہوسکتا ہے کوئی خاص قسم کا ہبوط ہو۔ عوام اس روزے کی فضیلت، شب معراج کی وجہ سے سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا شب معراج ہونا مختلف فیہ ہے۔ شب اور اس کے بعد دن میں کوئی عبادت منقول نہیں۔ غرضیکہ ۲۷ رجب کا روزہ فی نفسہ مستحب ہے مگر عوام کے فساد عقیدہ کی وجہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴ ص ۴۲۸)

ماہ شعبان کے روزے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اور اسی مہینے میں بارگاہ رب العالمین میں اعمال لے جائے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔ (نسائی)

ترمذی اور بیہقی نے روایت نقل کی ہے رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے

روزے ہیں جو رمضان کے احترام اور اس کی تیاری میں رکھے جائیں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبان کے روزے کے متعلق مختلف روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اس مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنا چاہئے۔ (الترغیب والترہیب: ج ۲ ص ۳۵۲)

پندرہ شعبان کا روزہ:

عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا فان اللہ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول :الا من مستغفر فاغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعا فیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر۔

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی جب آدھے شعبان کی رات ہو تو اس رات میں عبادت کرو اور اس کے بعد والے دن روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس شب میں شام ہی سے اس قریب والے آسمان پر جلوۂ خاص فرماتا ہے (یعنی اس کی خصوصی توجہ ہوتی ہے) اور رات بھر یہ اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کردوں؟ ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ اسے روزی دے دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس سے نجات دوں؟ ہے کوئی ایسا ہے کوئی ویسا؟ اسی طرح صبح ہو جاتی ہے۔

یہ حدیث بہت ضعیف ہے اور ہمارے معیار انتخاب سے کمتر ہے، اس لئے ہم نے اسے اپنی ترتیب میں تو نہیں لیا لیکن علماء و صلحا کا قدیم ایام سے اور ایک ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ باہر بھی یہی معمول ہے کہ وہ پندرہ شعبان کی شب میں عبادت کرتے ہیں اور دن کو

روزہ رکھتے ہیں، اس رات کی عبادت کے متعلق تو اور بھی متعدد حدیثیں ہیں مگر اس روزے کے متعلق صرف یہی ایک حدیث ہے، اس لئے پندرہویں کے ساتھ اگر تیرہویں اور چودہویں کا روزہ بھی رکھ لیا جائے تو یہ ایام بیض کے روزے ہو جائیں گے۔

رات کے آخری حصوں میں اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ پورے سال ہوتی ہے، اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں شام ہی سے خدا کے خاص انعام واحسان کا اعلان شروع ہو جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج۱ص ۳۶۱)

ہر مہینے میں تین روزے:

عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صوم ثلثة أيام من كل شهر صوم الدهر كله. (رواه البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ کے تین روزے تمام سال کے روزے ہیں (یعنی اجر میں ان کے برابر ہیں) (الترغیب والترہیب: ج۲ص ۳۶۲)

ایام بیض کے روزے:

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا اباذر اذا صمت من الشهر ثلثة ايام فصم ثلث عشر. واربع عشرة وخمس عشرة (رواه الترمذی والنسائی)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر! جب تم مہینے کے تین روزے رکھو تو تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھا کرو۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی)

پیراور جمعرات کے روزے:

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم. (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بندوں کے) اعمال پیر اور جمعرات کو عالم بالا میں پیش کیے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال ایسے وقت میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔ (احمد ترمذی، ج۲ص۳۶۸)

تشریح: معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ فرض تو فرض، نفل روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا ہمیں ان کی اتباع میں کثرت سے روزے رکھنا چاہئے۔

تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتختصوا لیلة الجمعة بعبادة من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومه احد (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب راتوں میں سے تنہا جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص مت کرو اور نہ سب دنوں میں سے (تنہا) جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرو۔ ہاں اگر کسی کے ان روزوں میں جمعہ بھی آ جائے جن کا پہلے سے معمول ہے تو کوئی حرج نہیں۔

تشریح: جمعہ کے دن اور اس کی رات کی خاص فضیلت کی وجہ سے چونکہ اس کا امکان

زیادہ تھا کہ فضیلت پسند لوگ اس دن کے نفلی روزہ رکھنے کا اور اس کی رات میں شب بیداری اور عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرنے لگیں اور جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض یا واجب نہیں بتایا اس کے ساتھ فرض واجب کا سا معاملہ کرنے لگیں گے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی۔

اس کے علاوہ اس ممانعت کے علماء کرام نے اور بھی بعض مصالح لکھے ہیں، بہر حال یہ ممانعت انتظامی ہے اور منشاء یہ ہے کہ جمعہ کا روزہ اور شب جمعہ کی شب بیداری ایک زائد رسم نہ بن جائے۔ واللہ اعلم (معارف الحدیث ۳ : ۳۹۰)
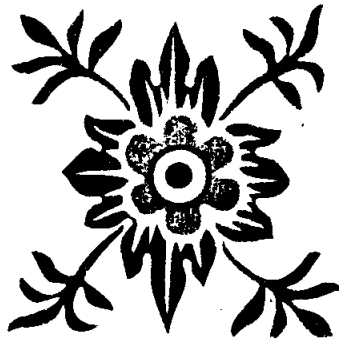
کتابُ الحَجّ

حج، اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ملت اسلامیہ کے مورث اعلیٰ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے طور طریق اور ان کی وفادارانہ بندگی کی عظیم یادگار ہے۔ حج ایک مومن کے دل میں چھپے ہوئے اس جذبہ عشق ومحبت اور سپردگی وجاں سپاری کا اظہار ہے جو مقام عبدیت کی معراج اور قرب الٰہی کا نقطۂ کمال ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

حج ہر اس مسلمان عاقل، بالغ پر فرض ہے جس کے پاس مکہ معظّمہ تک آنے جانے کا کرایہ اور گھر سے نکلنے سے لے کر واپسی تک کا اپنے اور اپنے گھر والوں کا خرچہ موجود ہو۔

عن ابن عمر قال: جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال: یا رسول اللہ! مایوجب الحج قال الزاد والراحلة.

(رواہ الترمذی وابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ کس چیز سے حج فرض ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامان سفر اور سواری پر قادر ہونا۔ (ترمذی)

قوله تعالیٰ: ﴿وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا﴾

(ال عمران ۳/۹۷)

وفی الھندیة قال وتفسیر ملك الزاد والراحلة أن یکون له مال فاضل عن حاجته وھو ماسوی مسکنه ولبسه وخدمة واثاث بیته قدر

ما يبلغه الى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لاما شيا وسوى ما يقضى به ديونه ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه الى وقت انصرافه كذا في محيط الرخسى (عالمگيريه ۱/۲۱۷)

حج کی فضیلت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے بہت سے فضائل بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہے: ''ان الحج يهدم ما كان قبله'' (ترغیب وترھیب)

یعنی حج ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو حج کی ادائیگی سے پہلے حاجی سے صادر ہوئے ہوں۔ اور ارشاد فرمایا:

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه.

(بخاری ج۱ ص ۲۰۲)

یعنی جس نے حج کیا اور وہاں نہ مرد وعورت بے حجاب ہوئے (نہ کوئی فحش بات چیت کی) اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا (پاک صاف) لوٹ آئے گا جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

اسی طرح ارشاد ہے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے لوگ، اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ اگر دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اگر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں تو ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حج کے اور بھی بہت سے فضائل ہیں جو احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

حج چھوڑنے پر وعیدیں

اسی طرح حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین. (ال عمران)

یعنی لوگوں کے ذمہ بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا ہے جس کو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت ہو اور جو شخص انکار کرے تو بلاشبہ اللہ پاک سارے دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملك زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلاعلیه ان یموت یهودیا أو نصرانیا . (رواہ الترمذی)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس (کے پاس سفر حج کا انتظام ہو اور اس) کو کوئی سخت مجبوری بھی حائل نہ ہو اور نہ کوئی بیماری روک رہی ہو اور نہ کوئی ظالم بادشاہ (یا قانونی عذر) آڑے آرہا ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو (ہمارے بلا سے) وہ چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی کی موت مرے۔ (ترغیب وترهیب: ج ۳ ص ۲۷)

ان آیات واحادیث سے اسلام کے بنیادی رکن حج بیت اللہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا لیکن جس طرح دوسرے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہورہی ہیں اس سے کئی گنا زیادہ فریضہ حج کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی ہورہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عبادت کی ادائیگی میں جسمانی مشقت کے علاوہ زر کثیر خرچ ہوتا ہے اس لئے بہت سے لوگ تو ایسے ہیں کہ مال کو جمع کرنے کے دھن میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ کبھی سوچتے ہی نہیں کہ اس مالداری کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کے کون کون سے احکامات کی بجا آوری لازم وضروری ہوگئی۔ حتی کہ ان کو ان کے ذمہ حج کے فرض ہونے کا علم ہی نہیں ہوتا حتی کہ اسی طرح ان کو موت آجاتی ہے اور بہت سے تو ایسے ہیں ان کو حج فرض ہونے کا تو علم ہوتا ہے لیکن طرح طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں مثلاً کبھی بچوں کی شادی کا بہانہ، کبھی مکان

وغیرہ خریدنے، کبھی کسی اور بہانہ سے حج سے جی چراتے ہیں اور بہت سے بے چارے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو حج کے فرض ہونے کا علم بھی ہوتا ہے صحت وقوت بھی ہوتی ہے اور حج کا ارادہ بھی ہوتا ہے لیکن اس خیال سے کہ کچھ عمر اور گزرنے کے بعد کرلیں گے۔ حج کو ٹالتے رہتے ہیں حتی کہ اسی حالت میں یا تو غربت کا سامنا ہوجاتا ہے یا شیخ فانی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور پھر اچانک لقمہ اجل بن کر قبر کی گود میں چلا جاتا ہے اور گناہوں کا بار عظیم لے کر اپنے رب کے سامنے حاضری ہوتی ہے۔ جو بہت خطرناک بات ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

حج کے مسائل سیکھنا بھی فرض ہے

اس کے برخلاف بہت سے حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ خطیر رقم خرچ کرکے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ شریف تک پہنچتے ہیں لیکن حج کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے طرح طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں جس سے کبھی تو حج کا فریضہ ہی ادا نہیں ہوتا اور کبھی فریضہ تو ادا ہوجاتا ہے لیکن حج کے ثواب اور اس کی برکات سے محروم ہوجاتے ہیں حالانکہ جس پر حج فرض ہوتا ہے اس پر حج کے مسائل سیکھنا بھی فرض ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا دین کا جو معاملہ پیش آجائے اس کے متعلق مسائل معلوم کرنا فرض ہے۔ یہاں تک کہ اس کا علم حاصل ہوجائے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۰)

حج مبرور کی فضیلت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحجة المبرور ثواب الا الجنة (رواه الترمذی والنسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پے در پے حج وعمرہ کیا کرو، کیونکہ حج اور عمرہ فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح لوہا اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کردیتی ہے اور ''حج مبرور'' کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال: الحاج والعمار وفدالله ان دعوه أجابهم وان استغفروه غفر لهم (رواه ابن ماجه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے، اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرمائے۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں:

۱ــ **افراد:** اول یہ کہ صرف حج کی نیت کرے اور اسی کا احرام باندھے عمرہ کو حج کے ساتھ جمع نہ کرے، اس قسم کے حج کا نام افراد ہے اور ایسا حج کرنے والے کو مفرد کہا جاتا ہے۔

۲ــ **قران:** دوم یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے اور احرام بھی دونوں کا ایک ساتھ باندھے، اس کا نام قران ہے اور ایسا کرنے والے کو قارن کہا جاتا ہے۔

۳- **تمتع:** سوم یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے اس احرام میں حج کو شریک نہ کرے۔ پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ کی کسی تاریخ میں حج سے پہلے افعال عمرہ سے فارغ ہوکر بال کٹوانے یا منڈانے کے بعد احرام ختم کردے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ سے حج کا احرام باندھے اس کا نام حج تمتع ہے۔

حج کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے جو چاہے اختیار کرے مگر قران افضل ہے، پھر تمتع پھر افراد۔

قوله علیه السلام یاآل محمد اهلوا بحجة وعمرة معا.

(اخرجه البخاري ۱۵٦٦ ابو داؤد ۱۸۰٦)

حج کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا بیان

جس طرح نماز میں فرائض، واجبات اور سنتیں ہیں اسی طرح حج میں بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں، ان کو ذہن نشین کرلیں۔

فرائض حج:

حج میں تین فرض ہیں:

۱- **اِحرام:** دل سے حج کی نیت کر کے تلبیہ یعنی ((لبيك اللّٰهم لبيك))اخیر تک پڑھنا، اس کو اِحرام کہتے ہیں (بغیر سلے کپڑے جو اِحرام میں پہنے جاتے ہیں مجازاً ان کو بھی اِحرام کہا جاتا ہے۔)

۲- **وقوفِ عرفات:** نویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان عرفات میں ٹھہرنا، اگرچہ ذرا سی دیر کے لیے ہو۔

۳- **طوافِ زیارت:** یہ وقوفِ عرفات کے بعد کیا جاتا ہے۔ (اس سے پہلے جو

طواف ہو وہ فرض میں شمار نہ ہوگا)

ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا اور اس کی تلافی دَم دینے سے بھی نہیں ہوسکتی۔

واجباتِ حج:

حج کے واجبات چھ ہیں:

۱- مزدلفہ میں وقوف کے وقت فجر کے بعد روشنی اچھی طرح پھیلنے تک ٹھہرنا۔

۲- صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۳- رَمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔

۴- قارِن اور متمع کو قربانی کرنا۔

۵- حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی کتروانا۔

۶- آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طوافِ وَداع کرنا۔

واما واجباته فخمسة السعي بين الصفا والمروة والوقوف بمزدلفة ورمي الجمار والحلق والقصر وطواف الصدر كذا في شرح الطحاوي (هنديه ۱/۲۱۹)

واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج ہو جائے گا، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، لیکن اس کی جزا لازم ہوگی جس کی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ جنایات کے بیان میں آئے گی۔ (معلم الحجاج ۹۵)

سنن حج:

۱- مفرد آفاقی اور قارِن کو طوافِ قدوم کرنا۔

۲- طواف قدوم میں رَمل اور اِضطباع کرنا (اگر اس کے بعد سعی کرنا ہو، اگر

طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اور اس وقت طوافِ زیارت میں رَمل کرنا ہوگا۔)

۳- آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ کے لیے روانہ ہونا اور وہاں پانچوں نمازیں پڑھنا۔

۴- طلوع آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہونا۔

۵- عرفات سے غروب آفتاب کے بعد امام حج سے پہلے روانہ نہ ہونا۔

۶- عرفات سے واپس ہوکر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

۷- عرفات میں غسل کرنا۔

۸- ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا۔ (معلم الحجاج ۹۵)

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور ان کے ادا کرنے میں ثواب ملتا ہے اور ان کے نہ کرنے سے جزا لازم نہیں آتی۔

میقات کا بیان

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے آنے والوں کے لیے جو مکہ معظّمہ میں داخل ہونا چاہیں کچھ جگہیں مقرر فرمادی ہیں کہ احرام کے بغیر ان سے آگے نہ بڑھیں۔ ان ہی کو مواقیت کہتے ہیں جو میقات کی جمع ہے۔

مدینہ منورہ سے آنے والے ((بئر علی)) سے احرام باندھیں۔ اس کا پرانا نام ((ذو الحلیفہ)) ہے، اگر مسجدِ نبوی سے باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

شام سے آنے والوں کے لیے ((جحفة)) کو میقات مقرر فرمایا تھا، یہ بستی زمانہ نبوت میں آباد تھی اب آباد نہیں ہے، آج کل شام کی طرف سے آنے والے بھی عموماً ((بئر علی)) ہی سے احرام باندھ لیتے ہیں۔

نجد اور طائف سے آنے والوں کے لیے ''قرن'' نامی جگہ میقات ہے لیکن آج کل اس کا یہ نام معروف نہیں ہے، طائف سے آنے والے ''وادی محرم'' سے اِحرام باندھ لیتے ہیں، یہاں مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

عراق سے آنے والوں کے لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذات عرق'' کو مقرر فرمایا تھا۔

یمن سے آنے والوں کے لیے ''یلملم'' کو میقات قرار دیا تھا۔ ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی جہاز چونکہ سمندر میں ایسے راستہ سے گزرتے ہیں جس میں کسی جگہ ''یلملم'' کی محاذات بتائی جاتی ہیں اس لیے عام طور پر وہاں سے اِحرام باندھ لیتے ہیں، وہاں سے اِحرام باندھ لینا افضل ہے، لیکن اگر ان ملکوں سے آنے والے بحری جہاز کے مسافر جدہ آکر اِحرام باندھ لیں تو بعض علماء کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ جو حضرات بمبئی یا کراچی سے ہوائی جہاز سے آئیں وہ بمبئی یا کراچی سے اِحرام باندھ لیں، یا جہاز اڑنے کے ایک دو گھنٹے کے بعد اِحرام باندھ لیں، بغیر اِحرام کے جدہ نہ پہنچیں، کیونکہ راستہ میں ہوائی جہاز میقات سے گزرتا ہے۔ بغیر اِحرام کے اگر کوئی میقات سے گزر کر مکہ معظّمہ پہنچ جائے تو گناہ ہوتا ہے اور دَم واجب ہوتا ہے۔ (تحفۃ المسلمین مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

اِحرام کا بیان

جب کوئی شخص مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہو اس پر لازم ہے کہ راستہ میں جو بھی میقات پڑے اس پر یا اس سے پہلے حج یا عمرہ کا اِحرام باندھے۔ حج کے تو خاص دن مقرر ہیں، البتہ عمرہ ہمیشہ ہوسکتا ہے، لیکن حج کے پانچ دنوں یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

جب میقات پر پہنچے تو ہر طرح کی صفائی کر کے غسل کرے، ورنہ کم از کم وضو کرلے۔

اس کے بعد ایک چادر تہبند کی طرح باندھ لے اور ایک چادر اوپر اوڑھ لے، پھر اوپر کی چادر سے سر ڈھک کر دو رکعتیں نمازِ احرام کی نیت سے پڑھے اگر مکروہ وقت نہ ہو، ورنہ بغیر نماز پڑھے ہی اِحرام باندھ لے۔ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے کو اِحرام کہتے ہیں۔ نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرے، اگر صرف حج کی نیت کرنا ہو تو اس طرح کہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ)).

''یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اسے میرے لیے آسان فرمائیں اور قبول فرمائیں۔''

اور اگر صرف عمرہ کی نیت کرنا ہو تو اس طرح نیت کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرهَالِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ)).

''یا اللہ میں عمرہ کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لیے آسان فرمایئے اور قبول فرمایئے۔''

بعض مرتبہ حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے، اس کو ((قِرَانْ)) کہتے ہیں، اس کی نیت اس طرح کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ)).

''یا اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، پس ان دونوں کو میرے لیے آسان فرمایئے اور قبول فرمایئے۔''

اگر عربی کی بجائے کسی دوسری زبان میں نیت کرلے تو یہ بھی درست ہے بلکہ اگر زبان سے کچھ نہ کہے صرف دل سے نیت کرلے تب بھی نیت ہو جائے گی، نیت کے بعد تلبیہ کے کلمات کہے۔ تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں۔ ان کو اچھی طرح سے یاد کرلیا جائے، ان میں سے کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے۔

((لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْك ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْك ، إِنَّ

الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)).

میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریف اور نعمت آپ ہی کے لیے ہے اور سارا جہان ہی آپ کا ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

صرف نیت کرنے سے اِحرام شروع نہیں ہوتا، بلکہ نیت کرنے اور الفاظ تلبیہ پڑھنے سے اِحرام میں داخل ہوتے ہیں۔ تلبیہ پڑھنے سے پہلے سر سے چادر کھول دے اور دورانِ سفر کثرت سے تلبیہ کے مذکورہ الفاظ بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرے، خصوصاً حالات کی تبدیلی کے وقت، فرض نمازوں کے بعد، رخصت ہوتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے ہوئے اور جب سو کر اٹھے، ان حالات میں تلبیہ پڑھنا زیادہ مستحب ہے۔ جب بھی تلبیہ پڑھے تو تین بار پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر یوں دعا مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ)).

"اے اللہ! میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔"

مسئلہ۱: عورت زور سے تلبیہ نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سن لے۔

مسئلہ۲: عورتوں میں سر کے لیے ایک خاص کپڑا مشہور ہے، جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر اِحرام نہیں بندھتا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لیے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو مضایقہ نہیں، لیکن اس کو اِحرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر اِحرام میں داخل نہیں ہوسکتی، غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کرتے وقت اس کو ہٹا کر مسح کرے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

اِحرام کے ممنوعات:

حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد اِحرام میں داخل ہو گئے، اب اِحرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ جو چیزیں اِحرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور بناوٹ کے مطابق تیار کیا گیا ہو۔ (اگر سینے کی بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کر لیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

۲- سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ (اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا)

۳- خوشبو استعمال کرنا۔

۴- جسم کے بال صاف کرنا۔ (جس طرح سے بھی صاف کرے)

۵- ناخن کاٹنا۔

۶- خشکی کا شکار کرنا۔

۷- میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

عورت کا احرام

عورت کا احرام مرد کی طرح ہے، یعنی غسل کر کے اور دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، اگر غسل یا نماز یا دونوں چیزوں کا موقع نہ ہو تو نیت اور تلبیہ پر اکتفا کر لے یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے "لبیك اللهم لبيك" (اخیر تک) پڑھ لے۔ اس طرح سے احرام میں داخل ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور اسے مکہ معظّمہ جانے یا حرم میں داخل ہونے کے لیے میقات سے گزرنا ہے تو اسی حالت میں احرام باندھ لے یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، پھر اگر مکہ معظّمہ پہنچنے تک پاک نہ ہو تو پاک ہونے کا انتظار کرے، جب تک پاک نہ ہو مسجد میں نہ جائے اور

جب پاک ہو جائے غسل کر کے طواف کر لے۔

حج کے پانچ دن

اب ہم حج کے پانچ دنوں کے احکام اور اعمال لکھتے ہیں۔

پہلا دن ۸ / ذی الحجہ:

آج طلوعِ آفتاب کے بعد حالتِ اِحرام میں سب حاجیوں کو منیٰ جانا ہے۔

مفرد (جس کا اِحرام صرف حج کا ہے) اور قارِن (جس کا اِحرام حج وعمرہ دونوں کا ہے) ان کے اِحرام تو پہلے سے بندھے ہوئے ہیں۔ متمتع (جس نے عمرہ کر کے اِحرام کھول دیا تھا) اور اسی طرح اہلِ حرم آج حج کا اِحرام باندھیں۔

سنت کے مطابق غسل کر کے اِحرام کی چادریں پہن لیں، اِحرام کے لیے دو رکعت پڑھیں اور حج کی نیت کر کے تلبیہ پڑھیں۔

تلبیہ پڑھتے ہی اِحرام شروع ہو گیا، اب اِحرام کی تمام مذکورہ پابندیاں لازم ہو گئیں۔ اس کے بعد منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے۔ آٹھویں تاریخ کی ظہر سے نویں تاریخ کی صبح تک منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں اور اس رات کو منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے، اگر اس رات کو مکہ میں رہا یا عرفات میں پہنچ گیا تو مکروہ ہے۔

دوسرا دن ۹ / ذی الحجہ:

آج حج کا سب سے بڑا رکن یعنی وقوفِ عرفہ ادا کرنا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد جب کچھ دھوپ پھیل جائے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو جائے جو منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہوتے وقت تلبیہ، تہلیل، تکبیر،

دعا اور درود پڑھتے ہوئے چلے۔

پھر جب جَبَلِ رَحمَت پر نظر پڑے (جو میدانِ عرفات میں ایک پہاڑ ہے) تو تسبیح وتہلیل وتکبیر کہے اور جو چاہے دعا مانگے۔

نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد صبح صادق تک کے درمیانی حصہ میں اِحرامِ حج کی حالت میں اگر تھوڑی سی دیر کے لیے بھی عرفات میں ٹھہر جائے یا وہاں سے گزر جائے تو حج ہو جائے گا۔ اگر اس وقت میں ذرا دیر کے لیے بھی عرفات نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا۔ زوال کے بعد سے غروب تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے۔ جو شخص اس وقت میں نہ پہنچ سکے وہ آنے والی رات میں کسی وقت بھی پہنچ جائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔

مستحب یہ ہے کہ زوال کے بعد غسل کر لے اور اس کا موقع نہ ملے تو وضو کر لے اور وقت کی ابتداء میں نماز ادا کر کے وقوف شروع کر دے۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی امیرِ حج کی اقتدا میں پڑھی جائے، یعنی عصر کو بھی ظہر ہی کے وقت میں پڑھ لے۔ وہاں جو بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں اس میں امام دونوں نمازیں اکٹھی پڑھاتا ہے لیکن چونکہ ہر شخص وہاں پہنچ نہیں سکتا اور سب حاجی اس میں سما بھی نہیں سکتے اور بغیر امیرِ حج کی اقتدا کے دونوں نمازوں کو جمع کرنا درست بھی نہیں ہے، اس لیے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان وغیرہ کے حنفی علماء حاجیوں کو یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں باجماعت پڑھیں اور نمازوں کے علاوہ جو وقت ہے اسے ذکر ودعا اور تلبیہ میں لگائیں۔

وقوفِ عرفات

زوال کے بعد سے غروب تک پورے میدانِ عرفات میں جہاں چاہے وقوف کر سکتا

ہے مگر افضل یہ ہے کہ ''جبلِ رحمت'' جو عرفات کا مشہور پہاڑ ہے اس کے قریب جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف کیا تھا اس جگہ وقوف کرے۔ بالکل اس جگہ ممکن نہ ہو تو جتنا اس سے قریب ہو بہتر ہے لیکن اگر جبل رحمت کے پاس جانے میں دشواری ہو یا واپسی کے وقت اپنا خیمہ تلاش کرنا مشکل ہو جیسا کہ آج کل عموماً پیش آتا ہے تو اپنے خیمہ میں وقوف کرے۔

بہتر تو یہ ہے کہ قبلہ رُخ کھڑا ہو کر مغرب تک وقوف کرے اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتا رہے۔ اگر پورے وقت میں کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر کھڑا رہ سکتا ہے کھڑا رہے، پھر بیٹھ جائے، پھر جب قوت ہو کھڑا ہو جائے اور پورے وقت میں خشوع وخضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ ذکر اللہ، دعا اور استغفار میں مشغول رہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے تلبیہ پڑھتا رہے اور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے اپنے واسطے اور اپنے متعلقین واحباب کے واسطے، خاص کر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے دعاؤں کی درخواست کی ہے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعائیں مانگتا رہے۔ یہ وقت مقبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے اور ہمیشہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس دن بلا ضرورت آپس کی جائز گفتگو سے بھی پرہیز کرے، پورے وقت کو دعاؤں اور ذکر اللہ میں صرف کرے۔

عرفات کی دعائیں:

ترمذی شریف میں ہے کہ حضورِ اقدس نے فرمایا: ''سب سے زیادہ بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے وہ یہ ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ)).

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لیے ہے

اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مناسک ملا علی قاری رحمہ اللہ میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عرفات کی دعاوں میں یہ دعا بھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرىٰ مَكَانِى ، وَ تَسْمَعُ كَلَامِىْ ، وَتَعْلَمُ سِرِّىْ وَعَلَانِيَتِىْ ، وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَىْءٌ مِّنْ اَمْرِىْ . أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ ، اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ، وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ ، وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ ، مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ ، وَ فَاضَتْ لَكَ عَيْنُهٗ ، وَ نَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ ، وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ . اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ بِدُعَائِكَ رَبِّىْ شَقِيًّا ، وَكُنْ بِىْ رَؤُفًا رَحِيْمًا يَاخَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ)).

''اے اللہ! بے شک آپ میری جگہ کو دیکھ رہے ہیں اور میری بات کو سن رہے ہیں اور آپ میرا ظاہر اور باطن سب جانتے ہیں اور میرے امور میں سے آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور میں مشکل میں مبتلا ہوں محتاج ہوں فریادی ہوں، پناہ کا طلب گار ہوں، خوف زدہ ہوں، گناہوں کا اقراری ہوں اور اعتراف کرتا ہوں۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں مسکین کی طرح اور آپ کے سامنے گڑگڑاتا ہوں گنہگار ذلیل کی طرح اور میں آپ کو پکارتا ہوں جیسا کہ خوف زدہ مصیبت زدہ پکارتا ہے اور جیسا کہ وہ شخص پکارتا ہے جس کی آپ کے سامنے گردن جھک گئی اور جس کے آنسو جاری ہو گئے اور جس کا جسم آپ کے لیے دبلا ہوا اور جس کی ناک آپ کے لیے خاک آلود ہوئی۔ اے میرے رب! مجھے محروم نہ فرما اور میرے لیے بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہو جا۔ اے وہ ذات پاک جو ان میں سب سے بہتر ہے

جن سے سوال کیا گیا اور اے وہ ذات پاک جو دینے والوں میں سب سے بڑا داتا ہے۔"

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی مسلمان عرفہ کے دن زوال کے بعد عرفات میں قبلہ رُخ ہو کر سو مرتبہ ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ))۔ پھر سو مرتبہ ﴿ قل هو الله أحد ﴾ (پوری سورۂ اخلاص) پڑھے پھر سو مرتبہ یہ درود پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ))۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی کیا جزا ہے، جس نے میری تسبیح اور تہلیل کی اور میری بڑائی اور عظمت بیان کی اور میری معرفت حاصل کی اور میری شان بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا اور اس کے نفس کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی اور اگر میرا بندہ مجھ سے تمام عرفات والوں کے لیے سفارش کرے تو اس کی سفارش ان سب کے حق میں قبول کروں۔"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عرفات میں میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زیادہ تر دعا یہ ہے:

((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا ، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَيَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِی الَّيْلِ ، وشرِ ما يَلِجُ فِی النَّهَارِ ، وَ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ))۔

ترجمہ: ''کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کاموں کو آسان فرما دے اور میں سینہ کے وسوسوں سے اور کاموں کی بدنظمی سے اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جسے ہوائیں لے کر چلتی ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ عرفات میں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر وقوف میں مشغول ہو جاتے تھے اور ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ)) تین مرتبہ کہتے تھے اور اس کے بعد ((لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ)) پڑھ کر یہ دعا تین بار پڑھتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی ، وَ نَقِّنِیْ بَالتَّقْوٰی ، وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی)).

''اے اللہ! مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور تقویٰ کے ذریعہ مجھے پاک وصاف کر دے اور مجھے دنیا وآخرت میں بخش دے۔''

اس کے بعد ہاتھ نیچے کر لیتے تھے اور جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اتنی دیر خاموش رہ کر پھر ہاتھ اٹھاتے تھے اور اسی طرح دعا کرتے تھے جس طرح اوپر بیان ہوئی۔

مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ جو چاہے اور جس زبان میں چاہے دعا کرے اور دل کو خوب حاضر کر کے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دعا وہی ہے جو دل سے نکلے۔ دعاؤں کے درمیان بار بار تلبیہ بھی پڑھتا رہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار جامع دعائیں منقول ہیں جو کسی وقت کسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ دعائیں ہر وقت مانگی جاسکتی ہیں اور ان دعاؤں کو ''الحزب الاعظم'' اور ''مناجاتِ مقبول'' میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اگر چاہے تو ان کتابوں میں سے جس قدر چاہے دعائیں عرفات میں پڑھ لے، بہت لمبا وقت ہوتا ہے، اس میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور مانگ سکتے ہیں۔

عرفات سے مزدلفہ روانگی:

مزدلفہ عرفات سے واپس مکہ مکرمہ کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی مزدلفہ کے لیے روانہ ہوجائے، راستہ میں ذکر اللہ اور تلبیہ پڑھتا رہے۔ اس روز حجاج کے لیے مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھنا جائز نہیں، واجب ہے کہ نماز مغرب کو موخر کر کے عشا کے وقت نمازِ عشا کے ساتھ پڑھے۔ مزدلفہ پہنچ کر اول مغرب کے فرض پڑھے اور مغرب کے فرضوں کے فوراً بعد عشا کے فرض پڑھے، مغرب کی سنتیں اور عشا کی سنتیں اور وتر سب بعد میں پڑھے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشا کی دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے لیے جماعت شرط نہیں ہے، تنہا ہو تب بھی اکٹھا کر کے پڑھے۔

اگر مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی ہے تو مزدلفہ میں پہنچ کر اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر عشا کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ گیا تو ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے، عشا کے وقت کا انتظار کرے اور عشا کے وقت میں دونوں نمازوں کو اکٹھا کرے۔

مزدلفہ کی رات میں جاگنا اور عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس رات مزدلفہ

میں رہنا سنت مؤکدہ ہے۔ بہت سے لوگ وقت سے پہلے ہی فجر کی اذان دے کر نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ کر منیٰ کو چلے جاتے ہیں۔ اوّل تو فرض نماز چھوڑ کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی، دوسرے وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے جو واجب ہے اور دَم بھی واجب ہوتا ہے۔ حج کرنے نکلے ہیں، قاعدہ کے مطابق کریں، ایک فرض (یعنی حج) ادا کیا اور دوسرا فرض (یعنی نماز) ترک کرنے کا گناہ سر لے لیا، یہ کیا سمجھ داری ہے؟ اور بہت سے لوگ تو نفلی حج میں ایسی حرکت کرتے ہیں۔ ایسے نفلی حج کی ضرورت کیا ہے جس میں فرض نماز نہ پڑھی جائے، البتہ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے، سیدھی منیٰ چلی جائے تو اس کے لیے گنجائش ہے، اس پر دَم واجب نہ ہوگا لیکن مرد ہجوم کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دے، یہ جائز نہیں ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں رہنا واجب ہے، واجب کے چھوٹ جانے سے دم واجب ہوتا ہے۔

تیسرا دن ۱۰/ ذی الحجہ:

آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے، اس میں حج کے چند احکام ہیں: پہلا حکم وقوفِ مزدلفہ ہے جو واجب ہے، اس کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر منیٰ چلا جائے، طلوعِ آفتاب کا انتظار نہ کرے تو بھی واجب وقوف ادا ہوگیا۔ واجب کی ادائیگی کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ لے، مگر سنت یہی ہے کہ طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے تک ٹھہرے۔ مزدلفہ کے میدان میں جہاں چاہے وقوف کرسکتا ہے سوائے وادیٔ محسّر کے جو منیٰ کی جانب مزدلفہ سے باہر وہ جگہ ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب آیا تھا۔ افضل یہ ہے کہ جبلِ قزح کے قریب وقوف کرے، اگر رش کی وجہ سے وہاں پہنچنا مشکل ہو تو مزدلفہ میں جس جگہ ٹھہرا ہے وہیں صبح کی

نماز اندھیرے میں پڑھ کر وقوف کرے۔ اس وقوف میں بھی تلبیہ اور تکبیر و تہلیل اور استغفار وتوبہ اور دعا کثرت سے کرے۔

بعض حاجیوں کی غلطی

وقوفِ مزدلفہ کے بارے میں بہت سے حاجی حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ عرفات سے آتے ہوئے سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں اور بعض حاجی ایک دو گھنٹہ مزدلفہ میں رہ کر رات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ مزدلفہ میں رات گزارنے اور صبح صادق کے بعد وقوف کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے وقوف نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دم لازم آتا ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ روانگی:

جب سورج طلوع ہونے میں دو رکعت ادا کرنے کے بقدر وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے، اس کے بعد تاخیر کرنا خلافِ سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ رمی کے لیے کنکریاں چنے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر مزدلفہ سے اٹھا کر ساتھ لے جائے، ورنہ کہیں سے بھی اٹھا لینا جائز ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رمی:

منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرۂ عقبہ کی رمی ہے۔ منیٰ میں تین ستون اونچے بنے ہوئے ہیں، ان تینوں کو ''جمرات'' کہتے ہیں اور ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ اور اس کے بعد والے کو جمرۂ وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو سب سے آخر میں ہے جمرۂ عقبہ اور جمرۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان ستونوں کے گرد گھیرا بنا ہوا ہے، اس میں کنکریاں پھینکنے کو رمی کہتے ہیں۔

دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی ہوتی ہے، مزدلفہ سے چل کر جب منیٰ پہنچے تو

پہلے اور دوسرے جمرہ کو چھوڑ کر سیدھا جمرۂ عقبہ پر جائے اور اس کو سات کنکریاں مارے اور پہلی کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا ختم کر دے۔ مفرد ہو یا متمتع یا قارِن سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

رمی کرتے ہوئے ہر کنکری کے مارنے کے وقت تکبیر اور دعا اس طرح پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ ، رَغْمًا لِلشَّيْطَانِ ، وَرِضًى لِلرَّحْمٰنِ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا)).

''میں اللہ کا نام لے کر کنکری مارتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میرا یہ عمل شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور رحمٰن کو راضی کرنے کے لیے ہے۔ اے اللہ! میرے اس حج کو حج مقبول بنا دے اور میرے گناہوں کو بخشے بخشائے کر دے
اور میری محنت و کوشش کی قدر دانی فرما۔'' (یعنی اس کو ثواب کے قابل بنا دے)

تکبیر کی بجائے ((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) یا ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ذکر بالکل چھوڑنا برا ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رمی کا مسنون وقت

جمرۂ عقبہ کی رَمی کا مسنون وقت طلوع سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک جائز وقت ہے، یعنی اس میں نہ استحباب ہے، نہ کراہت ہے اور غروب کے بعد مکروہ وقت ہو جاتا ہے لیکن رش ہو تو غروب کے بعد بھی مکروہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رَمی کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، البتہ وقت میں تفصیل ہے، کچھ وقت مسنون ہے کچھ جائز ہے اور کچھ مکروہ ہے لیکن کمزوروں، بیماروں اور عورتوں کے لیے وقت مکروہ میں بھی کراہت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ یاد رکھیں۔

رمی ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے

جو لوگ خود رَمی کر سکتے ہیں بہت سے لوگ ان کی طرف سے بھی نیابۃً رَمی کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، اس طرح کرنے سے رَمی چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے اور دَم واجب ہوتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہ لوگ رَمی کر لیں جو بھیڑ اور رش کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں۔ عورتوں کو رات میں رَمی کرا دیں اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کسی نے صبح صادق تک بھی رَمی نہیں کی تو قضا ہوگئی، گیارہویں تاریخ کو اس کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔

قربانی:

جمرۂ کبریٰ کی رَمی سے فارغ ہو کر بطورِ شکریہ حج کی قربانی کرے اور یہ قربانی مفرد کے لیے مستحب ہے اور قارِن اور متمتع پر واجب ہے۔ مفرد نے اگر قربانی سے پہلے حلق یا قصر کر لیا اور اس کے بعد قربانی کی تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں، البتہ اس کے لیے رَمی ذبح سے پہلے اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے مستحب ہے اور رَمی حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے اور قارِن اور متمتع پر رَمی اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے۔

جو شخص خود ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اگر ذبح کی جگہ حاضر بھی نہ ہو اور دوسرے سے ذبح کرادے تو یہ بھی درست ہے، ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھے:

((اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً، وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَهٗ، وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ......)).

''میں نے اپنا رُخ اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہیں، جو رب العالمین ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم کیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی کرنا آپ کا حکم ہے اور آپ کی طرف سے ہے اور قربانی آپ ہی کے لیے ہے۔''

اس کے بعد ((بِسمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکبَرُ)) کہہ کر ذبح کر دے۔

حاجی پر عید کی قربانی کا حکم

یہ حج کی قربانی کا بیان تھا اور عید کی جو قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے اس کا حکم حاجیوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص حج سے پہلے مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم تھا اور وہ حج کے احکام ادا کرنے کے لیے منیٰ اور عرفات آیا ہے تو اس پر وہ دوسری قربانی بھی واجب ہے لیکن اس کا منیٰ یا حرم میں ہونا ضروری نہیں۔ اگر اپنے وطن میں کرا دے تو تب بھی درست ہے اور جو شخص مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم نہ تھا بلکہ پندرہ دن سے کم مدت مکہ میں رہ کر منیٰ و عرفات کے لیے روانہ ہو گیا تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں جو صاحب نصاب پر ہر سال ہر جگہ میں واجب ہوتی ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔

قارِن اور متمتع پر قربانی واجب ہے یعنی ایک بکری یا بھیڑ، یا دنبہ جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو ذبح کر دے یا پانچ سالہ اونٹ یا دو سالہ گائے میں ساتواں حصہ لے لے، تمتع اور قران کی قربانی حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے اور منیٰ میں ہونا افضل ہے۔

اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو:

اگر کوئی متمتع یا قارِن پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے تو وہ اس کے بدلے دس

روزے رکھ لے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے اور اِحرام کے بعد رکھے ہوں اور حج کے مہینوں میں یعنی شوال ذیقعدہ، ذی الحجہ میں رکھے ہوں اور سات روزے ایامِ تشریق گزر جانے کے بعد رکھے، چاہے مکہ میں رکھے چاہے کسی اور جگہ، لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے۔ اگر کسی قارِن یا متمتع نے دسویں تاریخ سے پہلے یہ تینوں روزے نہ رکھے تو اب قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ اگر اس وقت قربانی کی قدرت نہیں ہے تو سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام سے نکل جائے لیکن جب مقدور ہو جائے تو ایک دَم قران یا تمتع کا اور ایک دَم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا دیدے یعنی دو قربانیاں دے اور اگر ایام نحر کے بعد ذبح کرے تو تیسرا دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا۔

واضح رہے کہ قربانی دسویں، گیارہوں، بارہویں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں کرنا لازم ہے، بارہویں کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کر دے، لیکن تمتع اور قران والا جب تک قربانی نہ کرے اس وقت تک اس کو سر منڈانا یا بال کٹانا جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا جو حج کی قربانی کے علاوہ ہوگا۔ کسی وجہ سے دسویں تاریخ کو قربانی نہ کر سکے تو گیارہ بارہ کو کر لے، لیکن قران یا تمتع میں بال منڈانا یا کتروانا قربانی کے بعد ہی ہوگا۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

حلق اور قصر کا بیان

حلق سر منڈانے کو اور قصر بال کٹانے کو کہتے ہیں۔ اِحرام عمرہ کا ہو یا حج کا یا دونوں کا ایک ساتھ باندھا ہو، ہر صورت میں حلق اور قصر ہی کے ذریعے اِحرام سے نکلنا ممکن ہوگا۔ جب تک حلق یا قصر نہ کرے گا اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر سلے ہوئے کپڑے حلق یا قصر سے پہلے پہن لیے یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈ لیے یا ناخن کاٹ لیے یا خوشبو لگالی تو جزا واجب ہوگی۔

حلق اور قصر کا وقت

عمرہ کرنے والا شخص جب عمرہ کی سعی سے فارغ ہو جائے حلق یا قصر کرالے اور حج افراد والا اور تمتع والا (جس نے آٹھ تاریخ کو مکہ سے حج کا اِحرام باندھا تھا اور اس سے پہلے عمرہ کر کے فارغ ہو چکا تھا) اور قارن، یہ تینوں دسویں تاریخ کو منیٰ میں رَمی اور قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائیں اور اگر بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہونے سے پہلے تک حلق یا قصر کو مؤخر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد حلق یا قصر کریں گے تو دَم واجب ہوگا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حلق یا قصر حرم ہی میں ہونا واجب ہے۔ اگر حرم کے باہر کیا تو اس کی وجہ سے ایک دَم واجب ہوگا۔

یہ بات پہلے لکھی جا چکی ہے کہ جس کا صرف حج کا اِحرام ہو، یعنی مفرد ہو وہ دس تاریخ کو رَمی کرنے کے بعد حلق یا قصر کرا سکتا ہے کیونکہ قربانی اس پر واجب نہیں، مستحب ہے۔ اگر وہ مستحب پر عمل کرتا ہے تو بہتر ہے کہ قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائے اور جس شخص کا حج قران یا تمتع کا ہو وہ قربانی سے پہلے حلق یا قصر نہ کرائے، تمتع اور قران والے پر قربانی بھی واجب ہے اور اس طرح ترتیب بھی واجب ہے کہ پہلے جمرۂ عقبہ کی رَمی کرے، پھر قربانی کرے پھر حلق یا قصر کرائے، اس ترتیب کے خلاف کرے گا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کا طریقہ:

قبلہ رُخ بیٹھ کر سر کے بال منڈائے یا کتروائے، اپنی دائیں جانب سے سر منڈانا یا کتروانا شروع کرے۔ چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا چوتھائی سر کے بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کاٹ دینا اِحرام سے نکلنے کے لیے واجب ہے، اس سے کم مونڈنے یا کاٹنے سے اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ عمرہ اور حج دونوں میں ایک ہی حکم ہے۔ افضل یہ ہے کہ پورے سر کے بال منڈا دے، اگر نہ منڈائے تو پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے

بقدر کٹوادے۔اگر چہ اِحرام سے نکلنے کے لیے چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا ایک پورے کے بقدر کاٹ دینا کافی ہے، لیکن کچھ سر منڈانا کچھ چھوڑنا ممنوع ہے، لہٰذا پورا سر منڈائے یا پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوائے تاکہ سنت کے خلاف نہ ہو اور جب پٹھے رکھنے والا ایک پورے کے برابر بال کاٹنا چاہے تو ایک پورے سے زیادہ لے لے کیونکہ بال چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں۔اگر ایک پورے سے زیادہ لے گا تب ایک پورے کے برابر کٹ جانے کا یقین ہوگا۔چند بال کاٹنے سے احرام سے نہیں نکلتا، خوب سمجھ لیں۔

عورت کے لیے سر منڈانا حرام ہے، وہ ایک پورے کے بقدر بال کٹا کر ہی اِحرام سے نکل سکتی ہے، مگر کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے بقدر ضرور کٹوا لے۔حلق اور قصر سے پہلے لبیں اور ناخن وغیرہ نہ کٹوائے اور نہ بغل کے بال صاف کرے ورنہ جزا واجب ہوگی۔

حلق یا قصر کرانے کے بعد حاجی کے لیے ممنوعاتِ اِحرام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے یعنی خوشبو لگانا، ناخن کاٹنا، کسی بھی جگہ کے بال کاٹنا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ ڈھانکنا یہ سب کام جائز ہو جاتے ہیں، البتہ میاں بیوی والے خاص تعلقات حلال نہیں ہوتے، وہ طوافِ زیارت کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

طوافِ زیارت

منیٰ میں رَمی، ذبح اور حلق یا قصر کرانے کے بعد مکہ معظّمہ جا کر طواف بیت اللہ کرے۔ یہ طواف حج کے فرائض میں سے ہے جس کو طوافِ رکن اور طواف افاضہ اور طوافِ زیارت کہتے ہیں۔اس کا اوّل وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہے اور طوافِ زیارت دس، گیارہ، بارہ تینوں دنوں میں ہوسکتا ہے،

البتہ دسویں ذی الحجہ کو اس کا ادا کر لینا افضل ہے اور جب بارہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو گیا تو اس کا صحیح وقت ختم ہو گیا۔ اگر بارہ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے کے بعد طواف کرے گا تو طواف ادا ہو جائے گا لیکن ایک دَم واجب ہوگا۔ طوافِ زیارت کرنے کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بھی حلال ہو جائیں گے۔

واضح رہے کہ اگر کسی نے طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کر لی تھی تو اب طوافِ زیارت میں رَمل نہ کرے اور اگر اس وقت سعی نہیں کی تھی تو اب طوافِ زیارت کے بعد سعی کر لے اور طوافِ زیارت کے شروع کے تین چکروں میں رَمل بھی کرے۔

اب رہا مسئلہ اِضطباع کا، تو چونکہ اِضطباع کا تعلق بغیر سلے ہوئے کپڑے پہننے کی حالت سے ہے اس لیے جو شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے، اگر اس نے اب تک حلق نہیں کرایا ہے اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے ہیں تو طوافِ زیارت میں اِضطباع کرے اور اگر حلق یا قصر کرا کر سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے تو اب اِضطباع کا موقع رہا ہی نہیں، بلا اِضطباع ہی طواف کر لے۔

طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپسی:

دسویں تاریخ کو طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہویں بارہویں شب منیٰ میں گزارے اور ان دونوں دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، دس تاریخ کو طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو گیارہویں، بارہویں تاریخ میں سے کسی وقت، رات کو یا دن کو مکہ معظّمہ جا کر طواف کر لے۔

چوتھا دن ۱۱/ ذی الحجہ:

اگر قربانی یا طوافِ زیارت کسی وجہ سے دس تاریخ کو نہیں کر سکا تو گیارہویں کو کر لے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، زوال سے پہلے درست نہیں۔ اس دن کی رَمی کا

مستحب وقت زوال کے بعد سے شروع ہوکر غروب تک ہے، غروب کے بعد مکروہ ہے، مگر بارہویں تاریخ کی صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے رَمی کرلی جائے تو ادا ہوجاتی ہے، دَم دینا نہیں پڑتا اور اگر بارہویں تاریخ کی صبح ہوگئی تو اب گیارہویں تاریخ کی رَمی کا وقت ختم ہوگیا، اس کی قضا اور جزا دونوں لازم ہوں گی، یعنی بارہویں تاریخ کو اس دن کی رَمی بھی کرے اور گیارہویں کی رَمی کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔ گیارہویں تاریخ کی رَمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں اسی طریقہ سے مارے جس طرح دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رَمی کرچکا ہے۔ اس کی رَمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے، اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھی جاسکیں۔ اس وقفہ میں تکبیر، تہلیل، استغفار اور درود شریف میں مشغول رہے۔ اپنے اور اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے، یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آئے اور اسی طرح سات کنکریاں مارے جس طرح پہلے مار چکا ہے اور اس کے بعد بھی مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہوکر دعا و استغفار میں کچھ دیر مشغول رہے، پھر جمرۂ عقبہ پر آئے اور یہاں بھی حسبِ سابق سات کنکریوں سے رَمی کرے اور اس کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے کہ یہاں دعا کے لیے ٹھہرنا سنت سے ثابت نہیں، البتہ وہاں سے واپس ہوکر چلتے ہوئے دعا مانگ لے۔

گیارہویں تاریخ کا اتنا ہی کام تھا جو پورا ہوگیا، باقی اوقات اپنی جگہ پر منیٰ میں گزارے۔ ذکراللہ، تلاوت اور دُعاؤں میں مشغول رہے، غفلتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

گیارہویں تاریخ کی رَمی بھی عورتوں اور کمزوروں کو آنے والی رات میں کسی وقت کرلینی چاہیے، نہ بالکل چھوڑے نہ کسی کو نائب بنائے، رات میں بھیڑ نہیں ہوتی۔

پانچواں دن ۱۲/ ذی الحجہ:

اس دن کا کام تینوں جمرات کی رَمی کرنا ہے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے جس طرح ۱۱/ ذی الحجہ کو کی ہے۔ بارہویں کی رَمی کا مسنون وقت زوال سے غروب تک ہے اور غروب سے لے کر صبح صادق تک وقت مکروہ ہے مگر عورتوں اور ضعیفوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ اور زوال سے پہلے اس دن کی رَمی بھی درست نہیں ہے۔ اگر اب تک قربانی نہ کی ہو یا طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے ضرور کرلے اور آج کی رَمی بھی کرلے۔

۱۳/ ذی الحجہ کی رَمی اور مکہ معظّمہ واپسی:

۱۲/ ذی الحجہ کی رَمی کرنے کے بعد اب تیرہویں تاریخ کی رَمی کے لیے منیٰ میں مزید قیام کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ اگر چاہے تو بارہویں تاریخ کی رَمی سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ جاسکتا ہے، بشرطیکہ غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے۔ اگر بارہویں تاریخ کو سورج منیٰ میں غروب ہوگیا تو اب منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے، اس کو چاہیے کہ آج رات بھی منیٰ میں قیام کرے اور تیرہویں تاریخ کو رَمی کرکے مکہ معظّمہ جائے اور اگر منیٰ میں تیرہویں کی صبح ہوگئی تو اس دن کی رَمی بھی اس کے ذمہ واجب ہوگئی، بغیر رَمی کیے ہوئے جانا جائز نہیں۔ اگر بغیر رَمی کیے چلا جائے گا تو دَم واجب ہوگا۔ افضل یہی ہے کہ بارہویں تاریخ کی رَمی کے بعد غروب سے پہلے جانا جائز ہونے کے باوجود خود اپنے ارادہ سے رات کو وہاں ٹھہرے اور صبح کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرکے مکہ معظّمہ جائے۔ اس دن کی رَمی کا وہی طریقہ ہے جو دسویں، گیارہویں کی رَمی کے بیان میں ذکر ہوا اور اس دن کی رَمی کا صحیح وقت زوال سے لے کر غروب تک ہے۔ آنے والی رات اس دن کے تابع نہیں لہٰذا اس دن کی رَمی صرف غروب سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے، رات میں نہیں ہوسکتی اور غروب تک رَمی

نہ کی تو رَمی کا وقت ختم ہو گیا۔ اگر اس دن کی رَمی واجب ہو چکی تھی اور غروب تک نہ کی تو اس کے چھوڑنے سے ایک دَم واجب ہوگا۔

اگر کسی نے تیرہویں تاریخ کو صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے رَمی کر لی تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی، زوال سے پہلے اس دن کی رَمی کرنا مکروہ ہے لیکن اس کراہت کی وجہ سے دَم واجب نہ ہوگا۔ بارہویں یا تیرھویں تاریخ کی رَمی کر کے مکہ معظمہ آ جائے اور مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔ خصوصاً طواف کثرت سے کرے اور چاہے تو عمرہ کرتا رہے لیکن زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرے کرنے سے بہتر ہے اور جو عمرہ کرے تیرہویں تاریخ کے بعد کرے۔

طوافِ وَداع:

میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد رخصتی کا طواف بھی کریں۔ اس طواف کو طوافِ وداع کہتے ہیں اور یہ حج کا آخری واجب ہے اور اس میں حج کی تینوں قسمیں برابر ہیں یعنی ہر قسم کا حج کرنے والے پر واجب ہے البتہ یہ طواف اہلِ حرم اور حدود میقات کے اندر رہنے والوں پر واجب نہیں۔ جو عورت حج کے سب ارکان وواجبات ادا کر چکی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد اس کو حیض آ گیا اور ابھی پاک نہیں ہوئی ہے کہ اس کا محرم روانہ ہونے لگا تو طوافِ وَداع اس کے ذمہ واجب نہیں، وہ اپنے محرم کے ساتھ طوافِ وَداع کیے بغیر چلی جائے۔

طوافِ وَداع کے لیے نیت بھی ضروری نہیں، اگر طوافِ زیارت کے بعد کوئی نفلی طواف کر لیا ہے تو وہ بھی طوافِ وَداع کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اسی سے طوافِ وَداع ادا ہو جاتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مستقل نیت سے واپسی کے وقت طوافِ وَداع کرے۔

اگر طوافِ وَداع کر لینے کے بعد کسی ضرورت سے مکہ میں قیام کرے تو روانہ ہوتے

وقت طوافِ وَداع دوبارہ کرنا مستحب ہے۔طوافِ وَداع کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، پھر قبلہ رُخ ہوکر زمزم کا پانی پیے ، پھر حرم سے رخصت ہو۔اس موقع کی کوئی خاص دعا مسنون نہیں، جو چاہے دعا مانگے اور واپسی پر حسرت اور افسوس کرے اور بار بار آنے کی دعا کرے۔بعض حضرات نے اس موقع کے لیے اچھی دعایں تجویز کی ہیں، چاہے تو ان کو پڑھ لے۔

وضاحت: حج کے پانچ دنوں کے اعمال کی تفصیل حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب سے لی گئی ہے۔

بدون احرام میقات سے تجاوز

جولوگ میقات سے باہر رہتے ہوں ان کے لئے بدون احرام حرم میں داخل ہونا سخت گناہ ہے، اگر داخل ہوگیا تو اس پر توبہ اور آفاق کے کسی میقات پر واپس جاکر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب ہے، اگر وہیں سے احرام باندھ لیا تو گناہگار ہوگا اور دم واجب ہوگا۔

البتہ اگر اسی سال آفاق کے کسی میقات پر جاکر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حج یا عمرہ کے افعال ادا کیے تو پہلے بدون احرام میقات سے تجاوز کی وجہ سے جو دم واجب ہوا تھا وہ ساقط ہوگیا، اگر اسی سال آفاق کی کسی میقات سے احرام نہیں باندھا بلکہ دوسرے سال باندھا تو دم ساقط نہ ہوگا۔

قال فی الخانیہ لو دخل الآفاقی مکة بغیر احرام ثم رجع الی المیقات فی تلک السنة واحرم بحجة الاسلام سقط عنه ماکان واجبا بالمجاوزة ودخول المکة بغیر احرام عندنا

(خانية على هامش عالمگیریه ۱/۲۸۷)

عمرہ سے فرضیت حج میں تفصیل

اگر عمرہ کر کے شوال شروع ہونے سے قبل واپس آ گیا تو حج فرض نہیں ہوا، البتہ اگر شوال وہیں شروع ہو گیا اور اس کے پاس حج کے مصارف ہوں تو حج فرض ہو جائے گا، اگر حکومت کی طرف سے حج تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو تو فرضیت حج میں اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ اس پر حج بدل کروانا فرض ہے مکہ مکرمہ ہی سے حج کرادے، بعد میں خود حج کی استطاعت ہو گئی تو دوبارہ کرے، **کالمقعد والمفلوج والاعمی والمحبوس والخائف من السلطان**. (احسن الفتاوی ۴/ ۵۱۹)

عورت کے لئے بلا محرم سفر حج حرام ہے

عورت خواہ کتنی ہی بوڑھی ہو اس کے لئے بلا محرم سفر حج حرام ہے، اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں بھی اپنے محارم کے ساتھ ہوں تو بھی جائز نہیں اگر مرتے دم تک محرم میسر نہ ہو تو اس پر حج بدل کی وصیت فرض ہے۔ (احسن الفتاوی ۴/ ۵۲۲)

حج بدل کا حکم

حج فرض ہونے کے بعد فوراً نہیں ادا کیا اب بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حج پر قدرت نہیں رہی تو وہ کسی ایسے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے بھیج سکتا ہے جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔

والافضل للانسان إذا اراد ان يحج رجلا عن نفسه ان يحج رجلا قدحج عن نفسه (فتاوی ھندیه ۱/ ۲۵۷ مطبوعه رشیدیه)

وقت فرضیت حج

جو شخص اشہر حج (یعنی شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) میں مالدار ہوا اس پر حج فرض ہو گیا

البتہ اگر ایسے بعید ملک میں رہتا ہو کہ وہاں سے اشہر حج سے قبل حجاج روانہ ہوتے ہوں تو قافلہ حج کی روانگی کا وقت معتبر ہوگا۔ اگر اس وقت مال ہے تو حج فرض ہوگیا اگر حج نہیں کیا تو قضا واجب ہوگی۔

قال ابن عابدین رحمه الله فی شرائط وجوب الحج والوقت ای القدرة فی اشهر الحج او فی وقت خروج اهل بلده علی مایاتی

(ردالمحتار ۱۵۳/ ۲)

طواف کی نماز مکروہ وقت میں پڑھنے کا حکم

طواف کی نماز بوقت طلوع غروب یا استواء کے وقت پڑھنی تو بالاتفاق ادا نہیں ہوئی، درمیان میں خیال آگیا تو منقطع کردے، اور اگر مکمل کرلی تو مکروہ وقت کے بعد دوبارہ پڑھے، اگر نماز فجر کے بعد طلوع سے پہلے یا عصر کے بعد غروب سے پہلے طواف کی نماز پڑھے، تو بھی قطع کرنا واجب ہے، البتہ اگر پورا کرلیا تو بقول بعض اس کا اعادہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

قال ابن عابدین رحمه الله لو صلاها فی وقت مکروه قیل صحت مع الکراهة ویجب قطعها فان مضی فیها فالاحب ان یعیدها لباب

(ردالمحتار ۱۸٤/۲)

حج بدل میں تمتع اور قران

حج بدل کرنے والے کو حج افراد کا احرام باندھنا چاہیے تاہم آمر کی اجازت سے تمتع وقران بھی کرسکتا ہے، مگر دم شکر حج کرنے والے پر ہوگا، آمر اگر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کردے تو بھی جائز ہے۔

اس زمانے میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع قران اور دم شکر کی اجازت ثابت ہے اس

لئے صراحۃ اجازت لینے کی ضرورت نہیں تاہم صراحۃ اجازت حاصل کرلینا بہتر ہے۔

(احسن الفتاوی ٤/٥١٣)

ایام حج میں عورت کو حیض آنے کا حکم

اگر عورت کو حج کے ایام میں حیض آنا شروع ہو جائے تو چونکہ طواف بیت اللہ کے سوا حج کے تمام کام حالت حیض میں انجام دے سکتی ہے لہٰذا طواف زیارت کے علاوہ بقیہ افعال انجام دے اور طواف زیارت حیض سے پاک ہونے کے بعد کرے۔

وفی الهندية قال : واذا حاضت المرأة عندالاحرام اغتسلت واحرمت كما يصنعه الحاج، غير انها لاتطوف البيت لحديث عائشة (عالمگيريه ١/٢٦٥ مطبوعه ملتان)

كذا فی فتاوی دارالعلوم ديوبند ج٦ ص ٥٣٦)

حیض کی وجہ سے طواف زیارت رہ جانے کا حکم

اگر حیض یا نفاس کی وجہ سے، طواف زیارت نہ کرسکی اور دوسری طرف واپسی کی تاریخ مقرر ہے، ٹکٹ اور پرواز منسوخ کروانا بہت دشوار ہو کہ پاک ہونے تک دوبارہ واپسی کی تاریخ مل جائے اور دوبارہ حج ادا کرنے کے لئے رقم مہیا کرنا بھی سخت مشکل ہو، تو ایسی صورت میں بامر مجبوری حیض کی حالت میں طواف کرلیا جائے اور بطور جنایت ایک بدنہ (گائے یا اونٹ) دم جنایت دیدے، اگر بدنہ ادا کرنے کی رقم مکہ میں موجود نہ ہو تو اپنے وطن واپس آکر رقم مکہ مکرمہ بھیج کر حدود حرم میں جانور ذبح کروائیں اس طرح حج ادا ہو جائے گا۔

قال العلامة الحسين بن محمد سعيد عبدالغنی المكی رحمه الله تعالیٰ وقال فی اختلاف الائمة واذا حاضت المرأة قبل طواف

الافاضة لم ينفر حتى تطوف وتطهر ولا يلزم الجمال حبس الجمل عليها بل ينضر مع الناس ويركب غيرها مكانها عندالشافعي واحمد وقال مالك يلزمه حبس الجمل اكثر مدة الحيض وزيادة ثلاثه ايام وعند ابى حنيفة ان الطواف لا يشترط فيه الطهارة، فتطوف وترتحل مع الحجاج ١هـ افاده الحباب.

(ارشاد الساری علی هامش مناسك القاری : ۳۵۰)

حج کی وجہ سے مانع حیض دوا کا استعمال

حج اور عمرہ کے لئے جانے والی خواتین اگر ماہواری یعنی حیض ونفاس کا خون بند کرنے کے لئے دوا استعمال کرنا چاہیں تو فی نفسہ اس کی گنجائش ہے، البتہ ایسی دوائیاں عموماً مضر صحت ہوتی ہیں اس لئے احتیاط کرنا چاہئے، حج کے بقیہ افعال ادا کریں اور طواف زیارت ماہواری سے پاک ہونے کے بعد انجام دے۔ تاہم اگر حیض ونفاس کے خون بند کرنے والی دوا استعمال کرنے سے خون آنا بالکل بند ہو جائے تو ایسی خاتون کے لئے غسل کے بعد مسجد میں داخل ہونا، طواف وغیرہ کرنا جائز ہے۔

بعض عمومی غلطیاں

حجاج کرام کو گناہوں سے بچنے کا مکمل اہتمام کرنا چاہئے، خصوصاً احرام کی حالت میں تو اس کا اور زیادہ خیال ہونا چاہئے کیونکہ احرام کا لباس ہر وقت انسان کو یاد دلا رہا ہوتا ہے، کہ تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہے لیکن بعض ایسی پاکیزہ حالت میں بھی غفلت کی زندگی گزارتے ہیں اور ان سے طرح طرح کے گناہ صادر ہوتے ہیں جو نہایت افسوسناک بات ہے۔

اب ایسی چند غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہیں۔

حجر اسود پر ہجوم کرنا:

۱۔ حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے اس طرح ہجوم کرنا جس سے دوسروں کو اذیت پہنچے حالانکہ حجر اسود کو بوسہ دینا محض سنت ہے جبکہ کسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔

۲۔ عورتوں کا حجر اسود پر ہجوم کرنا۔

استار کعبہ اور رکن یمانی پر:

۳۔ استار کعبہ جس پر خوشبو لگی ہوتی ہے احرام کی حالت میں اس سے چمٹنا بوسہ دینا۔

۴۔ رکن یمانی کو بوسہ دینا حالانکہ رکن یمانی کا بوسہ ثابت نہیں ہے، اس کو محض ہاتھ لگانا ہے۔

۵۔ طواف کی حالت میں ایک دوسرے کو دھکہ دینا یا بیت اللہ کی طرف دیکھنا ادھر ادھر نظر دوڑانا یا عورتوں کو گھورنا۔

۶۔ مقام ابراہیم پر اس طرح نماز ادا کرنا یا دعا مانگنا جس سے طواف کرنے والوں کو اذیت پہنچے۔

۷۔ مسجد حرام میں یا مطاف میں بیٹھ کر بلاضرورت دنیوی باتیں کرنا یہ تو عام مساجد میں بھی مکروہ تحریمی ہیں پھر مسجد حرام میں اس کی کراہیت اور بڑھ جاتی ہے۔

۸۔ رمی جمار کے وقت دوسروں کو اذیت پہنچانا۔

جاندار کی تصویر کشی حرام ہے:

۱۰۔ بہت سے لوگ مقامات مقدسہ مثلاً: جبل رحمت، جبل نور، جبل ثور وغیرہ پر جا کر تصویر کھنچواتے ہیں حالانکہ بلاضرورت جاندار کی تصویر کھنچوانا حرام ہے، پھر مقامات مقدسہ میں جا کر ایسے عظیم گناہ کا ارتکاب کرنا تو اور بھی بڑا گناہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد الناس عذابا يوم القيامة

المصورون.

قیامت کے روز سب سے بڑا عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ہوگا۔

حالت احرام میں نقاب کھولنا گناہ ہے:

۱۱۔ بعض عورتیں حالت احرام میں چہرہ کھلا رکھتی ہیں جو کہ گناہ ہے عورتوں کے لئے احرام کی حالت میں حکم یہ ہے کہ چہرے پر کپڑا نہ لگائیں اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سر پر کوئی ایسی چیز باندھے جو سامنے کی طرف ابھرا ہو، پھر اس پر نقاب ڈال لے اس طرح چہرہ بھی چھپا رہے گا اور کپڑا بھی چہرے پر نہیں لگے گا۔

اسی طرح بہت سی عورتیں برقع ہی اتار لیتی ہیں جو بہت ہی افسوس کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے گھر کے سامنے جا کر اتنی بڑی نافرمانی کا ارتکاب؟

مکروہ اوقات میں نفل:

۱۲۔ اسی طرح بہت سے لوگ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور جو مختلف متبرک مقامات ہیں وہاں مکروہ اوقات میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک نفل نماز پڑھنا بھی جائز نہیں یہ حکم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہے۔

سر کے چند بال کاٹ کر احرام کھولنا:

۹۔ بہت سے حضرات ایسا کرتے ہیں کہ احرام سے فارغ ہونے کے بعد سر کے چند بال کٹوا دیتے ہیں۔ پھر احرام کھول دیتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اس طرح کرنے سے احرام سے کبھی حلال نہیں ہوتا بلکہ اس طرح احرام کو کھول دینے سے دم لازم آتا ہے۔ جتنی بار ایسا کرے گا ہر بار کے لئے الگ دم واجب ہوگا، البتہ احرام کھولنے کے بعد محظورات احرام میں سے جتنے افعال بھی کئے ہوں ان پر کوئی دم وغیرہ نہیں۔ لزعمه انه

حلال کذا فی کتب المذهب (احسن الفتاویٰ ٤/٥٣٦)

غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا:

بہت سے لوگ عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے آجاتے ہیں یہ جائز نہیں بلکہ غروب تک وہیں ٹھہرے رہیں۔ غروب کے بعد عرفات سے روانہ ہوں۔

رمی میں نیابت کا حکم:

مسئلہ: عورت پر خود رمی کرنا لازم ہے۔ اگر بلا عذر عورت کی طرف سے مرد رمی کرے گا تو صحیح نہ ہوگی اور عورت پر دم واجب ہوگا، ہاں البتہ اگر عورت یا مرد کو کوئی بیماری یا ایسا ضعف شدید لاحق ہو جس کی وجہ سے خود کسی بھی طریقہ سے رمی کرنے پر قادر نہ ہو تو دوسرے کو رمی کے لئے اپنا نائب بنایا جا سکتا ہے۔

مزدلفہ سے روانگی میں جلدی کرنا:

مزدلفہ میں رات گزارنا سنت موکدہ ہے اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں رہنا واجب ہے واجب کے چھوٹ جانے سے دم واجب ہوتا ہے۔ وقوف مزدلفہ کے بارے میں بہت سے حاجی حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ عرفات سے آتے ہوئے سیدھے منی چلے جاتے ہیں اور بعض حاجی ایک دو گھنٹہ مزدلفہ ٹھہر کر رات ہی کو منی پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے حاجی صبح صادق سے پہلے اذان دے کر فجر کی نماز پڑھ کر منی کو روانہ ہو جاتے ہیں، ان سب صورتوں میں وقوف ترک کرنے کی وجہ سے ان پر دم لازم آتا ہے۔

بارہویں کو زوال سے قبل رمی کرنا:

بارہویں ذی الحجہ کو بہت سے لوگ زوال سے قبل ہی رمی کر کے مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں ان کی رمی صحیح نہیں ہوتی اس لئے ان پر دم واجب ہوگا۔

حالت طواف میں بیت اللہ کو دیکھنا:

طواف کرتے وقت سینہ یا پیٹھ بیت اللہ کی طرف کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی حالت میں کچھ فاصلہ طے کیا تو اتنے حصہ کا طواف کا اعادہ واجب ہے۔ طواف کے دوران موضع سجود پر نظر رکھنا مستحب ہے۔ بیت اللہ کی طرف یا کسی دوسری طرف نظر کرنا خلاف استحباب ہے۔

وینبغی ان لا یجاوز بصره محل مشیه کالمصلی لا یجاوز بصره محل سجوده لانه الادب الذی یحصل به اجتماع القلب.

(غنية المستملیٰ ٦٥)

حالت احرام میں لنگوٹ اور نیکر کا حکم:

حالت احرام میں آنت وغیرہ اترنے کے عذر کی وجہ سے لنگوٹ باندھنا جائز ہے اور بدون عذر مکروہ ہے، مگر اس پر جزاء واجب نہیں، نیکر پہننا بہر حال ناجائز ہے اور اس پر سلے ہوئے کپڑا پہننے کی جزا واجب ہے۔

قال فی شرح التنویر فان زرره او خلله او عقده اساء ولا دم علیه وفی الشامیة وكذا لو شده بحبل ونحوه لشبهه حينئذ بالمخيط (ردالمحتار ۲/۱۷۱)

طواف زیارت نہ ہو سکا

اگر کسی شخص نے حج کے تمام افعال ادا کئے لیکن طواف زیارت نہ کر سکا پھر عمر بھر ادا نہ کر سکا تو اس پر مرض الموت میں ایک بدنہ کی وصیت کرنا واجب ہے، یعنی اونٹ یا گائے حرم میں ذبح کرنے کی وصیت کرے۔

قال فی الشامية (قوله ويمتد وقته) ای وقت صحته الی آخر العمر فلو مات قبل فعله فقد ذكر بعض المحشين عن شرح اللباب

للقاضی محمد عید عن البحر العمیق انهم قالوا ان علیه الوصیة ببدنة لانه جاء الوزر من قبل من له الحق وان کان اثما بالتاخیر ا ھ تأمل.

(ردالمحتار ۲/۱۹۸)

والدین کی طرف سے حج ادا کرنا

اگر والدین نے مرنے سے قبل حج بدل کی وصیت نہیں کی، اب ورثہ یا دیگر اقارب میں سے کوئی اپنی خوشی سے تبرعاً حج بدل کرے یا اپنے خرچہ سے تبرعاً حج بدل کروائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ حج فرض اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا۔

وان لم یوص به ای بالاحجاج فیتبرع عنه الوارث وکذا من هم اهل التبرع ونحوه فحج ای الوارث نحوه بنفسه ای عنه او احج عنه غیره جاز ای ذلك التبرع او الحج او الاحجاج او ما ذکر جمیعه والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ کما قاله فی الکبیر

(مناسك الحج لملا علی القاری ص ۲۴۹)

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال ان النبی صلی الله علیه وسلم لقی رکبا بالروحا فقال من القوم قالوا المسلمون فقالوا من انت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فرفعت الیه امرأة صبیا فقالت الهذا حج؟ قال نعم ولك اجر (رواه مسلم)

(امداد الاحکام ۲/۱۸۸)

عمرہ کا تفصیلی بیان

عمرہ کا مختصر بیان گزشتہ اوراق میں حج کے بیان میں آچکا ہے لیکن چونکہ آج کل عمرہ کے لیے صاحبِ استطاعت حضرات بکثرت سفر کرنے لگے ہیں اور اکثر مستقل سفر عمرہ ہی کا

ہوتا ہے، اس لیے تفصیل کے ساتھ عمرہ کے فضائل، فرائض و واجبات اور طریقۂ ادائیگی اور اس کے ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

فضائلِ عمرہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج و عمرہ پے در پے کیا کرو، کیونکہ یہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (رواه الترمذي والنسائي)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جو لوگ حج و عمرہ کے سفر میں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں۔ (جو بطورِ مہمان کے شمار ہوتے ہیں) یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرمادے۔'' (رواه ابن ماجه)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔''

افعالِ عمرہ:

عمرہ میں چار کام کرنے ہوتے ہیں:

۱- میقات سے عمرہ کا اِحرام باندھنا، یعنی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

۲- مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف کرنا۔

۳- صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۴- حلق یا قصر کرنا یعنی سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

فرائضِ عمرہ:

مذکورہ بالا افعال میں سے دو چیزیں فرض ہیں:

۱- عمرہ کا اِحرام باندھنا، جو عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔

۲- طواف کرنا۔

واجباتِ عمرہ:

اور عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں:

۱- صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۲- سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا۔

سننِ عمرہ:

طوافِ عمرہ میں رَمل اور اِضطباع مسنون ہے۔

حکمِ عمرہ:

عمرہ سنت مؤکدہ ہے، جس کسی مسلمان کو مکہ معظّمہ پہنچنے کی قدرت ہو اس کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ایک بار سے زیادہ عمرہ کرنا مستحب ہے۔

اوقاتِ عمرہ:

عمرہ سال بھر ہو سکتا ہے اور بار بار ہو سکتا ہے چونکہ اس میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا اس لئے بہت سے لوگ ایک دن میں ایک سے زائد عمرے کر لیتے ہیں اس کی بھی اجازت ہے البتہ ذی الحجہ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

طواف کے دوران دعائیں پڑھنا:

طواف کے دوران ادعیہ ماثورہ پڑھنا چاہیے یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہنا چاہیے جب

اللہ تعالیٰ کسی کو حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائے تو ان کو چاہئے سفر سے پہلے حج وعمرہ کا مسنون طریقہ سیکھے، مسنون دعائیں یاد کرے۔ مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ خلاف سنت وشریعت کام کر کے ثواب کے بجائے الٹا عذاب سر لے کر لوٹنا پڑے، لوگ اس بارے میں بہت سستی کرتے ہیں، انجان ہونے کی حالت میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا پہنچ جاتے ہیں، پھر جیسے سمجھ میں آئے، حج وعمرہ کے افعال ادا کرتے ہیں خصوصا طواف کے دوران کبھی مطوف کے ساتھ ملکر کبھی کوئی کتابچہ ہاتھ میں لے کر زور زور سے دعائیہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ جو اکثر غلط پڑھتے ہیں اور دوسرے طواف کرنے والوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کی توجہ ہٹاتے ہیں اور یکسوئی ختم کرتے ہیں حالانکہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا نہایت ہی قبیح فعل ہے۔ حرمین شریفین میں خصوصاً طواف کے دوران، ملتزم اور حجر اسود اور میزاب رحمت کے نیچے ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے کہ میرے کسی قول وفعل سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے پھر ان کتابوں میں لکھی ہوئی دعاؤں کے بارے میں یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ ان میں سے اکثر دعائیں ایسی ہیں جو طواف کے دوران مسنون نہیں ہیں ان کو مسنون سمجھ کر پڑھنا گناہ ہے۔

مسجد تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا

حج وعمرہ کے سفر میں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران بہت سے حضرات مسجد تنعیم میں جا کر عمرہ کا احرام باندھ کر آتے ہیں اور عمرہ ادا کرتے ہیں، بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں کہ عمرہ ادا کرنے سے طواف افضل ہے، لوگ اس بارے میں پریشان ہوتے ہیں، کیا کریں ایک طرف خیال ہوتا ہے کہ شاید کہ یہ موقع زندگی میں دوبارہ ہاتھ نہ آئے کیوں نہ زیادہ سے زیادہ عمرے کر کے ذخیرہ آخرت بنائیں دوسری طرف خیال ہوتا ہے اگر یہ کام ناجائز ہو تو پھر یہ عبادت اور ثواب کا کام تو نہیں ہے بلکہ نفسانی خواہش کی تکمیل ہے۔

اس دفعہ سفر عمرہ کے دوران ہمارے استاذ محترم سے ایک صاحب نے یہ مسئلہ

دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرہ سے افضل ہے تاہم تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کرنا بھی جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں، یہ نفسانی خواہش کی تکمیل نہیں ہے، بلکہ ایک عبادت کی ادائیگی ہے۔ نفس کے ایسے تقاضوں پر کبھی کبھار عمل کرنا چاہئے کیونکہ نفس ہر وقت تو عبادت کا تقاضا نہیں کرتا۔ ہاں البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ جب بھی عمرہ کرنا ہو تو جذبہ وشوق پوری طرح برقرار رہے، اور تمام سنن ومستحبات کی بھی رعایت ہو، صرف رسمی طور پر ادا نہ کیا جائے کہ لوگ کر رہے ہیں ہم بھی ایک عمرہ کرلیں بعد میں یہ مسئلہ فقہ کی مشہور کتاب (ردالمحتار ۵۰۲، ج ۲) میں اس طرح لکھا ہوا ملا کہ ''جتنی دیر میں عمرہ ادا ہوسکتا ہے اتنی دیر تک طواف میں مشغول رہنا عمرہ ادا کرنے سے افضل ہے۔'' لیکن بہت سے لوگ نفس کے دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ طواف کرنا عمرہ سے افضل ہے طواف کرلیں گے، اس طرح دن بھر ایک طواف بھی نہیں کرتے۔ خصوصا رمضان کے آخری ایام اور حج کے موسم میں ہجوم سے ڈر کر مطاف میں ہی نہیں اترتے حالانکہ مکہ کے باہر رہنے والوں کے لئے نوافل کے بجائے طواف کرنا افضل ہے اس لئے ہمت کر کے طواف کرنا چاہئے۔

(اللهم ارزقنا كثرة الطواف)

آج کل بہت سے حضرات مسائل سے ناواقفیت کی بناء پر یا ضد کی بناء پر یا لوگوں کی دیکھا دیکھی افعال حج وعمرہ کو اپنی مرضی کے مطابق ادا کرلیتے ہیں، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا تھا:

''خذوا عني مناسككم''

''یعنی مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آپ سے سیکھا جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، علماء کرام سے مسائل حج سیکھ کر اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

جان کا نذرانہ

ایک بزرگ نے سفرعمرہ کے دوران واقعہ سنایا کہ ایک حاجی صاحب حالت احرام میں ملتزم کے پاس بالکل خاموش کھڑے تھے، لوگ دعاؤں میں مشغول تھے الحاح وزاری کررہے تھے اور ہرطرف "لبیک لبیک" کی صدا گونج رہی تھی لیکن یہ شخص بالکل خاموش؛ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے پوچھا، کیوں خاموش کھڑے ہیں؟ تلبیہ ہی پڑھتے رہیں، اس پر حاجی صاحب نے جواب دیا کہ اسی سوچ میں ہوں کہ اگر میں "لبیک" کہوں (یعنی ربا تیرے دربار میں حاضر ہوں) اور اوپر سے جواب آئے "لا لبیک" یعنی تمہاری حاضری قبول نہیں، تو مجھ گناہ گار کا کیا بنے گا؟ اس لئے لبیک کہنے سے ڈرتا ہوں، پھر اتفاق سے منی میں ان کو دیکھا کہ لوگ تو جانوروں کی قربانی میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی ہورہی ہے عشق الٰہی کا مظاہرہ ہورہا ہے، ہرطرف عشاق کا ہجوم ہے۔ اس درمیان میں یہ حاجی غم میں ڈوبے ہوئے حسرت بھرے لہجہ میں پکار پکار کر کہہ رہا تھا یا مولیٰ لوگ جانوروں کی قربانیاں کررہے ہیں، میرے پاس قربانی کرنے کے لئے مال نہیں تو میری جان ہی کو اپنے دربار میں قبول فرما۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک چیخ ماری اور جان جان آفریں کے حوالہ کردی اور دار بقاء کے راہی ہوگئے۔

بات دراصل یہی ہے کہ جب ایمان قلب میں راسخ ہوجاتا ہے دل محبت الٰہیہ سے لبریز ہوجاتا ہے، دنیا کی فنائیت مستحضر ہوتی ہے وہ بندہ خوف ورجاء کی درمیانی کیفیت میں ہوتا ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے:

"الایمان بین الخوف والرجاء."

یعنی کبھی اپنی نالائقی، یا کمزوری اور خطاء وقصور پر نظر جاتی ہے تو خوف الٰہی سے دل کانپ جاتا ہے اور کبھی رحمت الٰہیہ پر نظر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے عفوودرگزر کرنے والا

ہے خطاء وقصور معاف فرمانے والا ہے اور انہوں نے خود ہی اعلان فرمارکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو پھر ڈھارس بندھتی ہے اور حج کا موقع ایسا ہوتا ہے کہ لباس عاشقانہ شکل وصورت عاشقانہ، ایک ایک اداء میں عشق ومحبت کی نقل ہے، کہیں محبوب کے گھر کے گرد طواف ہورہا ہے، کہیں صفا ومروہ کے درمیان دیوانہ وار سعی ہے، کہیں ''لبیک لبیک'' کی پکار ہے، کہیں میدان عرفات کا اجتماع ہے کہیں منیٰ میں جانوروں کی قربانی ہے کہیں شیطان کی رمی کرکے اتباع خواہشات واتباع شیطان سے دل کو متنفر کرنا ہے، ایسے موقع پر آدمی عشق الٰہی میں ڈوب کر جان کا نذرانہ پیش کرسکے یہ سستا سودا ہے۔

مقامات مقدسہ کی زیارت

سفر عمرہ کے دوران خیال ہوا کہ مقامات مقدسہ (یعنی غار حراء غار ثور، عرفات، منی ،مسجد جعرانہ، مسجد خیف وغیرہ) کی زیارت کرنی چاہئے ہم نے گاڑی کرایہ پر لی نماز فجر کے بعد زیارت کے لئے نکلے ہمارے قافلے میں ایک بڑے عالم دین بھی تھے، انہوں نے ڈرائیور کو مخاطب کرکے فرمایا کہ مقامات مقدسہ کی زیارت نہ فرض ہے، نہ واجب ہے نہ سنت، نہ مستحب، بلکہ فی نفسہ ایک مشروع فعل ہے، یعنی شرعا یہ بات جائز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین کی خاطر کیا کیا مشقتیں برداشت کیں، کس قدر قربانیاں دیں، اور کتنے ہی لوگ ان مقامات کی زیارت کرنے والے زمین کی آغوش میں چلے گئے، انجام کار ہمیں بھی وہیں جانا ہے۔ اس کے لئے تیاری کرنی ہے وغیرہ۔ پھر چونکہ ہمارے قافلہ میں اکثریت علماء کی تھی ہمیں مخاطب کرکے فرمایا علماء ومدرسین کے لئے ارض القرآن (یعنی جن مقامات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) کی زیارت اور ان سے متعلق معلومات حاصل کرنا اور مطالعہ کرنا ضروری ہے کیونکہ قرآن کی ان آیات کی تفسیر کا کما حقہ سمجھنا اس پر موقوف ہے بہرحال پند ونصیحت کی باتیں ہوتی رہیں، اور مقامات کی زیارت کرتے رہے

آخر میں وادی حنین کے جعرانہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے احرام باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ ادا فرمایا تھا وہاں سے احرام کا لباس خرید کر اس بزرگ عالم دین نے عمرہ کا احرام باندھا کہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے اسکے بعد گاڑی پر بیٹھتے ہی تلبیہ شروع کر دی اور ساتھ ہی آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہو رہی تھی، اور تلبیہ کی آواز بھی بہت پر کیف تھی اس طرح زیارت مکمل ہوئی۔

وضاحت:

مقامات مقدسہ کی زیارت کے بارے میں اس وقت افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک طرف حجاج کرام خصوصاً ہندو پاک اور ایران وغیرہ کے زائرین اس میں غلو کرتے ہیں جہاں بھی پہنچتے ہیں ہجوم کرتے ہیں، ہر چیز کو چومنے چاٹنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو بھی ایک عبادت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں، بلکہ بہت سے جہلاء تو سمجھتے ہیں اس کے بغیر حج وعمرہ ہی ناقص ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ حالانکہ یہ کوئی عبادت یا ثواب کا کام نہیں ہے، دوسری طرف عرب کے بعض معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں اور دین کے بارے میں وہ لوگ مکمل معلومات نہیں رکھتے، ان کے نزدیک ان مقامات مقدسہ کی کوئی اہمیت نہیں، ان کو ہر کام میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ کوئی صحیح العقیدہ آدمی بھی جائے تو اس کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر آواز لگاتے ہیں: ہذا احرام ہذا احرام۔

اعتدال کا راستہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ ان مقامات مقدسہ کی زیارت کرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ بس محبت وعقیدت کی بنیاد پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے زیارت کر کے ایمان تازہ کیا جائے، اور خلاف شروع کوئی کام نہ کیا جائے چومنے چاٹنے اور شرک اور شرکیہ افعال سے مشابہ کوئی کام کرنے سے احتراز کیا جائے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو راہ

اعتدال پر قائم فرمائے۔ اخلاص نیت اور اتباع شریعت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

لاٹھی ہی دلیل

حرمین شریفین ۔زادہما اللہ شرفا۔ میں بہت سے جہلاء قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سو جاتے ہیں، وہاں ایک افغانی بابا ہیں۔ وہ حرم میں لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں، جہاں کسی کو دیکھتے کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلایا ہوا ہے یا قرآن کی طرف پاؤں پھیلایا ہوا ہے، اس کو ڈنڈا مار کر کہتے ہیں: "**هذا ممنوع لا يجوز**"

"یعنی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا جائز نہیں۔"

کوئی پوچھتا ناجائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟ وہ لاٹھی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے:

"**هذا دليل**".

"تم جیسے لوگوں کے لئے تو یہی دلیل ہے۔"

یعنی بیت اللہ شریف شعائر اللہ میں سے ہے شعائر اللہ کی تعظیم ہر مسلمان کے ذمہ لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"**ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب.**" (حج: ۳۰)

"یعنی جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کو سو وہ دل کی پرہیز گاری کی بات ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب دل میں تقویٰ اور خوف ہوتا ہے اس کا اثر سب اعمال وافعال پر دیکھا جاتا ہے۔ بیت اللہ کی طرف پاؤں پھیلانا یا قرآن کی طرف پاؤں پھیلانا یہ بے ادبی میں داخل ہے اس لئے ناجائز ہے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطاء فرمائے۔ آمین۔

دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سفر

حسبِ سہولت وانتظام حج وعمرہ سے فارغ ہوکر یا اس سے پہلے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو جائے۔ حکومتِ سعودیہ نے طریق الھجرۃ کے نام سے نیا روڈ نکالا ہے، اس سے چار پانچ گھنٹے میں کاریں اور بسیں مدینہ منورہ پہنچا دیتی ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سامان اطمینان سے رہائش گاہ میں رکھ کر مسجدِ نبوی میں آجائے۔ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو روضۃ الجنۃ میں یا جہاں موقع ملے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس آئے اور نہایت ادب کے ساتھ ہلکی آواز میں سلام پیش کرے۔ اگر بھیڑ کم ہو اور سکون واطمینان سے کھڑا ہو سکے تو جذب وکیف کے ساتھ جتنی دیر چاہے سلام عرض کرے۔ اگر بھیڑ بہت ہو اور سکون واطمینان نہ ہو تو مختصر سا سلام پڑھ کر آجائے، پھر جب موقع دیکھے زیادہ دیر تک سلام عرض کرلے اور سلام عرض کرنے میں دوسرے مسلمانوں کا بھی خیال رکھے، کسی کو تکلیف نہ دے اور دھکم دھکا نہ کرے۔

سلام کے الفاظ مقرر نہیں، مختصراً یوں بھی کہہ سکتے ہیں:

"الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔"

اپنا سلام پیش کرنے کے بعد اپنے ماں باپ، عزیز واقارب، دوست واحباب کا سلام بھی نام بنام پیش کرے۔ کسی اور نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو تو اس کا نام لے کر سلام عرض کرے، مثلاً یوں کہے:

"السلام علیك یا رسول اللہ منی وممن أوصانی بالسلام علیك وسلم۔"

آپ کی خدمت میں سلام عرض کر چکے تو دو قدم دائیں ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

" السلام عليك يا سيدنا أبابكر ن الصديق ! السلام عليك يا خليفة رسول الله ".

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پیش کرنے کے بعد دائیں طرف کو دو قدم اور ہٹے اور یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

" السلام عليك يا عمر بن الخطاب ! السلام عليك يا خليفة رسول الله "

سلام سے فارغ ہوکر بارگاہِ خداوندی میں دعا کرنے کے لیے راستے سے ہٹ کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے اور جو جائز خواہش دل میں ہو نہایت عاجزی اور زاری سے طلب کرے۔

مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب:

مسجدِ نبوی میں نماز باجماعت کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجدِ حرام کے، کیونکہ مسجدِ حرام میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔'' (الترغيب : ۲/۱۱۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة فى مسجدى هذا خير من الف صلوة فيما سواه الا لمسجد الحرام . (مشکوٰۃ شریف ۱/۷۲)

مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جن میں سے ایک بھی فوت نہ ہوئی تو اس کے لیے یہ لکھ دیا جائے گا کہ وہ دوزخ سے بری ہے (یعنی اسے دوزخ سے نجات

ہوگی) اور یہ کہ عذاب سے بری ہے اور نفاق سے بری ہے۔"

(رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب والترھیب للمنذری : ۲/۱۰۱)

مسجدِ قباء میں نماز:

حضرت سیدنا اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجدِ قبا میں ایک نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔"

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب کذا فی الترغیب والترھیب : ۲/۱۱۳)

اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے اپنے گھر میں طہارت حاصل کی (یعنی وضو کیا) پھر مسجدِ قباء میں آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔"

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۳)

عن ابن عمر قال كان النبى صلى الله عليه وسلم ياتى مسجد قباء كل سبت ماشيا وراكبا ويصلى فيه ركعتين. متفق عليه (مشكوٰة ۶۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (رواہ البخاری ومسلم کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۴)

جنت البقیع کی حاضری:

مسجدِ نبوی کے قریب ہی مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان جنت البقیع ہے، اس کی بھی زیارت کرلے اور وہاں حاضری کے موقع پر یوں سلام عرض کرلے:

((السلام علیٰ اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ، ويرحم الله المستقدَمين منا والمستاخرين ، وانا ان شاء الله بكم للاحقون)).

ترجمہ: ''سلام ہو یہاں کے رہنے والوں پر جو مومنین اور مسلمین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں پر اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام، تابعین، سلف صالحین رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔ جن میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم، آپ کی صاحبزادیاں رقیہ، زینب، اُم کلثوم، آپ کی پھوپھیاں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے خادمِ خاص حضرت عبداللہ بن مسعود، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

شہدائے اُحد کی زیارت:

مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں اُحد بھی جائے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' (الترغیب: ۲/۱۲۳)

۳ھ میں اُحد کے قریب جنگ ہوئی تھی۔ مکہ معظمہ کے مشرکین حملہ آور ہو کر چڑھ آئے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے مقابلہ کیا اور ستر صحابہ کرام اس موقع پر شہید ہوئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچائی گئی۔ دشمنوں نے آپ کو بھی زخمی کر دیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی بھی اس موقع پر شہادت ہوئی۔ ان شہداء کے مزارات ایک احاطہ کے اندر موجود ہیں۔ سعودی

حکومت نے ہر طرف دیوار بنادی ہے، دروازہ جنگلہ دار ہے لیکن مقفل رہتا ہے۔ دروازہ سے ذرا فاصلہ پر حضرت حمزہ اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر ہے جو باہر سے نظر آتی ہے، دوسرے حضرات کی قبریں چار دیواری کے اخیر میں ہیں۔ جب یہاں حاضری ہوتو سلام کے وہی الفاظ پڑھے جو جنت البقیع کے بیان میں گزرے۔

کتاب السلوک

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

ایمان کی دولت سے سرفراز ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہی نجات آخروی کا آخری وسیلہ ہے۔ جو خوش قسمت ایمان کی دولت کو ساتھ لیکر دنیا سے رخصت ہوا، وہ جہنم سے ہمیشہ کے لئے نجات پا گیا۔ اور جنت کا مستحق ہوا، ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ ایمان میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور کمال اتباع پر موقوف ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايؤمن أحدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين. (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا ہے، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان کمال محبت پر موقوف ہے۔ اب کیسے اندازہ ہو کہ ایمان میں کمال پیدا ہو رہا ہے؟ اس کی کیا پہچان ہوگی؟ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا اور آپ نے اس کی پہچان بھی بتائی ہے۔

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم :فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للاسلام" فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان النور اذادخل الصدر انفسح فقيل يارسول الله هل لتلك من علم يُعرف به قالٌ نعم التجافي من دارالغرور.والانابة الى دارالخلود. والا ستعداد للموت قبل نزوله .

بيهقى فى شعب الايمان مشكوٰه ۴۶۶/۲، كتاب الرقاق)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی **فمن یرد اللہ أن یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام** یعنی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت بخشتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے۔ (بایں طور پر کہ شرائع اسلام اخلاص کے ساتھ قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اس حالت و کیفیت کی کوئی علامت ہے جس سے اسکو پہچانا جا سکے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس کی نشانی یہ ہے کہ دار الغرور (دنیا سے) دل نہ لگانا، اور آخرت جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہنا (کہ آخرت بن جائے اس کے لئے مکمل کوشش جاری رکھنا) اور مرنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔ (بیھقی شعب الایمان)

کامل مومن بننے کے لئے تخلیہ اور تحلیہ دونوں ضروری ہیں یعنی اخلاق رذیلہ مثل عجب و کبر، حسد، کینہ حرص حب جاہ و حب مال، شہوت پرستی وغیرہ سے اپنے کو دور رکھنا، اور اخلاق حمیدہ مثل صبر، شکر، قناعت، توکل، یقین، رضاء، تسلیم، عجز و انکساری تواضع، سخاوت وغیرہ جیسے اوصاف حمیدہ سے اپنے کو آراستہ کرنا۔

اب یہ باتیں انسان میں کیسے پیدا ہونگی؟ اس کے لئے کسی کامل الایمان متبع شریعت اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ حاصل کرنے کے لئے خود یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے۔

﴿یاایھاالذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین﴾

اے ایمان والو! تقویٰ والی زندگی اختیار کرو، اور سچے (یعنی نیک متقی) لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿الرحمن فاسئل به خبیرا﴾

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کا بیان کردہ ترجمہ ہے۔''رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ والا بننے کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت اٹھانا ضروری ہے۔

میرے شیخ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آپ سب لوگ صحابی بن جائیں تو حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت صحابی تو اس کو کہا جاتا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں آپ علیہ السلام کی صحبت اختیار کی ہو، تو فرمایا کہ اچھا بھائی آپ سب تابعی بن جائیں۔ یہ سنکر حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت تابعی تو وہ ہوتا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی کی زیارت کی ہو، تو فرمایا بھائی پھر آپ سب تبع تابعی بن جائیں حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت تبع تابعین تو ایمان کی حالت میں تابعی کی صحبت اٹھانے والے کو کہا جاتا ہے تو فرمایا بھائی معلوم یہ ہوا کہ صحابی، تابعی، تبع تابعی ہونے کا شرف بالترتیب ان عظیم ہستیوں کی صحبت اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، تو اللہ والا بننے کے لئے بھی کسی اللہ والے کی صحبت اٹھانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہ دولت حاصل نہیں ہوسکتی۔ یعنی اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر ہے کہ انسان کے عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق درست ہوتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير .فحامل المسك اما ان يحذيك واما ان تبتاع منه واما ان تجدمنه ريحا طيبة ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابك واماان تجد منه ريحا خبيثة. متفق عليه .(مشكوٰة ۴۲۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک اور بد ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی سی ہے، مشک رکھنے والا یا تو تمہیں مشک مفت دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا کم ازکم اس کی خوشبو تو ضرور تمہیں حاصل ہوجائے گی، اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا بدبودار دھوں ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

عن اسماء بنت یزیدانها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الا انبئکم بخیارکم قالوا بلی یارسول الله قال خیارکم الذین اذا رؤا ذکر الله .رواہ ابن ماجة (مشکوٰۃ 427)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کے تم میں بہترین لوگ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں ضرور بتائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ (ابن ماجه)

اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ یاد آجانا یہ ایک یقینی امر ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ ہر چیز والے سے ملتی ہے۔ مثلاً گوشت، گوشت والے سے ملے گا۔ اور کپڑا کپڑے والے سے سبزی سبزی والے سے۔ تو بھائی اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو کسی اللہ والے کی جوتی سیدھی کرو۔ ان کی خدمت میں بیٹھو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت ملے گی۔ جس کو اللہ مل جائے تو اس کو دنیا و آخرت کی بادشاہت مل گئی، وہ ہر قسم کے غموں سے بے نیاز ہوگا۔

ایک تو نہیں میرا تو کوئی شی نہیں میری
جو تو میرا سب میرا فلک میرا زمین میری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من کان لله کان الله له. ''جو اللہ کا ہوجاتا ہے۔ اللہ اس کا ہوتا ہے۔''

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله یقول ابن آدم تفرغ

لعبادتي املأصدرك غنى واسد فقرك وان لا تفعل ملأت يدك شغلا ولم أسدفقرك. (رواه احمد وابن ماجه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم میری عبادت کے لئے تو اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کرلے میں تیرے سینے کو استغناء سے بھر دونگا اور تیرے لئے فقر وافلاس کی راہ کو بند کر دونگا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا (یعنی جو حکم دیا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے اپنے رب کی عبادت کی طرف متوجہ رہ) تو میں تیرے ہاتھوں (اور دیگر قوائے عمل کو) طرح طرح کے تفکرات اور مشاغل سے بھر دونگا اور تیرے لئے فقر واحتیاج کو دور نہیں کرونگا۔ (احمد وابن ماجه)

اب اللہ والے بندے کون ہیں؟ ان کی کیا پہچان ہے؟ ان کی خدمت میں بیٹھنے کے کیا اداب ہیں؟ ان سے استفادہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اخلاق رذیلہ اور اخلاق حمیدہ کیا ہیں؟ اخلاق رذیلہ سے اپنے کو پاک کرنا اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہونا ان ساری باتوں کے مجموعہ کو سلوک واحسان کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اصلاح نفس، باطن کی درستگی کا طریقہ جس فن میں بتایا گیا اس کو فن تصوف کہا جاتا ہے۔

حدیث جبرئیل میں ہے کہ آپ علیہ السلام سے سوال ہوا،

ماالاحسان يارسول الله؟

سلوک واحسان کیا چیز ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ان

تعبد الله كانك تراه؛ فان لم تكن تراه فانه يراك

اللہ تعالیٰ کی اس دھیان کے ساتھ عبادت کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر اس قدر دھیان پیدا نہ کرسکو تو کم از کم اتنا کہ وہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

باطن کی صفائی ہی کامیابی کی کنجی ہے،

قوله تعالیٰ: ﴿قد افلح من زكها وقدخاب من دساها

تحقیق وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا اور وہ ناکام اور نامراد ہوا جس نے اپنے نفس کو گناہوں کے دلدل میں پھنسا رکھا۔

بہرحال ظاہری اعمال کی درستگی کے ساتھ باطن کی صفائی یعنی نفس کی اصلاح کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے اس خیال سے تصوف کے متعلق کچھ بنیادی باتیں بھی سلوک کے باب میں درج کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے۔ آمین۔

تصوف کی تعریف

شریعت مطہرہ کے ظاہری اعمال کی پابندی کے ساتھ باطنی اخلاق کی اصلاح بھی ہو جائے اسکو تصوف اور سلوک کہا جاتا ہے۔ (عرفان حافظ: ۲)

(تشریح) دوسری تعریف یہ ہے کہ ''شریعت کے ظاہری اعمال جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق معاملات، جیسے خرید و فروخت، قرض، امانت، حدود و قصاص اور دیگر امور سے متعلق تفصیلی احکام کو جاننا ''فقہ'' کہلاتا ہے۔

اور برے اخلاق مثلاً شہوت پرستی، زبان کی آفات جھوٹ، غیبت وغیرہ، حسد، کینہ، بغض و عداوت، حب دنیا و حب مال، بخل، حرص، ریا، عجب کبر و غرور وغیرہ سے اپنے باطن کو پاک کرنا۔

اور عمدہ اخلاق مثل توبہ، صبر، شکر، خوف، رجاء، زہد، توحید، توکل، محبت الٰہی، شوق وطن، اخلاص، صدق، مراقبہ، ومحاسبہ، وتفکر فی خلق اللہ سے اپنے کو آراستہ کرنا یہ تصوف و سلوک کہلاتا ہے۔

موضوع

اخلاق باطنہ صحت و فساد کے اعتبار سے علم تصوف کا موضوع ہے۔

(تشریح:) یعنی علم تصوف میں اس سے بحث کی جاتی ہے کہ اخلاق رذیلہ سے کس

طرح نجات حاصل ہو اور اخلاق حمیدہ سے اپنے کو کس طرح آراستہ کیا جائے۔

غرض وغایت

نفس کا اخلاق حمیدہ کے ساتھ آراستہ ہونا یہ علم تصوف کی غایت ہے۔

(تشریح:) یعنی نفس عمدہ اور پاکیزہ اخلاق کا عادی ہو جائے، یہ اخلاق نفس میں اس طرح راسخ ہو جائیں کہ موقع بموقع خود بخود صادر ہونے لگیں۔ مثلاً غصہ کے وقت نفس پر قابو ہو جائے کہ ناجائز طور پر اس کا استعمال نہ کیا جائے کوئی نعمت حاصل ہو تو اس پر عجب وغرور میں مبتلا نہ ہو، بلکہ شکر بجالانے کی توفیق ملے۔ کوئی مصیبت آپڑے اللہ تعالیٰ سے تو شکوہٗ شکایت کی بجائے صبر وتحمل وبرداشت کی توفیق ہو وغیرہ ان اوصاف حمیدہ کا حاصل ہونا یہی تصوف کا مقصد وغایت ہے۔

طریقت وتصوف کی ابتداء

ابتداء طریقت یہ ہے کہ شرعی رخصت اور سہولتوں کو چھوڑ کر مستحب اور مستحسن افعال کو اپنے اوپر لازم کرنا مثلاً نوافل کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ مگر مستحب یہی ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ پس اہل طریقت کو ضروری ہے کہ اولیٰ اور افضل صورت اختیار کریں تا کہ پورا اجر ملے۔ (ارشاد الملوک)

نہایت طریقت

اور نہایت طریقت کے معنی حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کئے ہیں کہ بدایت کی طرف لوٹ آنا، نہایت کہلاتا ہے۔ اور حضرت جنید رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ بدایت سے مراد حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے۔

وہی ہر شی کا مصدر ومبداء ہے اور وہی مرجع ومنتہا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے:

﴿الیه یرجع الامر کله﴾ ''اسی کی جانب لوٹتے ہیں جملہ امور''

نیز فرمایا کہ:

﴿الیه ترجعون﴾ ''اسی کی جانب تم سب لوٹ کر جاؤ گے۔''

﴿الی ربك منتهاها﴾ ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر کام کا منتہا تمہارے پروردگار ہی کی طرف ہے۔''

پس سالک نے جب بتمامہ اپنی بدایت یعنی ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا تو نہایت کو پہنچ گیا۔ اور دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ مرید جب اپنی بدایت کی طرف لوٹ جائے تو نہایت کو پہنچ جائے گا۔ یعنی ماں کے پیٹ میں جبکہ حق تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، صورت عطا فرمائی اور روح پھونکی تو بجز حق تعالیٰ شانہ کے وہاں صورۃ بھی اس کا کوئی نگہبان یا مربی نہ تھا۔ یہ کمال فقر واحتیاج اور عجز وکمزوری کی حالت میں خدا پر بھروسہ کئے ہوئے تھا۔ خضوع اور تواضع اور تذلل کے ساتھ متصف تھا۔ حسد وکینہ وخود پسندی وتکبر وغیرہ صفات مذمومہ سے بالکل منزہ تھا اور جملہ عیوب سے مبرا، خودی اور خودی کی نفی تک سے بے خود اور بے خبر تھا۔ پس اسی طرح سالک جب انجام کار اپنی حالت ایسی بنالے گا جیسی کہ ماں کے پیٹ میں ابتدائی حالت تھی تو نہایت کو پہنچ جائے گا اور یہی حالت آدمی کا کمال اور اسی مرتبہ میں کمال عبدیت اور آزادی از شوائب نفس حاصل ہوتی ہے۔ (ارشاد الملوك ص: ۵۰)

مراقبہ کا بیان

کسی ایسے مضمون کو سوچنا جو مطلوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف انجذاب کا سبب ہو، اس تک پہنچانے والا ہو، اس کی یاد دھیان کا سبب ہو، سیدھے سادے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ جو چیز مطلوب حقیقی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہو، اس کے خیال رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں لہٰذا مراقبہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مدنظر رکھنے کو کہتے ہیں۔

مراقبہ کا طریقہ

مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دوزانو ہوکر نمازی کی طرح سر جھکا کر بیٹھے، اور دل کو غیر اللہ سے خالی کرے، اور اللہ جل جلالہ کی حضور میں حاضر کرے، اور اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ **اللہ حاضری اللہ ناظری ،اللہ معی** زبان سے پڑھ کر ان کے معنوں کو دل میں ملاحظہ کرے، تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے اور میرے پاس ہے، اس جاننے ،تصور کرنے اور خیال کرنے میں اس قدر محو ہو کہ حق تعالیٰ کے علاوہ کسی کا تصور بھی دل میں نہ رہے، حتی کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔ (شریعت وتصوف ص ۱۹۹)

مراقبۂ موت

نزع کی حالت، اور قبر میں سوال وجواب، میدان حشر، حساب وکتاب، حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور جواب دہ ہونا، اور پل صراط پر سے گزرنا، ان سب باتوں کو سوچنا اور عہد کرنا کہ آیندہ کسی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤنگا۔ پھر استغفار کی ایک تسبیح (یعنی سو مرتبہ) پڑھنا استغفار یہ ہے:

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ. (شریعت وتصوف ۲۹)

محاسبہ کا بیان

رات کو بستر پر لیٹ کر یا سونے سے پہلے، بیٹھے بیٹھے صبح نیند سے بیدار ہونے سے لیکر رات سونے کے وقت تک جتنے اعمال صادر ہوئے، ان پر غور کرے۔ جو کام بھی عبادت اور طاعات کا ہوا ان پر شکر بجالائے، اور اللہ تعالیٰ سے مزید توفیق طلب کرے اور دعا کرے۔

اور جو کوتاہیاں نظر آئیں یا نامناسب بات نظر آئے ان پر ندامت وشرمندگی کے

ساتھ توبہ کرے۔

بیعت کی حقیقت

بیعت درحقیقت ایک معاہدہ ہے، جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کا طلبگار ہے وہ کسی شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر معاہدہ کرتا ہے کہ میں گزشتہ گناہوں سے توبہ تائب ہوتا ہوں، آیندہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہونگا، اور ظاہری اور باطنی اعمال کی پابندی کرونگا اس کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے، یہ عمل مسنون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اسلام اور جہاد پر بیعت کے علاوہ سلوک واحسان پر بھی بیعت لی ہے۔ مثلاً کالنصح لکل مسلم ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کا وعدہ لینا۔ وان لایخافوا فی اللہ لومہ لائم یعنی اس بات کا وعدہ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا پرواہ نہ کرنا۔

وان لایسئلوا الناس شیئا اس بات کا وعدہ کہ غیر اللہ سے سوال نہ کرے یہ وہ اعمال ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی ہے اور یہ باطنی اعمال ہیں، نیز ایک اور حدیث میں ظاہری اعمال کی پابندی پر بیعت لینے کا بھی ذکر ہے۔

عن عوف بن مالك الاشجعي رضي الله تعالىٰ عنه قال: كنا عندالنبي صلى الله عليه وسلم تسعة اوثمانية او سبعة فقال الا تبايعون رسول الله صلى الله عليه وسلم فبسطنا ايدينا وقلنا على ماnبايعك يارسول الله قال ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وتصلوا صلوات الخمس وتسمعوا وتطيعوا (الحديث اخرجه مسلم ابوداؤد ونسائي)

یعنی حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات، ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟

ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس چیز پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان باتوں پر۔

① کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

② اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔

③ اور پانچواں نمازیں پابندی سے پڑھو۔

④ احکام شریعت سنو اور مانو۔ (مسلم، ابوداؤد ونسائی نے اس حدیث کو روایت کیا)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جو بیعت لی، یہ نہ بیعت اسلامی تھی نہ بیعت جہاد، لہٰذا اس حدیث میں بیعت مرجہ فی المشائخ کا صریح ثبوت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیعت سنت ہے۔ (شریعت وتصوف)

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

تصوف کی اصطلاحات شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ چیزیں شریعت سے الگ ہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

شریعت احکام ظاہرہ وباطنہ کا مجموعہ ہے اور طریقت صرف احکام باطنہ کو کہا جاتا ہے اس لئے طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ شریعت کے تمام احکام ظاہرہ وباطنہ کی کامل اتباع کی بدولت بعض حقائق تکوینیہ وتشریعیہ کا انکشاف ہوتا ہے یہ حقیقت ہے شریعت کے اتباع اور علوم کے انکشافات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اسے معرفت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض

اصطلاحات کے گرداب سے نکالکر اپنی معرفت ومحبت عطا فرمائیں، آمین (احسن الفتاوی)

ضرورت شیخ

عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال استاد کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ تو جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو، استاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہئے، جس کی تعلیم کے فیض اور صحبت کی برکت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔

(تشریح:) یعنی آدمی جس فن میں بھی کمال حاصل کرنا چاہتا ہے اس فن کے ماہرین کی صحبت اٹھائے، مثلاً کوئی درزی بننا چاہتا ہے تو کسی ماہر درزی کے پاس بیٹھنا ہوگا، منطق حاصل کرنا چاہے تو کسی منطقی استاد کے پاس بیٹھنا ہوگا، نحو حاصل کرنا چاہے تو کسی نحوی کے پاس، تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر کے اللہ والا بننا چاہے تو کسی اللہ والے کی جوتی سیدھی کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر عادۃ یہ دولت نہیں ملتی۔

❶ گر ہوائے این سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر وپس بیا
❷ بے رفیق ہر کہ شد در راہ عشق — عمر بگزشت ونشد اگاہ عشق

یعنی اے دل اگر عشق الٰہی حاصل کرنے کے سفر کی خواہش ہے تو رہبر کامل کا دامن تھام لو اور چلے آؤ۔

کیونکہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی لیکن وہ عشق سے آگاہ نہ ہو سکا۔

❶ صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند
❷ ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا — گو نشید در حضور اولیاء
❸ یک زمانہ صحبت باولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
❹ صحبت نیکاں اگر یک ساعت است — بہتر از صد سالہ زہد وطاعت است

ترجمہ: ❶ نیک وصالح شخص کی صحبت تمہیں نیک بنادے گی، برے آدمی کی صحبت تمہیں برا بنادے گی۔

❷ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کا طلب گار ہو اس کو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے۔

❸ اللہ والوں کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا، سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

❹ ایک گھڑی بھی نیک لوگوں کی صحبت میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد وطاعت سے بہتر ہے۔

اشکال وجواب:

بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ ذکر واشغال اور وظائف کسی شیخ سے پوچھ کر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آدمی براہ راست قرآن وحدیث پڑھ کر ان سے ہدایت حاصل کرے۔ احادیث سے اوراد وظائف دیکھ کر پڑھنا شروع کردے۔ الگ سے کسی پیر سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی ایک خط کا جواب ارشاد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اصلاحی تعلق قائم کرنے کا اصل مقصد اپنے اندر موجود باطنی امراض کا علاج ہے۔ کیونکہ یہ باطنی امراض وصول الی اللہ سے مانع ہیں۔ نیز یہ کہ کسی شیخ کامل کی صحبت کے بغیر اولاً تو آدمی کو یہ احساس ہی کم ہوتا ہے کہ میرے اخلاق ناپسندیدہ ہیں، میں غرور، حسد، کینہ، حب جاہ، وحب مال جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہوں، اور اگر کبھی احساس ہو جائے اور اپنے طور پر اس کا علاج شروع کردے تو نتیجہ کبھی یہ نکلتا ہے کہ آدمی

سمجھتا ہے کہ بیماری ختم ہوگئی لیکن بعد میں موقع آنے پر دوبارہ وہی بیماری سامنے آتی ہے۔ مثلاً ذکر الٰہی پر مداومت سے ایسا معلوم ہوا کہ غصہ کا مرض ختم ہو گیا ہے، لیکن جیسے اس کا موقع آتا ہے پھر بے جا غصہ صادر ہو رہا ہے یا سمجھ لیا گیا کہ جھوٹ کا مرض چھوٹ گیا ہے، لیکن موقع آنے پر پھر خود بخود جھوٹ صادر ہو رہا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ کسی شیخ کامل سے مضبوط تعلق قائم ہو اور ان سے رابطہ رکھا جائے، اپنے اندر جو باطنی امراض ہیں، ان کی اطلاع دے کر، نسخہ حاصل کیا جائے اور علاج کے لئے جو نسخہ بتائے اس پر بلا چوں و چرا عمل کیا جائے اور شیخ کی تعلیم فرمودہ اوراد وظائف کی پابندی کی جائے، مراقبہ ومحاسبہ پر مداومت ہو، نفس کی خوب نگرانی ہو تو اس سے انشاء اللہ بہت جلد حالات میں تبدیلی آئے گی، اللہ تعالیٰ کی رضا ومحبت حاصل ہوگی، دل کو سکون نصیب ہوگا۔ زندگی اطمینان والی ہو جائے گی۔ (ملخص از شریعت وتصوف)

اب شیخ کامل کی کیا پہچان ہے اس کی علامات کیا ہیں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ رابطہ کرنا آسان ہو۔

علامات شیخ

اس مقام پر شیخ کامل کی شرائط وعلامات مرقوم ہوتے ہیں:

① شریعت کے علم سے بقدر ضرورت واقف ہو، چاہے باقاعدہ کتابیں پڑھ کر حاصل کرے یا علماء (مفتیان) کرام کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کرے۔ تاکہ عقائد اور اعمال کے فساد سے وہ خود بھی محفوظ رہے اور مریدین کو بھی محفوظ رکھ سکے، ورنہ اس کا مصداق ہوگا۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

کہ خود راستہ بھولا ہوا ہے، دوسرے کی کیا رہنمائی کرے گا۔

(تعلیم الدین، باب بیعت)

(تشریح:) پیرومرشد کے عقائد کا درست ہونا اور شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے، جو کہ صحیح علم پر موقوف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عقائد کا صحیح علم بھی رکھتا ہو، نیز فرائض وواجبات اور ضروری حقوق کے علم سے بھی واقف ہو۔

② متقی ہو، قصداً عمداً کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔ اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ (تعليم الدين للتهانوي)

(تشریح:) شیخ کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ فاسق نہ ہو صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے کبھی غلطی سے صادر ہو جائے تو توبہ واستغفار کر کے پاک صاف ہو جائے۔

③ تارک دنیا، راغب آخرت ہو، ظاہری وباطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو، ورنہ قلب پر برا اثر پڑے گا۔ (تعليم الدين باب بيعت)

(تشریح:) شیخ کا یہ وصف ہونا چاہئے کہ دنیا کے مال ودولت سے دل نہ لگائے بلکہ آخرت کی طرف ہی راغب رہے۔ اعمال صالحہ کا پابند ہو، اس پر مداومت کرے، کیونکہ جو شخص اعمال صالحہ کی پابندی نہیں کرتا ہے اس کے دل پر برا اثر پڑتا ہے۔

④ مریدوں کا خیال رکھے، کسی مرید سے کوئی فعل شریعت یا طریقت کے خلاف صادر ہو جائے تو ان کو متنبہ کرے۔ توجہ دلائے۔

⑤ بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو، یعنی کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر ان سے فیوض وبرکات حاصل کئے ہوئے ہوں۔ (تعليم الدين باب بيعت)

(تشریح:) شیخ کے لئے ضروری ہے کہ کسی شیخ کامل کی صحبت سے فیض یافتہ ہو، ورنہ تصوف اور اس کے رموز سے ناواقف ہوگا۔ تو مریدین کی صحیح رہنمائی نہیں کر پائے گا۔

⑥ ان کی مجلس میں بیٹھنے کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جائے، اور دنیوی خیالات وتفکرات میں کمی واقع ہو جائے۔ (فروع الايمان للتهانوي:١٦)

⑦ عوام الناس کی بجائے ،خواص علماء صلحاء کے نزدیک ان کی مقبولیت زیادہ ہو۔(فروع الایمان:۱٦)

تشریح: یعنی علماء وصلحاء دیندار طبقہ کا ان پر زیادہ اعتماد ہو، اور وہ ان کی طرف زیادہ رجوع کرے۔ آنا جازیادہ رکھے۔

⑧ ان کا کلام زمانہ سابق میں گزرے ہوئے بزرگوں کے کلام کے مشابہ ہو۔(فروع الایمان:۱٦)

⑨ کسی کامل شیخ کی جانب سے اجازت یافتہ ہو۔

(تشریح:) یعنی کسی کامل شیخ ولی اللہ نے ان کو بیعت کا سلسلہ جاری رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہو، جس کو اصطلاح میں خلیفہ مجاز کہا جاتا ہے۔

⑩ ان کے مریدین میں سے اکثروں کی حالت درست ہو۔

(سمعته من مرشدی)

(تشریح:) حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات سنی ہے کہ شیخ کامل کی ایک علامت ہے کہ ان کے مریدین میں سے اکثروں کی حالت درست ہو، یعنی ان سے تعلق رکھنے والوں میں یہ بات نمایاں ہو کہ وہ شریعت کی پابندی کریں، اعلانیہ گناہوں میں مبتلا نہ ہوں۔

اس مقام پر دو باتیں قابل تنبیہ ہیں:

① شیخ کامل میں کشف وکرامات ،اور خوارق کا ظاہر ہونا اور تارک کسب ہونا ضروری نہیں، بلکہ دنیا کا حریص ولالچی نہ ہو۔(تعلیم الدین باب بیعت)

(تشریح:) یعنی شیخ کامل کی اصل علامت متبع سنت ہونا ہے، جب کوئی شیخ شریعت وسنت کا تابع ہو، اب اگر ان سے کوئی کشف وکرامت ظاہر نہ ہو خرق عادت کوئی بات صادر

نہ ہوتو اس سے ان کی بزرگی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسی طرح ان کا کوئی ذریعہ معاش ہونا بھی بزرگی کے خلاف نہیں ہاں یہ ہونا چاہئے کہ دنیا کا لالچی اور حریص نہ ہو۔

ولنعم ماقال الحافظ رحمه الله تعالیٰ:

شاہد آن نیست کہ موئے ومیانے دارد
بندہ طلعت آں باشد کہ آنے دارد

(۲) دوسری بات یہ سمجھنے کی ہے کہ باطنی اخلاق کی درستگی، اسکے متعلق کسی شیخ سے رابطہ اور تعلیم وتعلم کے لئے بیعت ہونا شرط نہیں، البتہ نفس بیعت کا مسنون ہونا اور بات ہے، کتنے اللہ والے ایسے کامل ہوئے ہیں کہ بیعت کے بغیر محض شیخ سے فیض حاصل کرتے رہے، ان کو باطنی حالات کی اطلاع دیتے اوران کے بتائے ہوئے نسخے استعمال کئے اور منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اس پر تجربے ومشاہدے ثابت ہیں۔ اس کے خلاف دعویٰ کرنا یہ اختلاف نہیں خلاف ہے۔ (سمعته مرشدی رحمه الله مرارا)

ریاضت اور مجاہدہ کے بیان میں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقوق نفس کو باقی رکھنا، اور حظوظ کو فانی کرنا مجاہدہ اور ریاضت کہلاتا ہے۔

تشریح: یعنی نفس کے بعض تقاضے تو وہ ہیں جن کے بقاء ضروری ہیں ان کے بغیر نفس زندہ نہیں رہ سکتا، جیسے اتنا کھانا اور پینا اور سونا جس سے جسم میں ضعف پیدا نہ ہو، عبادت اور طاعات کی قوت باقی رہے۔

نفس کے دوسری قسم کے تقاضے جن کا تعلق نفسانی خواہشات، لذات، اور مرغوبات سے ہیں جن سے نفس موٹا ہوتا ہے، اور سرکشی اختیار کرتا ہے اب مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ نفس کی مخالفت کی مشق اور عادت بنائی جائے تا کہ نفس کی خواہشات مغلوب ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضاء اور طاعات غالب رہے۔

تہذیب اخلاق

① ریاضت اور مجاہدہ سے اخلاق ذمیمہ کے اصول کا ازالہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان کی تہذیب ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان اصول کے آثار کا امالہ ہوتا ہے، یعنی ان برے اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے، مثلاً کسی شخص میں منجملہ اخلاق رذیلہ میں سے بخل اور غصہ موجود ہو تو ریاضت و مجاہدہ سے ان کی جڑ ختم نہیں ہوگی کہ غصہ اور بخل ہی ختم ہو جائے، بلکہ تہذیب اس طرح ہوگی کہ پہلے مواقع خیر، زکوٰۃ صدقات وغیرہ میں بخل کرتا تھا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر غصہ کرتا تھا، اب اسکی جگہ ناجائز مواقع میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتا ہے، اور خیر اور طاعت میں خرچ کرتا ہے، اب گناہگار فاسق و فاجر پر غصہ کرتا ہے، اسی طرح طاعات اختیار نہ کرنے پر اپنے نفس پر غصہ کرتا ہے تو بخل وغصہ وغیرہ جو اللہ تعالیٰ سے دوری کے اسباب ہیں، اب تہذیب کے بعد وہی قرب کے اسباب بن گئے۔ اور اس سے اس اختلاف کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ ریاضت سے اخلاق تبدیل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ اصول میں تبدیلی نہیں ہو سکتی البتہ آثار اور مصارف میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ حدیث ہے **اذا سمعتم برجل زال عن جبلة فلاتصدقوه.**

(التکشف جلد سوم: ص ۲۳)

ریاضت حیات روحانی کا ذریعہ ہے

اس میں شک نہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کی بدولت حیات روحانی حاصل ہوتی ہے۔ بندہ کے لئے تو یہ قید ہے کہ اس کی روحانی ترقی اسی طرح ہوگی اس لئے اس کو کوشش کرنا چاہئے لیکن حق تعالیٰ اس کا پابند نہیں کہ بندے کو صرف اسی طریقہ پر ہی روحانی حیات

عطا کرے۔ بلکہ حق تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ اس کے بغیر بھی کسی بندہ کو حیات روحانی عطا فرمادے، چنانچہ بہت سے بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے باطنی دولت وحیات روحانی عطا فرمادیتے ہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے کاموں میں افعال کی کیفیت اور طریقہ کوئی متعین نہیں کرسکتا ہے کہ وہ اس طرح ہوتا ہے۔

طریق سلوک اور طریق جذب

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچنے کے لئے ریاضت ومحنت کرتا ہے پھر اس کو وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو وصول الی اللہ پہلے حاصل ہوجاتا ہے پھر عبادت اور ریاضت کا شوق پیدا ہوتا ہے، اس کو طریق جذب کہتے ہیں۔

یعنی شروع میں کسی شیخ کامل کی صحبت سے، یا کسی بزرگ کی حکایت سننے سے یا بلا کسی ظاہری وجہ کے دل میں ایک قسم کی کشش اور کیفیت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوگئی، پھر تدریجا سلوک کی تفصیل کی تکمیل کرتا رہا۔ (تکشف جلد سوم ۹)

اخلاق حمیدہ کا بیان

یعنی وہ پاکیزہ اخلاق جنکو حاصل کرنے کی شریعت مطہرہ نے حکم دیا جن سے ایک انسان کامل انسان بنتا ہے، مومن صادق کہلاتا ہے، وہ چند باتیں ہیں توبہ، صبر، شکر، خوف خدا، رجا (امید)، زہد، توحید کامل، توکل، محبت، شوق واخلاص، صدق، مراقبہ محاسبہ، تفکر آخرت۔

قسم دوم: ''اخلاق ذمیمہ'' کا بیان

اخلاق ذمیمہ میں چند چیزیں ہیں:

❶ شہوت نفس ❷ زبان کی آفات۔ ❸ غضب (غصہ)

❹ حقد (کینہ) ❺ حسد ❻ حب دنیا (دنیا کی محبت)

❼ بخل ❽ حرص ❾ حب جاہ (منصب کی محبت)

❿ ریاکاری ⓫ عجب (خود پسندی) ⓬ غرور وتکبر

فصل (۲) زبان کی آفات کے بیان میں

یہ بہت سی آفتیں ہیں:

① فضول اور لایعنی باتیں کرنا۔

② خلاف شرع باتیں کرنا۔

③ ناحق بحث ومباحثہ کرنا۔

④ آپس میں تکرار لڑائی جھگڑا کرنا۔

⑤ تصنع اور تکلف کے ساتھ باتیں کرنا۔

⑥ گالی گلوچ کرنا۔

⑦ کسی پر لعنت کرنا۔

⑧ گانا بجانا۔

⑨ ایسی دل لگی اور مذاق کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے۔

⑩ کسی کا راز ظاہر کرنا۔

⑪ جھوٹا وعدہ کرنا۔

⑫ جھوٹ بولنا

⑬ جھوٹی قسمیں کھانا۔

⑭ جھوٹی گواہی دینا۔

⑮ غیبت کرنا۔

⑯ چغلخوری کرنا۔

⑰ دو لڑنے والوں میں دو طرف جا کر دورو یہ باتیں بنانا۔

⑱ کسی کی زیادہ تعریف وخوشامد کرنا، (تا کہ دنیوی مال ومنصب وغیرہ حاصل ہو۔)

⑲ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں محض تخمینے اندازے سے گفتگو کرنا۔

⑳ علماء سے فضول و بے فائدہ سوالات کر کے ان کے اوقات ضائع کرنا۔

زبان کی آفات کا علاج:

علاج ❶...... جو بات کہنا ہو پہلے تھوڑی دیر تامل کرے کہ میری یہ بات خلاف شرع تو نہیں، اس سے اللہ تعالیٰ جو ہر بات کو دیکھنے اور سننے والے ہیں وہ ناراض تو نہیں ہونگے، اگر ایسا کرے تو انشاء اللہ منہ سے کوئی خلاف شرع بات نہیں نکلے گی۔

(تعلیم الدین ۸۰)

علاج ❷...... ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رکھے اور یوں سمجھے کہ میرا اصلی کام ذکر اللہ ہے، اس سے کوئی وقت خالی نہ جانا چاہئے، اگر ایسا کرے تو فضول لایعنی اور گناہ کی بات کرنے کا دل نہیں چاہے گا کیونکہ اس کو اپنے اصلی کام میں مخل پائے گا۔

چار رکعت نفل:

پھر بھی اگر کوئی فضول بات صادر ہو جائے تو چار رکعت نفل بطور جرمانہ کے ادا کی جائیں اور نفس کو خطاب کیا جائے ایسی حرکت کرے گا تو یہ سزا ہوگی تجھ پر ایسی مشقت ڈالوں گا۔ (الامداد تربیت السالک محرم ۱۳۲۸ھ)

فصل غضب (غصہ) کے بیان میں

غصہ کی ماہیت یہ ہے کہ انتقام لینے کا جذبہ دل میں جوش مارے،

غصہ کا علاج:

اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً یہ خیال کرے جتنی قدرت مجھے اس شخص پر ہے اللہ تعالیٰ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کیا کرتا ہوں، اگر وہ بھی میرے ساتھ یہی معاملہ فرمائے تو میرا کیا بنے گا؟ اور یہ بھی سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، میں کیا چیز ہوں، اللہ تعالیٰ کی مشیت کا مقابلہ کروں، اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے، اور اگر اس وقت کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، جو بیٹھا ہو لیٹ جائے، ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے، اگر اس سے بھی غصہ نہ اترے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جائے یا اسے اپنے سے دور کر دے۔ (تعلیم الدین ۸۱)

فصل (۱۳) بدنظری کا علاج

نامحرم عورتوں کو دیکھنا یا بے ریش لڑکوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے اگر کسی کو غلط عادت پڑ گئی ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی عورت سامنے آئے یا ایسا بے ریش لڑکا سامنے آئے تو فوراً نظر کو نیچی کر لینی چاہئے اور قلب کی توجہ بھی ہٹا لینی چاہئے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فوراً خیال کو ہٹا کر دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے اور یہ خیال کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو میری بے جا حرکت کی سب کچھ خبر ہے۔

(من فیوض مرشدی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

عورت اور مرد سے عشق کی مذمت اور اس کا علاج

(اگر کوئی مرد کسی عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے یا کوئی عورت کسی مرد کے عشق میں

مبتلا ہو جائے یہ بہت خطرناک بات ہے کیونکہ غیر اللہ سے ناجائز عشق ایک بڑا گناہ ہے، اور سالک طریق کے لئے زہر قاتل ہے یہ دنیا وآخرت دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض عشق کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے، لا الہ الا اللہ کو پانچ سو بار اس تفصیل سے پڑھے کہ لا الہ کے ساتھ تصور کیا جائے کہ اس مردار معشوق کے تعلق کو دل سے باہر نکال دیا، اور ''الا اللہ'' کے ساتھ یہ تصور کرے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قلب میں داخل کیا، اس کے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کے روبرو جانا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس ناجائز کام کے متعلق سوال کریں گے تو کیا جواب دوں گا؟

اس کے بعد اس مرد یا عورت کے مرنے کا تصور کیا جائے کہ مر کر گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے صورت بگڑ جائے گی، کہ دیکھنے والوں کو بھی نفرت ہوگی، اور استغفار کی کثرت کرے۔ (تربیت السالک جلد اول)

دوسرا علاج:

اس مرض کا دوسرا علاج یہ ہے کہ اس شخص سے جسمانی اور ذہنی طور پر دوری اختیار کرے۔ جسمانی طور پر دوری تو یہی ہے کہ اس سے نہ ملے، بات چیت نہ کرے۔ اس سے سلام دعا نہ رکھے، ذہنی طور پر دوری یہ ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کرے، اور نہ سنے قصداً اس کا تصور دل میں نہ لائے، اگر بلا قصد تصور آئے تو فوراً دوسری طرف متوجہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے عجز وانکساری الحاح وزاری کے ساتھ دعا بھی کرتا رہے۔

(تربیت السالک ص ۶۷ جلد دوم)

ان رزائل کے ازالہ سے باقی رزائل سب دفع ہو جائیں گے چنانچہ یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

اخلاق حمیدہ وذمیمہ پر مشتمل اشعار

ان اوصاف حمیدہ اور ذمیمہ کو کسی بزرگ نے اختصار اور اجمال کے ساتھ دو رباعیوں میں جمع فرمایا وہ رباعیاں یاد رکھنے کے قابل ہیں بلکہ وظیفہ بنانے کے قابل ہیں۔

رباعی

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم — نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

صبر وشکر وقناعت وعلم یقین — تفویض وتوکل ورضاء وتسلیم

اگر تم اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے نفس کو نو چیزوں کی تعلیم کرو۔

(۱)...... صبر (۲)...... شکر (۳)...... قناعت

(٤)...... علم (۵)...... یقین (٦)...... تفویض

(۷)...... توکل (۸)...... رضا (۹)...... تسلیم

رباعی

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ

دہ چیز بیروں کن از درون سینہ

حرص وامل وغضب ودروغ وغیبت

بخل وحسد ورياء وكبر وكينہ

اگر تم یہ چاہو کہ تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی محبت قبول کرنے کے لئے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہو جائے تو دس چیزوں کو اپنے سینہ سے باہر نکال دو۔

(۱)...... حرص (۲)...... حب جاہ (۳)...... غصہ

(٤)...... جھوٹ (٥)...... غیبت (٦)...... حسد

(٧)...... ریاکاری (٨)...... تکبر (٩)...... کینہ (١٠)...... بخل

(تعلیم الدین ۸۴، تسہیل الریاضت منقول عن الابتلاء لاہل الاصطفاء)

ذکر پر مداومت

ذکر پر مداومت کرنا ایک مقام رفیع ہے، حضور قلب اور ذوق وغیرہ حالات ہیں (جو کہ محمود تو ہیں مقصود نہیں) مقام حال سے افضل ہوتا ہے، البتہ ذکر کے وقت احضار قلب یعنی دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا ضروری ہے، پھر اس پر حضور تام مرتب ہو یا نہ ہو (اس کی پروا نہ کرے) (تربیت السالک ج ۱ ص ۴)

استقامت علی الذکر:

ذکر پر استقامت حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ خوب کثرت سے ذکر کیا جائے (من فیوض مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ) ذکر کی کثرت مطلوب ہے لیکن اس کا دوام اس سے زیادہ مطلوب ہے اب ذکر پر مداومت عادۃً صحت کی بحالی پر موقوف ہے لہٰذا صحت بھی مطلوب لغیرہ ہے۔ (تربیت السالک ۳۳)

ذکر کی مداومت سے دل کا انتشار (یعنی ادھر ادھر کے خیالات) ختم ہو جاتا ہے۔

(تربیت السالک ج ۱ ص ۱۷)

ذکر میں کوتاہی نہ کرے

پابندی کے ساتھ ذکر کرنا اور کبھی کوتاہی ہو جائے تو استغفار کرنا یہ بھی ایک درجہ میں ذکر ہی کے قائم مقام ہے اور ترقی کی علامت ہے۔ (من برکات مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ)

ذکر میں لذت نہ آئے تو؟

اگر ذکر میں لذت نہ آئے تو پریشان نہ ہونا چاہئے (بلکہ پابندی سے ذکر کرتا رہے) جس روز لذت آئے اس روز اس کو غذا سمجھے اور جس روز لذت نہ آئے اس روز اس کو دوا سمجھے۔ (الامداد بابت ربیع الاول ۳۶ھ)

ذکر کے لئے ایک وقت مقرر کر کے روزانہ اسی وقت ذکر کرنا، متفرق اوقات میں ذکر کرنے کی بنسبت زیادہ فائدہ مند ہے۔ (تربیت السالک ج ۲ ص ۵)

(تشریح:) یعنی جس طرح جسمانی غذا کے لئے وقت مقرر کرنا صحت کے لئے مفید ہے ذکر روحانی غذا ہے اس کے لئے بھی وقت مقرر کرنا چاہئے تاکہ معین وقت پر ذکر کرنے سے روحانی غذا زیادہ حاصل ہو۔

نسبت اور صاحب نسبت

مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک لذیذ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ذکر میں مواظبت سے اس میں رسوخ پیدا ہو جاتا ہے صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں اور اس نسبت کو ولایت اور مقبولیت بھی کہتے ہیں۔ (تربیت السالک ص ۵۶ ج ۲)

(تشریح:) ذکر اللہ کی کثرت اور دوام سے نیز کامل اتباع سنت سے قلب یعنی روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص تعلق پیدا ہو جاتا ہے، یہ تعلق دو طرفہ ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا بندہ سے قبول و رضا کا تعلق اور بندہ کا حق تعالیٰ سے طاعات و ذکر کا تعلق، اسی طرح تعلق قائم ہو جانے کو نسبت قائم ہونے سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کو یہ نسبت حاصل ہو اس کو صاحب نسبت بزرگ اور ولی کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ نسبت و تعلق تو آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے دیکھنے والوں کو پتہ ہی نہیں چلتا، البتہ اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ تمام افعال، اقوال، اعمال و احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے۔ دیکھا جائے ہر ہر بات میں اتباع سنت

کی کوشش ہو۔ اور یہ اتباع سنت عادت بن جائے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں۔

اسماء گرامی حضرات سلاسل اربعہ

سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

سلسلہ سہروردیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ

ختم خواجگان چشت کا طریقہ

ہر مشکل اور مہم کے واسطے وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے پہلے دس بار درود شریف، اس کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ **لاملجأ و لا منجأ من الله الا اليه** پڑھ کر سورۂ الم نشرح تین سو ساٹھ بار پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

یاقاضی الحاجات ویاکافی المهمات ویا دافع البليات ياحل المشكلات يارافع الدرجات ياشافي الامراض يامجيب الدعوات ياارحم الراحمين تین سو ساٹھ بار پڑھے اور درود شریف پڑھ کر ختم کرے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنی مرادیں مانگے۔ (ضیاء القلوب کلیات امداد ۵)

ذکر پاس انفاس

سانس باہر کرتے وقت لفظ اللہ کو سانس میں لائے، اور سانس لیتے وقت ''ھو'' کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن ہر جگہ اللہ ہی کا ظہور ہے اور ذکر کی اس قدر غیر معمولی زیادتی کرے کہ سانس ذکر کی عادی ہو جائے۔ اور حالت بیداری و غفلت میں ذاکر

رہے۔اور پاس انفاس سے بہرہ ور ہو اللہ کے ماسوا ہر چیز سے قلب صاف ہو جائے چونکہ یہ ذکر دل کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کر کے انوار الٰہی کا مہبط (اترنے کی جگہ) بنا دیتا ہے اس لئے اس کو اصطلاح صوفیہ میں جاروب قلب کہتے ہیں۔

(کلیات امداد: ص ۱۹)

لطائف ستہ

انسان کے جسم میں چھ جگہیں انوار اور برکتوں سے پر ہیں اور یہی لطائف کہلاتے ہیں

اول لطیفہ قلبی:

اس کی جگہ بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے اور اس کا نور سرخ ہے۔

لطیفہ روحی:

اس کی جگہ دائیں پستان سے دو انگلی نیچے اس کا نور زرد ہے۔

لطیفہ نفس:

اس کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔اور اس کا نور زرد ہے۔

لطیفہ سری:

اس کی جگہ سینہ کے درمیان ہے اور اس کا نور سبز ہے۔

لطیفہ خفی:

اس کی جگہ ابرو کے اوپر ہے۔اور اس کا نور نیلگوں ہے۔

لطیفہ اخفی:

اس کا مقام ام الدماغ اور اسکا نور سیاہ ہے آنکھ کی سیاہی کے مانند ہے۔

(کلیات امداد: ص ۹۷)

ذکر اسم ذات کا طریقہ

ذکر اسم ذات کا طریقہ جو لطائف ستہ سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ زبان تالو سے لگا کے اور آنکھیں بند کر کے بزبان خیال دل صنوبری سے اللہ اللہ کہے، اس طرح سے کہ اس اسم کو غیر ذات نہ جانے، اس حیثیت کو حتی المقدور اٹھتے بیٹھتے ترک نہ کرے، اسی طرح چھ لطیفوں کو ترتیب مذکور کے ساتھ جاری کرے۔ یہاں تک خود ان کے ذکر سے واقف ہو۔

بارہ تسبیح کا طریقہ

لا الہ الا اللہ دو سو مرتبہ، سر کو قلب کے سامنے لے جائیں اور کسی قدر جھکا کر لا کو قلب سے نکلتا ہوا تصور کریں۔ اور چہرہ کو لا الہ کہتے ہوئے دائیں مونڈھے تک پھیریں اور یہ خیال کریں کہ ماسوی اللہ کو قلب سے پھینک کر پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا، یہاں پر سانس توڑ دیں اور دوبارہ سانس لے کر وہاں سے ہی الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائیں۔ جیسے کہ لوہار کا ہتھوڑا لوہے پر زور سے پڑتا ہے۔ اس طرح الا اللہ کی ضرب دل پر پڑے اور یہ تصور ہو کہ قلب میں اللہ ہی کی محبت کو ڈال رہا ہوں، یہی حال لا الہ الا اللہ کے تمام ذکر میں جاری رکھے آواز بہت زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہیں۔ دل لگا کر خوش الحانی کے ساتھ ذکر کیا کریں۔ اور معنی کا خیال رکھیں۔ ۲۵، ۳۰ مرتبہ ذکر کرنے کے بعد سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہہ لیا کریں۔

الا اللہ چار سو مرتبہ۔ سر کو قلب کے سامنے رکھ کر قلب پر چوٹ لگائیں اس طرح کہ گویا ایک ہتھوڑا قلب پر الا اللہ کا پڑ رہا ہے۔ اس تصور کے ساتھ کہ میرے قلب میں محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس میں سر کو پھیرنا نہیں ہے۔ اللہ اللہ چھ سو مرتبہ سر کو قلب کے ساتھ رکھ کر پہلے لفظ اللہ کے ال کی ضرب قلب پر لگائیں اور لفظ لہ کو بغیر ضرب کے کہیں۔ ان دونوں میں

سرکوصرف نیچا اونچا کرنا ہوگا۔ چکر نہیں دینا ہوگا۔ اور یہ تصور رکھنا ہوگا کہ قلب میں صرف اللہ ہی کی محبت ہے اور وہی محبوب ہے۔ اللہ سو مرتبہ۔ اس میں مثل سابق صرف ال پر ضرب ہوگی۔ آواز بہت بلند کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتنی ہونی چاہئے کہ خود سنے اور اگر کوئی پاس ہوتو وہ بھی سن لے۔ دماغ پر زور پڑے گا اس لئے زیادہ زور سے نہ کرنا چاہئے اور خوش الحانی سے ذکر کرنا دل لگنے کا باعث ہوتا ہے۔ (سلوک طریقت ص ۵۹)

ذکر قلبی کا طریقہ

قلب بائیں پستان کے چار انگل نیچے واقع ہے۔ خیال کیجئے کہ اسم ذات ''اللہ'' قلب سے نکل رہا ہے۔ زبان کو حرکت نہ ہو اور انگلیوں سے تسبیح کے دانوں پر اس ذکر خیالی قلبی کو شمار کرتے جائیں۔ خواہ ایک مجلس میں ہو یا چند مجلسوں میں۔ مگر دو ہزار کی مقدار شب وروز میں ضرور پوری ہوجائے۔ اس میں کمی نہ ہو۔ (از سلوک طریقت ص ۱۹۴)

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند منتخب اشعار

کبھی کسی خاص کیفیت کے تحت یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے

من چہ گویم یک رگم ہوشیار نیست
شرح آں یار کہ اورا یار نیست

اور کبھی جوش محبت میں یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا

کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاس بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

کبھی عجیب درد سے یہ شعر پڑھتے سنا ہے

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

کبھی یہ شعر پڑھتے سنا

کس طرح فریاد کرتے ہیں ہمیں بھی دو بتا
اے اسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ہوئے سنا

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے
اے سیل اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے

اور ایک وارفتگی کے عالم میں والہانہ انداز سے کبھی یہ شعر بھی سنا

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

کبھی یہ شعر عجیب انداز محبت سے پڑھتے سنا

میں ہوں اور حشر تک اس دور کی جبیں سائی ہے
سر زاہد نہیں یہ سر سر سودائی ہے

کبھی اپنے مرشد حضرت تھانوی کی شان میں یہ شعر پڑھتے سنا

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
تو نے دیکھے ہی نہیں ناز ونزاکت والے

حاصل تصوف

وہ ذراسی بات جو حاصل تصوف کا یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو، سستی کا مقابلہ کرکے اس طاعت کو کرے، اور جس گناہ کا تقاضہ ہو تو تقاضے کا مقابلہ کرکے اس

گناہ سے بچے۔

جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں، کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کا محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔ (حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

چند پسندیدہ اشعار

الکرب مجتمع والصبر مفترق
والقلب محترق والدمع مستبق

بے چینیوں کا ہجوم ہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ دل جل رہا ہے، آنسو تھم نہیں رہے ہیں۔

کیف القرار علی من لا قرار لہ
مما جناہ الھوی والشوق والقلق

وہ کیسے قرار پاسکتا ہے جو بے قرار ہوگیا، رضاء الٰہی کی خواہش دیدار الٰہی کے شوق اور قلق سے۔

یارب ان کان شیئ فیہ لی فرج
فامنن علی بہ مادام بی رمق

اے رب اگر کوئی ایسی چیز ہے جس میں میرے لئے سامان سکون ہو تو وہ مجھے عطا فر جب تک میری زندگی کی رمق باقی ہے۔

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھکو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم میں ترے دل شاد رہے

اپنی نظر سے سب کو گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ما ہے

چہ کنم چشم یک بین نکند بکس نگاہے

دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا

میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

تری نگاہ کے مجروح اور بھی ہیں کئی

کسی کے دل میں رہی اور کسی کے پار گئی

مگر مجھ سے ہی کی تو نے ترک بات نئی

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدئی

بحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدئی

عدم کے جانے والو! کوچۂ جاناں میں جب جانا

ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے

رنگ وتقویٰ ورنگ صدق ویقین

تا ابد باقی بود بر عابدین

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسن کلام سے ہوگی

ذکر کے التزام سے ہوگی، فکر کے اہتمام سے ہوگی

ہزار بار بشویم دھن زمشک وگلاب

ہنوز نام تو گرفتن کمال بے ادبی است

مراد ما نصیحت بود کردیم

حوالہ باخدا کردیم ورفتیم

توبہ کی اہمیت اور ضرورت

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے مطالبہ ہے کہ مکمل بندگی اختیار کریں اور مکمل طور پر اسلامی زندگی اپنائیں، ادخلوا فی السلم کافۃ'' اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عبادت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرو۔

''وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین''

اور اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ تمام ظاہری و باطنی گناہوں سے نافرمانیوں سے باز رہو۔

''وذروا ظاھر الاثم وباطنہ''

لیکن انسان بحیثیت انسان ہونے کے کبھی نفس کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر اور کبھی شیطان کے ورغلانے سے خطا و قصور کا ارتکاب کر لیتا ہے مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے بعض گناہوں کا تو اس کو علم ہوتا ہے کہ یہ گناہ کے کام ہیں اور وہ سمجھتا بھی ہے کہ گناہ کر رہا ہوں۔

جیسے زنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، دھوکہ، فریب، جھوٹ، الزام تراشی، سود، رشوت، شلوار پاجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانا، حرام ملازمت اختیار کرنا، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا، وغیرہ۔

اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ عام طور اس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ میں گناہ کر رہا ہوں مثلاً حسد کرنا، کسی سے بغض و عداوت رکھنا، غیبت کرنا، غرور و تکبر میں مبتلا ہونا، کسی کو حقیر سمجھنا، غصے میں آپے سے باہر ہو جانا اور پھر اس کے نتیجہ میں ظلم و ستم دیگر گناہوں کا ارتکاب وغیرہ۔

بہرحال گناہ ظاہری ہو یا باطنی اگر اس سے توبہ کر کے اپنے کو پاک وصاف نہ

کیا جائے تو دنیا و آخرت کے لئے تباہ کن ہے۔

گناہ کے دنیوی نقصانات

گناہ کے دنیوی نقصانات بے شمار ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

1. لوگوں کا نفرت کرنا۔
2. علم دین سے محروم ہونا۔
3. ہر وقت دل گھبرانا، دل کا بے چین ہونا۔
4. نیک لوگوں سے وحشت ہونا۔
5. دنیا کے کام اور ضروریات پوری کرنے میں دشواری پیش آنا۔
6. دل کا سیاہ ہو جانا، دل میں ظلمت و اندھیرا پیدا ہونا۔
7. زندگی کا مختصر ہو جانا۔
8. دل و جسم کا کمزور ہونا۔
9. طاعات و نیکی کے کاموں سے محروم ہونا۔
10. اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بے قدر ہو جانا وغیرہ۔

گناہوں کے اخروی نقصانات

گناہوں کے دنیوی نقصانات کے علاوہ اخروی نقصانات بے شمار ہیں، گنہگاروں کے لئے موت کی سختی، عذاب قبر، حشر کی رسوائی، جہنم میں طرح طرح کے عذاب کا ہونا، قرآن و حدیث کے نصوص ان سے پر ہیں چونکہ بات ہی ان لوگوں سے ہو رہی ہے جن کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان، قرآن و حدیث، یوم آخرت کو مانتے ہیں، اس لئے قرآن و حدیث میں گناہگاروں کے لئے بکثرت وعیدوں کا

ذکر کیا گیا ہے۔

یوم تجد کل نفس ماعملت من خیر محضرا وماعملت من سوء تود لو أن بینها وبینه أمدا بعیدا ویحذرکم الله نفسه والله رؤف بالعباد. (ال عمران: ۳۰)

جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی پائے گا اور ان کی برائی کو بھی دیکھ لے گا، تو آرزو کرے گا اے کاش اس میں اور اسی برائی میں دور کی مسافت ہو جاتی، اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره. (الزلزال: ۸،۷)

جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

بہر حال آخرت میں طاعات ونیکیوں کا اچھا بدلہ اور گناہوں کی سزا یقینی ہے۔

گناہوں کے دنیوی اور اخروی سزا سے بچنے کا راستہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دکھایا ہے کہ توبہ کریں گناہوں پر اصرار، ضد نہ کریں۔ بلکہ گناہوں کا احساس ہوتے ہی فورا توبہ کرلیں اور کثرت سے استغفار کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما کر گناہوں کو معاف فرما دیں گے، اس طرح دنیا میں بھی خوشی نصیب ہوگی اور آخرت میں عذاب سے نجات ہوگی اور جنت میں راحت وسکون کی زندگی نصیب ہوگی۔

اب ہم توبہ کے سلسلہ میں آیات واحادیث پیش کرتے ہیں جس کے ضمن میں توبہ کا طریقہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

وعن الاغر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه

وسلم یاأیهاالناس توبوا الی الله فانی أتوب الی الله فی یوم مأة مرة.

(رواه مسلم)

ترجمہ...... حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ کے حضور توبہ کرو، کیونکہ میں روزانہ سو مرتبہ اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم ص ۳۴۶ ج ۲)

تشریح:...... اس حدیث مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کی طرف توجہ دلائی ہے چونکہ نفس وشیطان کے تقاضے پر لوگ گناہ کر بیٹھتے ہیں اس لئے توبہ کرتے رہنا از حد ضروری ہے، یہ اللہ جل شانہ کا انعام ہے کہ اس نے یہ قانون نہیں بنایا کہ گناہ پر ضرور ہی عذاب ہو، بلکہ جو شخص اللہ سے معافی مانگے اور اس کے حضور میں توبہ کرے جو سچے دل سے ہو تو اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیتے ہیں اور توبہ قبول فرمالیتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وهوالذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوعن السیأت ویعلم ما تفعلون ویستجیب الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات ویزیدهم من فضله والکفرون لهم عذاب شدید. (سورة الشوری)

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

سورۂ نور میں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وتوبوا الی الله جمیعا أیها المؤمنون لعلکم تفلحون.

اور مسلمانوں تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سورۂ تحریم کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا:

یاایھاالذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھٰر یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ .

اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو کہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

ان کے علاوہ متعدد آیات میں توبہ کا حکم اور توبہ کرنے والوں کی تعریف مذکور ہے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، تعداد میں زیادہ ہوں یا کم، سب زہر قاتل ہیں اسی لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی کوئی گناہ ہو جائے سچے دل سے توبہ کی جائے، صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ذریعہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں، لیکن کبیرہ گناہ صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، یوں اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے کہ بغیر توبہ بھی سب گناہ معاف فرمادے، لیکن یقینی طور پر معاف ہونے کے لئے توبہ کرنا لازم ہے جب سچے دل سے توبہ کے طریقہ کے مطابق توبہ کرلی جائے تو ضرور ہی قبول ہوتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

توبہ کی تین شرائط

① ندامت:

جو گناہ ہو چکا اس پر نہایت سچے دل سے شرمندہ اور پشیمان اور نادم ہونا، اپنی حقیر ذات کو دیکھنا اور اللہ جل شانہ جو احکم الحاکمین ہیں اور ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں

،ان کی ذات رفیع کی طرف نظر کرنا کہ ہائے ہائے مجھ جیسے حقیر اور ذلیل سے ایسی ذات پاک کی نافرمانی ہوگئی جو سب سے بڑا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

۲ پختہ عزم:

نہایت پختہ عزم کیساتھ یہ طے کرلینا کہ اب آئندہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

۳ تلافی مافات:

جو چیزیں حقوق اللہ میں سے یا حقوق العباد میں سے قابل تلافی ہوں ان کی تلافی کرنا، اور یہ بہت اہم ہے، بہت سے لوگ توبہ کرتے ہیں، لیکن توبہ کے اس تیسرے جزو کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

قضاء نمازیں پڑھنے کا طریقہ

حقوق اللہ کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے جن فرائض کو ترک کیا ہو اور جن واجبات کو چھوڑا ہو ان کی ادائیگی کرے، مثلاً حساب لگائے کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں میری کتنی نمازیں چھوٹی ہوئی ہیں، ان نمازوں کا اس قدر اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوں گی، پھر ان نمازوں کی قضا پڑھے، قضا نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بس یہ دیکھ لے کہ سورج نکلتا چھپتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو، سورج نکل کر جب ایک نیزہ کے بقدر بلند ہو جائے تو قضا اور نفل نمازیں سب پڑھنا جائز ہو جاتا ہے، اور نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد بھی قضا پڑھنا درست ہے البتہ جب غروب ہونے سے پہلے آفتاب میں زردی آجائے اس وقت قضا نہ پڑھے ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور تین رکعت نماز وتر یعنی کل بیس رکعت بطور قضا پڑھ لے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ لمبے سفر میں (جو کم از کم اڑتالیس میل کا ہو) جو چار رکعت والی نمازیں قضا ہوئی ہوں ان کی قضا دو ہی رکعت ہے جیسا کہ سفر میں دو ہی رکعت

واجب تھیں اگر گھر آ کر ان کی قضا پڑھے تو دو ہی رکعت پڑھے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ضروری نہیں جو نمازیں قضا ہوئی ہوں تعداد میں سب برابر ہوئی ہوں کیونکہ بعض لوگ نمازیں پڑھتے بھی رہتے ہیں اور چھوڑتے بھی رہتے ہیں بہت سے لوگ مرض کے ایام میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں، کچھ لوگوں کی فجر کی نماز زیادہ قضا ہو جاتی ہے، کچھ لوگ عصر کی نمازیں زیادہ قضا کر دیتے ہیں پس جو نماز جس قدر قضا ہوئی اسی قدر زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا کر نماز پڑھ لی جائے۔

قضا نماز پڑھنے میں غلط فہمی

عوام میں مشہور ہے کہ ظہر کی قضا نماز ظہر ہی میں پڑھی جائے اور عصر کی عصر ہی میں پڑھی جائے یہ درست نہیں ہے، جس وقت کی نماز جس وقت چاہیں قضا پڑھ سکتے ہیں اور ایک دن میں کئی کئی دن کی نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں اگر قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو ترتیب واجب نہیں رہتی، جون سی نماز پہلے پڑھ لے درست ہو جائے گی، مثلاً اگر عصر کی نماز پہلے پڑھ لی اور ظہر کی بعد میں پڑھ لی تو اس طرح بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

نفلوں کا اہتمام فرضوں سے غفلت

بہت سے لوگ نفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور برس ہا برس کی قضا نمازیں ان کے ذمہ ہیں، ان کو ادا نہیں کرتے، یہ بہت بڑی بھول ہے نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھ لیا کریں اور ان کے علاوہ بھی قضا نمازوں کے لئے وقت نکالیں اگر پوری قضا نمازوں کے ادا کئے بغیر موت آ گئی تو سخت خطرہ ہے۔

قضا نمازوں کی تعداد کا اندازہ

جب نمازوں کی تعداد کا بہت ہی احتیاط کے ساتھ اندازہ لگالیا تو چونکہ ہر نماز کثیر تعداد

میں ہے اور دن و تاریخ یاد نہیں، اس لئے حضرات فقہاء کرام نے آسانی کے لئے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب بھی کوئی نماز قضا پڑھنے لگے تو یوں نیت کرلیا کرے کہ میرے ذمہ (مثلاً) ظہر کی جو سب سے پہلی فرض نماز ہے اس کو اللہ کے لئے ادا کرتا ہوں، روزانہ جب بھی نماز ظہر ادا کرنے لگے اسی طرح نیت کرے، ایسا کرنے سے ترتیب قائم رہے گی، کیونکہ اگر کسی کے ذمہ ایک ہزار نمازیں قضا تھی تو ہزارویں نماز (ابتداء کی جانب) سب سے پہلے تھی اور اس کو پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی، اور جب تیسری بھی پڑھ لی تو اس کے پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی، اس کو خوب سمجھ لو۔

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کا حساب

اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں خوب غور کرے کہ مجھ پر کبھی فرض ہوئی ہے یا نہیں اور اگر فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں، جتنے سال کی زکوٰۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو ان سب کا محتاط اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے دے کہ اس سے زیادہ مال زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں مجھ پر واجب نہیں ہے۔

پھر اسی قدر مال زکوٰۃ مستحقین زکوٰۃ کو دے دے، خواہ ایک ہی دن میں دے خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کر دے ورنہ تھوڑا تھوڑا ادا کرتا رہے اور پختہ نیت رکھے کہ انشاء اللہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کردوں گا، اور جب بھی مال میسر آجائے ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقہ فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی نذر مان لے تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے ان میں سے جس کی بھی ادائیگی نہ کی ہو اس کی بھی ادائیگی کرے (واضح رہے گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے، اگر کسی نے ایسی نذر مانی ہو تو علماء سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرے)

قضا روزوں کی تلافی

اسی طرح روزوں کا حساب کرے کہ بالغ ہونے کے بعد جتنے فرض روزے چھوڑے ان سب کی قضا رکھے (قضا رکھنے کے مسائل علماء سے معلوم کرلیں) عورتیں عموماً روزہ رکھنے کی شوقین ہوتی ہیں، لیکن ان کے ساتھ ہر مہینہ والی مجبوری لگی ہوئی ہے اور اس مجبوری کی وجہ سے شرعاً حکم ہے کہ ان خاص دنوں میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں ان روزوں کی قضا رکھ لے، بہت سی عورتیں اس میں کمزوری دکھاتی ہیں اور بعد میں مذکورہ روزوں کی قضا نہیں رکھتیں خوب یاد رکھو، بالغ ہونے سے لے کر جتنے فرض روزے رہ گئے ہوں، سب کی قضا رکھنا لازم ہے۔ مرد وعورت دونوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

فرض حج کی قضا

حج بھی بہت سے مردوں اور عورتوں پر فرض ہو جاتا ہے، لیکن حج نہیں کرتے جس پر حج فرض ہو یا پہلے کبھی ہو چکا تھا اور مال کو دوسرے کاموں میں لگا دیا، وہ حج کرنے کی فکر کرے، جس طرح ممکن ہو اس فریضہ کا بوجھ اپنے ذمہ سے ساقط کردے اگر کسی پر حج فرض ہوا اور اس نے حج نہیں کیا اور اتنی زیادہ عمر ہوگئی کہ سخت مرض یا بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے حج کے سفر سے عاجز ہو اور موت تک سفر کے قابل ہونے کی امید نہ ہو تو ایسا شخص مرد ہو یا عورت کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرا دے، اگر زندگی میں نہ کرا سکے تو وارثوں کو وصیت کردے کہ اس کے مال سے حج کرائیں، لیکن وصیت صرف 1/3 مال میں جاری ہو سکتی ہے ہاں اگر ورثہ اپنے حصہ میں سے دینا گوارا کریں تو انہیں اختیار ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

حقوق العباد کی تلافی

یعنی توبہ کرتے وقت بندوں کے جو حقوق ذمہ میں ہیں ان کی بھی تلافی ضروری ہے

کہ اس طرح ان سب کی ادائیگی کرے یہ حقوق دو قسم کے ہیں:

(۱) مالی (۲) جانی/عزت کے حقوق۔

مالی حقوق کی ادائیگی

مالی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کا تھوڑا بہت مال ناحق قبضہ میں آ گیا ہو اسے پتہ ہو یا نہ ہو وہ سب واپس کر دے مثلاً کسی کا مال چرایا ہو یا قرض لے کر مار لیا ہو یا کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کے مال میں خیانت کی ہو، یا کسی کی کوئی چیز مذاق میں لے کر رکھ لی ہو (جب کہ وہ اس کے دینے پر اپنے نفس کی خوشی سے راضی نہ ہو) یا کسی سے سود لیا ہو تو اس سب کو واپس کر دے، واپس کرنے کے لے یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ میں نے آپ کی خیانت کی تھی بلکہ ہدیہ کے نام سے دینے سے بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

جان/عزت کو نقصان پہنچانے کی تلافی

آبرو کے حقوق کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ناحق مارا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سنی ہو کسی کی تہمت لگائی ہو یا گالی دی ہو یا کسی بھی طرح سے جسمانی یا روحانی یا قلبی تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگ لے، اگر وہ دور ہو تو اس دوری کو عذر نہ سمجھے بلکہ خود جا کر یا خط بھیج کر معافی طلب کرے، اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے، اگر ناحق مار پیٹ کا بدلہ دینا پڑے تو اسے بھی گوارا کرے۔ البتہ غیبت کے بارے میں اکابر نے یہ لکھا ہے کہ اگر اس کو غیبت کی اطلاع پہنچ چکی ہے تو اس سے معافی مانگے، ورنہ اس کے لئے بہت زیادہ مغفرت کی دعا کرے، جس سے یہ یقین ہو جائے کہ جتنی غیبت کی تھی اس کے بدلہ اس کے لئے اتنی دعا ہو چکی ہے کہ اس کی دعا کو دیکھتے ہوئے وہ ضرور خوش ہو جائے گا۔

زبانی توبہ کافی نہیں

بہت سے لوگ ظاہری دینداری بھی اختیار کر لیتے ہیں، زبانی توبہ بھی کرتے رہتے ہیں، لیکن گناہ نہیں چھوڑتے، حرام کمائی سے باز نہیں آتے اور لوگوں کی غیبت کو شیر مادر سمجھتے ہیں اور ذرا بھی دل میں احساس نہیں ہوتا کہ ہم غیبتیں کر رہے ہیں، بس اب دینداری نماز روزہ کی حد تک رہ گئی ہے صرف زبانی توبہ کرنا اور گناہ نہ چھوڑنا اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی تلافی نہ کرنا یہ کوئی توبہ نہیں ہے جو لوگ رشوت لیتے ہیں یا سود لیتے ہیں یا کاروبار میں فریب دے کر ناجائز طور پر پیسہ کھینچ لیتے ہیں، ایسے لوگوں کا معاملہ بہت کٹھن ہے، کس کس کے حق کی تلافی کریں گے؟ اہل حقوق کو یاد رکھنا اور ان کے حقوق کی تلافی کرنا اور حقوق والوں کو تلاش کر کے حقوق پہنچانا گویا پہاڑ کھودنے کے برابر ہے لیکن جن کے دل میں آخرت کی فکر اچھی طرح جاگزیں ہو جائے وہ بہر حال حقوق والوں کے حقوق کسی نہ کسی طرح پہنچا کر ہی رہتے ہیں۔

تحصیلدار کا قصہ

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک استاذ ایک تحصیل دار کا قصہ سناتے تھے جب وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور دینی حالت سدھرنے لگی اور آخرت کی فکر نے ادائیگی حقوق کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے اپنے زمانہ تعیناتی میں جو رشوتیں لی تھیں ان کو یاد کیا اور حساب لگایا، عموماً (تقسیم ہند سے قبل) متحدہ پنجاب کی تحصیلوں میں وہ تحصیل داری پر مامور تھے اور جن لوگوں سے رشوتیں لی تھیں ان میں زیادہ تر سکھ قوم کے لوگ تھے، انہوں نے تحصیلوں میں جا کر مقدمات کی پرانی فائلیں نکلوائیں اور ان کے ذریعہ مقدمات لانے

والوں کے پتے لئے، پھر گاؤں گاؤں ان کے گھر پہنچے اور بہت سوں سے معافی مانگی اور بہت سوں کو نقد رقم دے کر سبکدوشی حاصل کی، ان تحصیل دار صاحب سے ہمارے استاذ موصوف کی خود ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ واقعہ خود سنایا تھا وہ کہتے تھے کہ اکثر ادا کر چکا ہوں تھوڑا باقی ہے جس کے لئے برابر فکر مند ہوں۔

توبہ کے بعد گناہوں سے بچنے کی فکر

بہت سے لوگ مرید ہو جاتے ہیں بزرگوں کے ہاتھ پر توبہ کر لیتے ہیں لیکن یہ توبہ صرف زبانی ہوتی ہے، نہ حرام کمانا چھوڑتے ہیں، نہ حرام کھانا ترک کرتے ہیں، نہ بنک کی ملازمت سے الگ ہوتے ہیں، نہ رشوت لینے سے بچتے ہیں، نہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ غیبت سے بچتے ہیں، بلکہ مرید ہو کر غیبت کے ایک سبب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ اپنے شیخ کے طریقے پر نہ ہوں ان کی غیبتیں شروع ہو جاتی ہیں اور دوسروں کی غیبت کرنے کو اپنے شیخ کی تعریف کا جزو اعظم سمجھتے ہیں یہ سب زندگی کے خطرناک اعمال ہیں آخرت کی فکر نہیں ہے تو کس کام کی مریدی اور کیسی توبہ؟

سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ترجمہ: ہاتھ میں تسبیح، زبان پر توبہ استغفار کے الفاظ لیکن دل گناہ کے شوق میں مچل رہا ہے، ہمارے ایسے استغفار کو دیکھ کر گناہ کو بھی ہنسی آجاتی ہے۔

حقوق پہنچانے کا طریقہ

ممکن ہے بعض حضرات یہ سوال کریں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ حقوق مار لئے اور جو ہونا تھا ہو چکا اب ان کے پاس پیسے نہیں، کس طرح ادا کریں، اور بہت سے

لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس پیسے تو ہیں لیکن اصحاب حقوق یاد نہیں اور تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتے، ان کو پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں تو کیا کریں؟

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کی شریعت میں اس کا بھی حل موجود ہے اور وہ یہ کہ جو اصحاب حقوق موجود ہیں ان سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں، اور ان کو بالکل خوش کر دیں جس سے اندازہ ہو جائے کہ انہوں نے سچے دل سے حقوق معاف کر دیئے، اگر وہ معاف نہ کریں تو ان سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی میں سے بچا کر ادا کریں، اور اگر ادائیگی سے پہلے ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ کو باقی ماندہ حقوق پہنچا دیں، اور جن لوگوں کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے ان کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ دے دیں، جب تک ادائیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں۔

آج ہی حقوق معاف کرالیں ورنہ؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من كانت له مظلمة لا حد من عرضه او شيئ فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهم ، ان كان له عمل صالح اخذ من سيات صاحبه فحمل عليه.

(بخاری: ۲۴۴۹ کتاب فی المظالم والغضب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی پر اس کی آبرو کے اعتبار سے یا اور کسی طریقہ پر ظلم کیا ہو تو اس کو آج ہی اس دن سے پہلے جس دن دینار و درہم نہ ہوگا (ادا کر کے یا معافی مانگ کر) حلال کرے وہاں روپے کا سکہ نہ چلے گا بلکہ وہاں کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ظلم و زیادتی کرنے والا کا عمل صالح ہوگا تو اس سے لے کر مظلوم کو دے دیا جائے گا (جن پر ظلم و زیادتی کی تھی) اور اگر زیادتی کرنے والے کی نیکیاں نہ ہوئیں تو جس پر زیادتی ہوئی

تھی اس کی برائیاں لے کر زیادتی کرنے والے پر ڈال دی جائیں گے۔ (بخاری شریف)

حقیقی مسکین کون؟

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اتدرون ماالمفلس؟ قالوا المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع فقال: ان المفلس من امتى من ياتى يوم القيامة بصلوة وصيام وزكوة وياتى قدشتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ماعليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار.

(رواه مسلم باب تحريم الظلم ۲/ ۳۲۱)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس (یعنی تنگدست اور فقیر) کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو اسے مفلس شمار کرتے ہیں جس کے پاس درہم (یعنی روپیہ پیسہ) اور مال واسباب نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا اور اس حال میں بھی آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی کی تہمت لگائی ہوگی، اور کسی کا مال (ناحق) کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پس اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس کو دے دی جائیں گے، اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی، اگر حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حقوق والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

اللہ اکبر! کتنا سخت معاملہ ہے ہر شخص کو حقوق کی ادائیگی کی فکر کرنا لازم ہے گناہوں

سے پختہ طریقہ پر توبہ کرے اور توبہ کا قانون پورا کرے یعنی اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے، زبانی توبہ، توبہ نہیں ہے، خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم۔

توبہ کا مسنون طریقہ

وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثنی ابوبکر وصدق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ ثم قرأ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا أنفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم (رواہ الترمذی وابن ماجہ الا ابن ماجہ لم یذکر الأیۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا اور سچ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اس کے بعد وضو کرے، نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بخش دے گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا أنفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم (مشکوٰۃ ص ۱۱۷) از ترمذی وابن ماجہ)

تشریح: توبہ کے اصلی جز وتو وہی تین ہیں جو پہلے گزر چکے، یعنی (۱) جو گناہ ہو چکے ان پر شرمندگی اور ندامت اور (۲) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد اور (۳) جو حقوق اللہ و حقوق العباد تلف کئے ہیں ان کی تلافی کرنا، اور اس طرح توبہ کر لی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اگر ان امور کے ساتھ بعض اور چیزیں بھی ملا لی جائیں تو توبہ اور زیادہ اقرب الی

القبول ہو جاتی ہے، مثلاً نیکیوں کی کثرت کرنے لگے یا کسی بڑی نیکی کا اہتمام زیادہ کرے، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا، کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں خالہ ہے، فرمایا بس تم اس کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ والدہ اور خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو توبہ قبول کرانے میں بہت دخل ہے۔

نماز پڑھ کر توبہ کرنے کی جو تعلیم فرمائی، وہ بھی اسی لئے ہے کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے، اول دو چار رکعت پڑھ کر توبہ کی جائے گی تو توبہ زیادہ لائق قبول ہوگی۔

حدیث بالا میں جو آیت کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے، یہ سورۂ آل عمران کی آیت ہے پوری آیت اس طرح سے ہے۔

والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم (ع ١٤)

اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔

اس کے بعد ان حضرات کا اجر و ثواب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أولئك جزائهم مغفرة من ربهم وجنت تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ونعم اجر العاملين .

ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے، اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۔

توبہ اور استغفار کے فضائل وفوائد

وعن عبدالله بن بسر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طوبی لمن وجد فی صحیفته استغفارا کثیرا.(رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے لئے بہت عمدہ حالت ہے جو (قیامت کے دن) اپنے اعمال نامہ میں خوب زیادہ استغفار پائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۶، عن ابن ماجہ)

تشریح: چونکہ بندوں سے بکثرت چھوٹے بڑے گناہ صادر ہوتے رہتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں وہ بھی صحیح طریقہ پر ادا نہیں ہوتی ہیں اور شروع سے آخر تک ہر عبادت میں کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں، نیز مکروہات کا ارتکاب ہوتا ہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کما حقہ ادا نہیں ہو پاتی اس لئے ضروری ہے کہ استغفار کی زیادہ کثرت کی جائے۔

استغفار [illegible] ہوں کی مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں جب کوئی شخص دنیا میں کثرت سے استغفار کرے گا تو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں بھی اس کا اثر پائے گا اور اس کی وجہ سے وہاں گناہوں کی معافی اور نیکیوں کے انبار دیکھے گا، اس وقت اس کی قدر ہوگی۔

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش
عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزا وار خداوندیش
کس نتواند کہ بجا آورد (سعدی)

بندہ وہی بہتر ہے جو بارگاہ خداوندی میں اپنے قصوروں کی معذرت پیش کرتا ہے

ورنہ اس کی مقدس ذات کے لائق عمل کر کے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

خلاصۃ المرام

بہرحال توبہ واستغفار کے دنیوی واخروی بکثرت فوائد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت نقل فرمائی ہے جوانہوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهارا.

اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں بنادے گا۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار بارش کے آنے اور طاقت وقوت میں اضافہ ہونے اور مال واولاد بڑھنے اور باغات اور نہریں نصیب ہونے کا بڑا ذریعہ ہے، لوگ بہت سی تدبیریں کرتے ہیں تاکہ طاقت میں اضافہ ہو اور اموال میں ترقی ہو اور مال واولاد میں اضافہ ہو لیکن توبہ واستغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس گناہوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

پھر توبہ واستغفار کے تمام ثمرات سے بھی مالا مال فرمائے۔

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہما

خادم افتاء وتدریس، جامعۃ الرشد احسن آباد کراچی

۱۳ شعبان ۱۴۳۱ھ

((نصیحتیں))

(حضرت مولانا نور محمد صاحب زید مجدہم خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

❶ ...... پانچوں وقتوں کی نماز پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کریں۔

❷ ...... کوشش کریں کہ کوئی حرام اور مشتبہ لقمہ پیٹ میں نہ جائے۔

❸ ...... ڈاڑھی ایک مٹھی پوری رکھیں، اس سے کم کرنا یا بالکل منڈانا حرام ہے۔

❹ ...... شرعی پردہ کی پابندی ہو، عورت کے لئے شرعی پردہ کی پابندی نہ کرنا حرام ہے اور مردوں کا اپنی خواتین کو پردے کا پابند نہ بنانا بے غیرتی اور دیوثی ہے۔

❺ ...... مرد شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھیں۔ مردوں کے لئے شلوار پائجامہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔ اور عورت کے لئے ٹخنے کھلے رکھ کر مردوں کے سامنے آنا حرام ہے۔

❻ ...... غیبت کرنے اور سننے سے پرہیز کریں کیونکہ یہ حرام ہے۔

❼ ...... اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں انہی کے نقش قدم پر چلیں۔ لوگوں نے فلمی اداکاروں، ایکٹروں کی نقل اتارنا شروع کی ہے۔ اغیار کی نقالی ایمانی تقاضہ اور غیرت کے خلاف ہے۔ اس سے اجتناب کریں۔

❽ ...... جہاد بھی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے، اس میں جب بھی موقع ملے حصہ لیا جائے۔

❾ ...... اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہونی چاہئے۔ اس کا محاسبہ کیا کریں، کہ ایسا ہے یا نہیں۔

⑮...... فتنوں کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہیں لیکن کبھی ایسی آزمائش میں مبتلا ہو جائیں جہاں جان یا ایمان جا رہا ہو تو جان دے کر ایمان کو بچالیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے اور کروانے کی توفیق دے۔

مرتب

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ۔

مصنف کا مختصر تعارف

ابتدائی تعارف:

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب اطال اللہ بقاءٗ یکم شوال ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے، قرآن کریم ناظرہ اور دینیات کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد الحاج مولانا شائق رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور کے پاس پڑھیں، ۱۹۷۷ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی میں داخلہ لے کر باقاعدہ تعلیم کا آغاز لیا، یہاں پر ایک ہی سال میں اعدادیہ اور درجہ اولیٰ کی تمام کتابیں پڑھیں، یہاں پر حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب زید مجدہ سے خصوصی تعلق رہا، درجہ ثانیہ کی کتابیں مدرسہ مدینۃ العلوم شمالی ناظم آباد میں پڑھنے کے بعد ۱۹۸۰ء کے اوائل میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا، یہاں درجہ ثالثہ سے موقوف علیہ تک کی تمام کتابیں پڑھیں۔ اس دوران حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کاملپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور ڈاکٹر مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ اور مفتی عبدالسلام صاحب چاٹگامی سے خصوصی تعلق رہا اسی دوران حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق پیدا ہو گیا تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحی تعلق کے علاوہ تلمذ کا شرف بھی حاصل رہا، جس سے فقہ میں خاص مناسبت پیدا ہوئی، پھر اپنے شیخ ہی کے مشورہ سے دورۂ حدیث کے لئے جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۶ء میں ممتاز نمبروں کے ساتھ سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی ہی سے تخصص فی الافتاء کیا، اس دوران شیخ الحدیث مولانا سبحان محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم

سے خاص تعلق رہا، نیز تخصص کے ساتھ سرکاری بورڈ میں امتحان دے کر میٹرک بھی پاس کیا، نیز جدید معیشت وتجارت کے خصوصی دورہ میں شرکت کی اس میں بھی ممتاز نمبر حاصل کیے۔

زندگی کا دوسرا دور:

تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد دو سال تک جامعہ اشرفیہ حقانیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد ۱۹۹۰ء سے جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں تدریس اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۳ سال تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران حضرت مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب زید مجدہم کی نگرانی میں آٹھ سال تک افتاء کا کام سرانجام دیتے رہے، پھر پانچ سال تک دارالافتاء جامعہ حمادیہ کے مستقل ذمہ دار کی حیثیت سے فتویٰ کا کام کرتے رہے، ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء سے تاحال، جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی میں درجہ علیا کی کتابوں کی تدریس کے ساتھ دارالافتاء سے بھی منسلک ہیں، اس طرح اب تک چار ہزار سے زائد فتاویٰ تحریر فرما چکے ہیں۔

تصنیفات:

حضرت استاذ محترم تدریس وافتاء کے علاوہ ماشاءاللہ صاحب قلم بھی ہیں، سیکڑوں کی تعداد میں اصلاحی مضامین کے علاوہ اب تک چھوٹی بڑی ۳۰ سے زائد کتابیں بھی تصنیف فرما چکے ہیں، چند ایک یہ ہیں:

① زادمسافر
② سبق آموز واقعات
③ خواتین کی نماز کے احکام
④ خواتین کے جدید مسائل
⑤ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان
⑥ گانا بجانا قرآن وحدیث کی روشنی میں۔
⑦ ڈیجیٹل تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام
⑧ ڈاڑھی اور بالوں کے احکام

⑨ عطر ہدایہ کی تسہیل
⑩ حلال وحرام کے احکام
⑪ حیاۃ المسلمین کی تسہیل
⑫ شرح العقیدۃ الطحاویہ
⑬ جدید معاملات کے شرعی احکام
⑭ تسہیل تعلیم الدین
⑮ صالحین کی خوشگوار راتیں
⑯ مال کمانے میں راہ اعتدال
⑰ خون ریزی اور عصبیت قرآن وحدیث کی روشنی میں
⑱ دعاء کے آداب واحکام
⑲ میراث کے احکام اور ہماری کوتاہیاں
⑳ سلام کے جدید وقدیم مسائل
(۲۱) بچوں کے لئے ابتدائی دینی تعلیمات
(۲۲) ترک گناہ اور اصلاح معاشرہ
(۲۳) فقہ العبادات
(۲۴) تسہیل اصول تصوف
(۲۵) جنت کی ضمانت
(۲۶) ترجمۂ کنز العمال کی تکمیل
(۲۷) مساجد کے احکام
(۲۸) مقدمۃ الحدیث

جامعہ حمادیہ میں قیام کے دوران ایک رسالہ بنام ''بچوں کے لئے ابتدائی دینی تعلیمات'' لکھ کر اپنے پیرو مرشد حضرت فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جمعہ کے دن پیش کیا۔ اگلے جمعہ کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی مجلس میں تبصرہ فرمایا: ''کہ انہوں نے ایک رسالہ مجھے دیا کچھ دن تو یہ رسالہ میرے سرہانے رکھا رہا، میں سوچتا تھا کہ یہ تو بچوں کے لیے ہے اور میں بچہ تو ہوں نہیں، اسے پڑھ کر کیا کروں گا؟ لیکن یوم الثلاثہ کے دن اسے اٹھا کر پڑھا تو ماشاء اللہ بہت خوب۔ یہ تو بڑوں کے لیے ہونا چاہئے تھا۔''

پھر حضرت نے اس کا کچھ حصہ اہل مجلس کو خود پڑھ کر سنایا، اس کے بعد بہت سے مہتمم

حضرات نے اسے اپنے اپنے مدرسوں کے مکاتب میں باقاعدہ داخل نصاب کرلیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ استاذ محترم کی حیات دراز فرمائیں، مزید خدمات دینیہ کے لیے قبول فرمائیں خصوصاً اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور امت کے لیے نافع بنائیں۔

(مولانا) **احمد افنان** (صاحب)

استاذ جامعۃ الرشید احسن آباد، کراچی